برِّصغیر اور پوری دنیا میں غلبۂ دین کا داعی

نوائے غزوۂ ہند

فروری ۲۰۲۴ء | شعبان المعظم ۱۴۴۵ھ

بانی مُدیر: حافظ طیّب نواز شہید رحمہ اللہ

اپنی منزل، اپنا اندازِ سفر مت بھولنا
بھول جانا اپنا گھر، اللہ کا گھر مت بھولنا

تم کو سیدھا جنت الفردوس میں لے جائے گی
اپنے پیارے مصطفیٰ ﷺ کی رہ گزر مت بھولنا

جو ہوئی تھی اب سے چودہ سو برس پہلے طلوع
روشنی درکار ہے تو وہ سحر مت بھولنا

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو عراق کے محاذ
پر رخصت کرتے ہوئے چند نصیحتیں:

’’اے سعد! تمہیں یہ بات خود پسندی میں مبتلا نہ کرے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں اور اُن کے صحابی کہلاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعے نہیں، نیکی کے ذریعے معاف کرتا ہے۔ اللہ کا کسی سے کوئی رشتہ ناتا نہیں، اس سے تعلق صرف اطاعت اور فرمانبرداری سے پیدا ہوتا ہے۔ اس سے ہٹ کر انسان چاہے اونچے مرتبے کا ہو یا عام طبقے کا، اللہ کے نزدیک سب برابر ہیں۔ ہمیشہ اس طرزِ حیات کو سامنے رکھنا جس پر تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا۔ یہی ہماری بنیاد ہے۔

تم بڑے صبر آزما حالات سے گزرنے والے ہو، پس صبر کا دامن تھامے رکھنا۔ اس سے اللہ کا تعلق پیدا ہوگا۔ یاد رکھنا، اللہ کا تعلق دو چیزوں سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے، دوسرا گناہوں سے بچنے سے، اللہ کی اطاعت، آخرت کی محبت اور دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے وجود میں آتی ہے اور گناہ دنیا کی حرص اور آخرت سے بے پروائی کی وجہ سے جنم لیتے ہیں۔

لوگوں میں پسندیدہ بننے کو مت ٹھکرانا۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی اسی کی دعائیں کی ہیں، کیوں کہ جب اللہ کسی بندے کو اپنا محبوب بناتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں بھی اس کی محبت ڈال دیتا ہے اور جب کسی بندے سے نفرت کرتا ہے تو لوگوں کے نزدیک اسے قابل نفرت بنا دیتا ہے، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنا مقام جاننے کے لیے یہ دیکھتے رہو کہ لوگ تمہارے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔‘‘

(تاریخِ اُمتِ مسلمہ، حصہ اول از مولانا محمد اسماعیل ریحان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوائے غزوۂ ہند

جلد نمبر: ۱۷، شمارہ نمبر: ۲

فروری ۲۰۲۴ء　شعبان المعظم ۱۴۴۵ھ

بحمد اللہ... مُسلسل اِشاعت کا سترہواں سال!

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.org

www.nawai.io/Twitter

www.nawai.io/Channel

www.nawai.io/Bot

www.nawai.io/ChirpWire

’’میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم کی خاطر لڑتی رہے گی اور اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل رکھے گی، جو ان کی مخالفت کرے گا وہ انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اسی حالت میں قیامت واقع ہوجائے گی۔‘‘

(صحیح مسلم)

اس شمارے میں

اداریہ

اپنی منزل، اپنا اندازِ سفر مت بھولنا! 5

تزکیہ واحسان

تقویٰ کے انعامات 11

اسوۂ حسنہ

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سائے میں 14

حلقۂ مجاہد

مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟ 18

الیکشن ۲۰۲۴ء

جمہوریت اکابر علمائے کرام کی نظر میں 21

دینی سیاسی جماعتوں سے وابستہ بھائیوں کے نام 24

تبدیلی کا راستہ 34

الیکشن سلیکشن ۲۰۲۴ء 36

الیکشن اور ہم 39

یومِ یکجہتی کشمیر

سرخ ہے خونِ شہیداں سے چناروں کی زمیں 41

طوفان الاقصیٰ

طوفان الاقصیٰ کے حوالے سے حماس کا بیانیہ 43

طوفان الاقصیٰ اور جمہوریت 46

نہ دنیا ہے نہ دیں 48

فلسطینی بچے 50

فکر ومنہج

اجنبی ___ کل اور آج 51

مسلمانوں کے ساتھ موالات کفار کے ساتھ دشمنی 52

جمہوریت...... ایک دجل، ایک فریب!

جمہوری نظام تباہی کے دہانے پر! 60

افغان باقی کہسار باقی............ الحکم للہ والملک للہ

مہمان 64

پاکستان کا مقدر...... شریعتِ اسلامی کا نفاذ!

اسلام کا قلعہ 65

ذرا سوچیے، پلیز! 67

...... ہند ہے سارا میرا!

ان سے بڑا ظالم بھلا کون ہوسکتا ہے؟ 68

عالمی منظر نامہ

اخباری کالموں کا جائزہ 70

انڈونیشیا میں روہینگیا پناہ گزینوں کے کیمپ پر حملہ 79

جن سے وعدہ ہے مر کر بھی جو نہ مریں!

اسلام کا مسافر! 80

افسانہ

کتابِ عظیم 85

وغیرہ وغیرہ

سوشل میڈیا کی دنیا سے 91

اِک نظر اِدھر بھی 93

اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے......

اعلانات از ادارہ:

- مجلّہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ میں شائع ہونے والے ’مستعار‘ مضامین (بشمول سوشل میڈیا پوسٹس رسٹیٹس رٹویٹس) مجلّے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں اور ان مضامین وغیرہ میں موجود تمام خیالات اور ان کے مصنفین کے تمام افکار وآراء سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

’غزوۂ ہند‘ تمام اہلِ ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہلِ ایمان بالخصوص برِّ صغیر میں بستے اہلِ ایمان کا فریضہ ہے۔ ’غزوۂ ہند‘ کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوۂ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوۂ ہند:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- برِّ صغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے......اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

editor@nghmag.com

اپنی منزل، اپنا اندازِ سفر مت بھولنا!

آج کل الیکشن کا غوغا ہے۔ شاید زیرِ نظر سطور کے نشر ہونے کے دو تین دن بعد لوگوں کی ایک کثیر تعداد پچھلے چند ماہ سے جس 'محنت' میں مگن تھی، اس کا 'ثمرہ' ظاہر ہو جائے گا، یعنی انتخابات یا الیکشن کے 'نتیجے' میں 'منتخب' ہونے والے لوگ، پارلیمان، وزارتیں، حکومتیں وغیرہ۔ اہلِ دین کی جمہوری سیاسی جماعتیں بھی اس الیکشن میں خوب گرم جوش حصہ لیں گی اور چند کو شاید 'نتیجے' میں بھی حصہ مل جائے۔

دنیا کا ہر نظریہ، ازم، دین، اقتدار چاہتا ہے، کہ اقتدار ہی کے ذریعے یہ نظریہ، ازم اور دین، اپنے افکار و اصولوں اور قوانین کو نافذ کر سکتا ہے۔ اقتدار کے حصول کے لیے 'دینِ اسلام' بھی افکار، اصول، قوانین اور ہدایات وغیرہ رکھتا ہے۔ لیکن اسلام کے حصولِ اقتدار کے لیے مقاصد بھی دیگر تمام نظریات، اِزموں اور ادیان سے مختلف ہیں اور ان مقاصد کے حصول کا طریقہ بھی بالکل جدا اور نرالا ہے۔

اسلام اقتدار چاہتا ہے، لیکن اس اقتدار میں آنے کا مقصد اللہ جلّ جلالہ کے کلمے کو بلند کرنا ہے، اعلائے کلمۃ اللہ! اس لیے کہ اللہ جلّ جلالہ اس کائنات وماوراء الکائنات ہر ہر شئے کا بلا شرکتِ غیرے خالق و مالک، پادشاہ و شہنشاہ ہے! وہ رحیم و کریم ہے اور قہار و عدل ہے! یہ کائنات اور اس کائنات میں ریگ کے ذرّے کی مانند یہ دنیا اس نے اس لیے بنائی کہ 'لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا'؟![1]۔ وہ پادشاہ ہے اور بڑا حکیم پادشاہ ہے، اس نے اپنی حکمتِ واسعہ و بالغہ کے مطابق اس دنیا اور اس کے نظاموں کو تشکیل دیا ہے۔ شر اور خیر کو پیدا کیا ہے، ہدایت اور گمراہی کے راستوں کا تعین کیا ہے اور انہیں خوب خوب واضح کیا ہے اور ہر ہر شئے کو اس لیے بنایا ہے کہ ہر ہر شئے اس کی عبادت کرے اور ان میں دو مخلوقات کو خاص کر مکلف ٹھہرایا ہے، جنات اور انسانوں کو اور خاص ان کی تخلیق کے متعلق فرمایا 'وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ'[2]۔ پس اسلام جو اقتدار چاہتا ہے تو اس لیے کہ یہ جن و انس اللہ کی عبادت، اللہ کی شریعت کے بتائے طریقے کے مطابق آزادی سے کر سکیں اور اسلام کو ایوانِ اقتدار میں لانا اہلِ اسلام پر واجب اسی لیے ہے کہ یہ خود اللہ جلّ جلالہ کی عبادت ہے اور کئی احکامِ اسلام اس وقت تک ادا ہی نہیں کیے جا سکتے جب تک اسلام مسندِ اقتدار پر موجود نہ ہو۔ اسی اقتدار کو نفاذِ شریعت، اقامتِ دین اور حکومتِ الٰہیہ کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔

جیسے اسلام کا مقصدِ اقتدار سبھی دیگر نظریات، ازموں اور ادیان سے جدا اور نرالا ہے، ایسے ہی اس اسلام کے اقتدار تک پہنچنے کا راستہ بھی سبھی دیگروں سے جدا اور نرالا ہے۔ دینِ اسلام صرف مقاصد اور منزل کا بیان کر کے خاموش نہیں ہو جاتا، بلکہ پورے راستے و منہج کے لیے رہنما اصول بھی بتاتا ہے اور دراصل اپنے متبعین کو اس بات کا مکلف قرار دیتا ہے کہ وہ منزل و مقصد کو نظر کے سامنے رکھتے ہوئے، سنتِ نبوی (علی صاحبہا ألف صلاۃ وسلام) میں بتائے گئے راستے و منہج کی اتباع کریں، چاہے (بظاہر) منزل و مقصد (یعنی اقتدار) اس حیاتِ دنیوی میں حاصل نہ ہو! لیکن دینِ اسلام فقط اقتدار کے حصول کو منزل و مقصود بتاتے ہوئے ہر طریقے کو بروئے کار لانے کو درست نہیں قرار دیتا۔

حضورِ انور (علیہ ألف صلاۃ وسلام) کی، آپؐ ہی کی تربیت یافتہ جماعتِ صادقہ و صالحہ (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ مبارک محنت کے نتیجے میں جو اسلام غالب ہوا وہ مقامی طور پر برِّ صغیر میں مغل سلطنت کے اختتام کے ساتھ اور عالمی طور پر ۱۹۲۴ء میں سقوطِ خلافتِ عثمانیہ کی صورت، بطورِ حاکم نظام

---

[1] ''تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ بہتر ہے۔'' (سورۃ الملک: ۲)

[2] ''اور میں نے جنات اور انسانوں کو اس کے سوا کسی اور کام کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔'' (سورۃ الذاریات: ۵۶)

زوال پذیر ہو گیا۔ خود اس سقوط کی پیشین گوئی احادیثِ مبارکہ میں موجود تھی اور پھر اس سقوط کے بعد ’ثم تکون خلافة علی منہاج النبوة‘ کی خوش خبری بھی احادیث میں موجود ہے۔ گویا اسلام تیرہ سو سال سے زائد تک دنیا میں مقتدر رہا۔ اسلام دنیا کی مسندِ اقتدار پر غالب ہو یا نہ ہو، بہر حال احادیثِ نبویؐ میں ایک ایسی جماعت کی نشاندہی بھی کی گئی جو ہمیشہ دینُ اللہ کی خاطر بر سرِ جد وجہد رہے گی۔ حالات کا اتار چڑھاؤ، دوست و دشمن کی سختی یا نرمی، عوام و خواص کی ملامت، نئے نظاموں کے ساتھ مل کر چلنے کی روش، مقامی طور پر لوئے جرگے، پارلیمان و کونسلیں اور عالمی طور پر اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلیوں کی قرار دادیں، حتیٰ کہ انہی سب سے وابستہ قہر و جبروت والی فوجیں اور ٹیکنالوجیاں ان اہلِ حق کا راستہ روک نہ پائیں گی۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى أَمْرِ اللَّهِ قَاهِرِينَ لِعَدُوِّهِمْ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ.“ (صحيح مسلم)

”میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم کی خاطر لڑتی رہے گی اور اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل رکھے گی، جو ان کی مخالفت کرے گا وہ انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اسی حالت میں قیامت واقع ہو جائے گی۔“

معلوم ہوا کہ اعلائے کلمة اللہ کے لیے جہاد ہمیشہ جاری رہے گا، اور جہاد کا قدیم و جدید قادیانی و غامدی معنیٰ نہیں، بلکہ جہاد کا وہ معنیٰ جس پر علمائے امت کا اجماع ہے، علامہ ابنِ حجر العسقلانی رحمة اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اس بات پر اجماع ہے کہ ’جہاد‘ سے مراد ’قتال‘ ہے اور جہاں ’فی سبیل اللہ‘ کی اصطلاح آ جائے تو اس سے مراد ’جہاد‘ ہے“[3]۔ اگر ہم سمجھتے ہیں کہ ہم میں سے کچھ لوگوں کا جہاد سے جمہوریت کی طرف آنا دراصل مشکل سے آسانی کی طرف آنا ہے، تو حقیقت یہ ہے کہ ہم مشکل سے آسانی کی طرف نہیں، بلکہ آسانی سے مشکل کی طرف گئے ہیں۔ اس آسانی سے مشکل کی طرف جانے کی دو مثالیں ہیں۔ پہلی یہ کہ ہمیں کتاب و سنت کی واضح نصوص سے معلوم ہے کہ اعلائے کلمة اللہ کا طریقہ ’جہاد‘ ہے، تو کیا کتاب و سنت کے طریقے کو چھوڑنا مشکل سے آسانی کی طرف آنا ہے یا آسانی سے مشکل کی طرف؟ دوسرا اہم چشمِ سر سے دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے ہی خطے کے ملک افغانستان میں ’کلمة اللہ‘ بطورِ حاکم نظام ۲۰۰۱ء میں مغلوب ہو گیا، وہاں بھی نت نئے راستے کھل گئے، ایک طرف جمہوریت کا راستہ تھا جس میں ماضی کے سبھی بڑے بڑے نامور شامل ہو گئے، ’جمہوری اسلامی افغانستان‘ کی بنا ڈالی گئی، لویہ جرگہ اور پارلیمان بنایا گیا اور یہ جرگے اور پارلیمان صرف بش و کرزئی نے نہ بنائے تھے بلکہ انبیائے کرامؑ کے وارث فضیلت مآب اہلِ جبہ و دستار سے ظاہری نسبت رکھنے والوں نے اس کی مشروعیت بیان کی تھی۔ تو دوسری طرف وہی ثور و بدر والا راستہ تھا، یہاں انبیائے کرامؑ کے وارث فضیلت مآب اہلِ جبہ و دستار حقیقتاً موجود تھے، علمِ دین اور تعلیم و تعلم سے نسبت کے سبب یہ طالبان کہلاتے تھے اور زمانہ گواہ ہے کہ طالبان کا معنیٰ دنیا مجاہدین ہی جانتی ہے۔ انہی طالبان نے بیس سال نبویؐ طریقے کے مطابق نفاذِ شریعت کی مبارک محنت کی اور ۲۰۲۱ء میں، محض بیس سال کی محنت سے آج کابل کے قلب میں مادی اعتبار سے بھی، اہلِ ایمان کے سینوں اور آنکھوں کو ٹھنڈک بخشتا، دنیا کا سب سے بڑا کلمے والا جھنڈا لہرا رہا ہے اور مسندِ اقتدار پر شیخ، مولوی اور ملا و حافظ و قاری براجمان ہیں اور منابر و مناروں سے ’الشیخ المجاہد ہبة اللہ حفظہ اللہ‘ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے، امیر المومنین کے نام کا ایک ایسا خطبہ، جسے اہلِ عالم نے کم و بیش سو سال تک نہ سنا تھا۔

---

[3] بحوالہ صوتی حلقہ جاتِ درسِ کتاب ’مشاری الاشواق‘ از شیخ انور العولقی شہید رحمة اللہ علیہ۔

پھر مزید چند تحریکوں اور چند ناموں کو دیکھیے۔ کیا حضرتِ مجدد نوّر اللہ مرقدہ نے وقت کے بادشاہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا تھا؟ کیا انہوں نے قید خانے کی مشکل پر بادشاہ کی وزیری مشیری کی آسانی قبول کی تھی؟ حالانکہ بادشاہِ وقت نے ملک میں عمومی طور پر شریعت کا نفاذ کر رکھا تھا اور حضرتِ مجدد اگر اس کے وزیر بن جاتے تو ہمارے آج کے اہلِ دانش کے مطابق نجانے کیسی کیسی خدمتِ دین کر لیتے۔ سیّد احمد بریلوی جو رائے بریلی کی نسبت سے زیادہ آج سیّد احمد شہیدؒ کے نام سے جانے جاتے ہیں کہ انہوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے سر کٹوایا تھا اور شہادت کا جام پیا تھا، وہ تو بڑے آرام سے دِلّی تا بنگال کے اصلاحی و دعوتی دورے کرتے تھے، لاکھوں کروڑوں ان کے مریدین تھے، انہوں نے سافٹ پاور (soft power) کے ذریعے کیوں اقتدار کی راہ نہ لی اور مہران و بولان، قندھار و غزنی اور کابل و پشاور اور کشمیر و بالاکوٹ کے دروں، صحراؤں اور پہاڑوں سے گزر کر کیوں ہجرت کی اور کیوں جہاد کی راہ سے بیعتِ امامت منعقد کی اور اسی جہاد میں قتل ہو کر دریائے کنہار میں کیوں اپنا بہتا لاشہ قبول کر لیا؟ پھر وہی نہیں ان کے دستِ راست، علمِ دین کی چوٹی، خاندانِ ولی اللّٰہی کے چشم و چراغ، حضرت مولانا شاہ اسماعیلؒ صاحب نے کیوں دہلی کی عالی شان اور دنیائے علمِ دین کی مایہ ناز مسندِ حدیث سے اٹھ کر ایک ہاتھ میں شمشیر اور دوجے میں بندوق تھامی اور اپنے امیر و مرشد سیّد احمد کے ساتھ اس معرکۂ بالاکوٹ میں قتل ہو گئے؟ حضرت نانوتویؒ کے سامنے تو مشکلوں سے آسانی کے راستے بڑے کشادہ تھے کہ وہ تو حجۃ الاسلام تھے اور ان کے ساتھی زمانے کو فتویٰ دینے والے رشید احمد گنگوہیؒ، ان دونوں کو آخر کیا تھا کہ انہوں نے شاملی کا میدان سجایا، شکست کھائی، ساتھی قتل و زخمی ہوئے، دوسری جنگ لڑنے کی استطاعت نہ تھی تو مشکل و آسانی کی بات کر کے انہوں نے راستہ نہ بدلا، بلکہ اپنے عمل سے حکمِ شریعت بیان کیا کہ جب اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد بمعنیٰ قتال کی استطاعت نہ ہو تو اعداد و دعوت میں کھپ جاؤ، اسی لیے تو دار العلوم دیو بند قائم کیا گیا اور اس کے پہلے شاگرد، طالبِ علم بھی تھے اور معسکر کے پہلے زیرِ تربیت سپاہی بھی۔ علم و تلوار سے لیس ہو کر ہی یہ امامِ عزیمت شیخ الہند محمود حسنؒ قرار پائے، انہی نے فرمایا کہ دار العلوم دیو بند دراصل ایک چھاؤنی تھی جس کا مقصد ۱۸۵۷ء میں ہونے والی شکست کا انتقام لینا تھا۔ اہلِ برِّ صغیر کے لیے کیسی فخر کی بات ہے کہ اس دار العلوم دیو بند کا پہلا شاگرد و سپاہی غلبۂ اسلام کی ایک عالمی تحریک کا قائد و سپاہ سالار بنتا ہے اور یہ تحریک، تحریکِ ریشمی رومال کہلاتی ہے۔ اس زمانے کے گوانتانامو، مالٹا میں ان کو قید کیا جاتا ہے، یہ وہاں سے واپس لوٹتے ہیں تو مواقف میں رتی برابر تبدیلی نہیں آتی اور بس ایک ہی دُہائی ہر مجلس و جلسے اور ہر مسندِ حدیث و تفسیر پر دیتے ہیں کہ 'خاکم بدہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا سرنگوں ہو رہا ہے'[4]۔ ملا عمرؒ کچھ نرمی کا مظاہرہ کرتے، افغانستان کے چٹیل دشت و صحرا 'زابل' کے بجائے کچھ آسانی کی راہ اختیار کرتے تو کابل کے 'قصرِ سفید' میں کرزئی نہ بیٹھتا، بلکہ کچھ آسانی مزید پہلے ہی کی ہوتی تو اقتدار ہی ہاتھ سے نہ نکلتا! اسامہ بن لادنؒ نے بادشاہِ وقت کی مشیری و وزیری اور شہزادوں سی کیفیت کو اسی لیے لات ماری تھی کہ بادشاہِ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن جزیرۃ العرب میں صلیبی و صہیونی فوجوں کو آباد کر رہا تھا اور اقصیٰ کا سودا کر چکا تھا۔ امام شاملؒ سے شامل بسایوفؒ تک اور عمر مختارؒ سے یمن کے مشائخِ عوالقؒ تک سبھی کبھی روسی جبر کے مقابل کھڑے ہوئے، کبھی اطالوی فسطائیت سے لڑے اور کبھی انگریز کی چنگیزیت کا مقابلہ کیا۔ ان سب نے اگر آسانی کے بجائے مشکل اپنائی، وہ مشکل جو دراصل آسانی ہے، بدر و احد والی آسانی، احزاب و حنین والی آسانی تو اس لیے کہ یہ سب طواغیت کو گرا کر، غلبۂ اسلام کا جھنڈا بلند کرنا چاہتے تھے۔ یہ جانتے تھے کہ شریعتِ مطہرہ کے نفاذ کی محنت حرا کے غار سے ثور کی کٹھنائی تک لے جاتی ہے، پھر احد میں خیر الخلائق کے دندانِ اقدس شہید کرواتی ہے (ہماری اور ہماری اولادوں کی جانیں انؐ پر سو سو بار فدا ہوں، صلی اللہ علیہ وسلم)، احزاب میں 'وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ'[5] کا منظرِ جان کنی دکھاتی ہے، حنین میں بعد از خدا بزرگ و برتر کو کفار کے گھیرے میں لاتی

---

[4] مجلّہ ہٰذا کے سال ۲۰۲۳ء کے تیسرے اور چوتھے شمارے میں حضرت شیخ الہند کی بعد از رہائیٔ مالٹا کی تقاریر دیکھی جا سکتی ہیں اور انہی میں سے ایک مجلّہ ہٰذا کے زیرِ نظر شمارے میں بھی شامل کی گئی ہے۔

[5] ''اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے''۔ (سورۃ الاحزاب: ۱۰)

ہے، پھر کہیں جا کر مکہ فتح ہوتا ہے۔ یہ جانتے تھے کہ نفاذِ کتاب، کتاب اللہ میں درج طریقے 'وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ'[6] سے ہو گا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ 'وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ'[7]۔ آسانی تو یہی ہے کہ باقی سب راستے عسر والے، کھوٹے اور مشکلوں بھرے راستے ہیں۔

بظاہر آسان دکھنے والے راستوں سے کہاں کوئی تبدیلی آئی ہے؟ شہیدِ اسلام ملک شہباز (Malcolm X) رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول ہے کہ 'انقلابِ فرانس کیسے آیا؟ خون بہا کر۔ انقلابِ روس کیسے آیا؟ خون بہا کر۔ امریکی انقلاب کیسے آیا؟ خون بہا کر۔ ایک ...... ہم ہی پر امن انقلاب لانا چاہتے ہیں؟!' پھر آسان وہ نہیں جن کو شریعتِ مطہرہ نے آسان کہا ہے، بلکہ جمہوریت و قانون سازی کے وہ راستے جو یونان میں پیدا ہوئے، فرانس میں پلے بڑھے اور انگریزی و امریکی وحشی سرمایہ داری نے جن کو اپنی آغوش میں جگہ دے کر دنیا کا نظام بنا دیا؟ جن نظریات، نظاموں اور اِزموں کے نفاذ کا سب سے بڑا علَم بردار آج طاغوتِ اکبر امریکہ ہے، جس کے باقی جرائم ایک طرف، لیکن اسرائیل کی پیٹھ ٹھونکنا اور قبلۂ اول و رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے اسراء و معراج کے محافظوں، اہلِ غزہ پر جس کی حالیہ درندگی سارے عالَم پر واضح ہے۔ انہی راستوں سے بائیس سال قبل جب صوبۂ سرحد میں اہلِ دین کو حکومت ملی تو یہ اکثریت والی حکومت ایک 'حسبہ بل' منظور نہ کروا سکی، لیکن اہلِ دین کی پارلیمان میں بھاری تعداد کے باوجود 'حقوقِ نسواں بل' پاس ہوا، اللہ کی شریعت سے دشمنی کرتے ہوئے زنا بالرضاء کو حلال کیا گیا۔ پھر کہا جاتا ہے کہ یہاں کے آئین میں قراردادِ مقاصد موجود ہے جو اللہ جل جلالہ کو اقتدارِ اعلیٰ کا مالک قرار دیتی ہے۔ جہاں اقتدارِ اعلیٰ اللہ کا ہو وہاں زنا بالرضاء حلال ہوتا ہے؟ کہتے ہیں کہ یہ گناہ ہیں اور گناہوں سے بندہ کافر نہیں ہوتا، بے شک اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی عقیدہ ہے۔ لیکن بالاجماع یہ بھی عقیدہ ہے کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا کفرِ بواح ہے[8]۔ کیا زنا بالرضاء کو حلال قرار دینا فقط ایک گناہ اور حرام عمل ہے؟ شریعت جن خسیس بدکرداروں کو سنگسار کرنے کا کہتی ہے، ٹرانس جینڈر ایکٹ کے ذریعے قومِ لوطؑ سے بھی اسفل +LGBTQ کو قانونی تحفظ فراہم کرنا حرام کو حلال کرنا نہیں؟ بات یہاں بھی رکی نہیں ہے بلکہ بلدیاتی انتخابات میں انہی +LGBTQ والے 'ٹرانس جینڈر' سدومیوں کو مخصوص حلقوں سے انتخاب لڑنے کی اجازت بھی دی گئی ہے یعنی اب ایک عالم اور ایک سدومی کی حیثیت برابر ہے، فإنّا للہ وإنّا إلیہ راجعون! پھر اگر یہ سب نہ بھی ہو تب بھی پاکستان کی جمہوریت ایسا نظام ہے، جس میں الیکشن نہیں سلیکشن ہوتی ہے، اگر کوئی بظاہر حقیقتاً سلیکٹ ہو کر بھی ایوان میں پہنچے تو اس کا دائرۂ عمل فوجی اسٹیبلشمنٹ طے کرتی ہے، آئی جے آئی سے پی ڈی ایم کی پیدائش تک، بے نظیر و نواز شریف اور حال میں عمران خان کے دھڑن تختوں کے پیچھے کون کار فرما تھا؟ جس ریاست میں مقتدر (sovereign) اللہ جل جلالہ کی ذاتِ عظیم ہو، وہاں کا قائد 'عدت' میں شادی کرتا ہے، پھر لگ بھگ چار سال وزیرِ اعظم رہتا ہے اور اس کو اقتدار سے اس لیے معزول نہیں کیا جاتا کہ وہ 'عدت' میں رُوسیاہی کا مرتکب ہوا ہے بلکہ یہاں کی اصل مقتدر قوت یعنی اسٹیبلشمنٹ کی گستاخی پر معزول کیا جاتا ہے۔ پھر یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ اسٹیبلشمنٹ دراصل کس کی غلام ہے، بعض جرنیل تو صرف امریکی سٹیٹ ڈپارٹمنٹ اور پنٹاگان کے نوکر ہوتے ہیں، لیکن ان کی مزید اعلیٰ قیادت فری میسن ہوتی ہے یا فری میسنوں سے قریبی تعلقات رکھتی ہے[9]۔ یہی نہیں جمہوریت

---

[6] "اور (مسلمانو) ان کافروں سے لڑتے رہو۔" (سورۃ الانفال: ۳۹)

[7] "یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے، اور دین پورے کا پورا اللہ کا ہو جائے۔" (سورۃ الانفال: ۳۹)

[8] بے شک تکفیریت خوارج کا شیوہ ہے، لیکن اہل السنۃ کا منہج و عقیدہ تکفیر کی بحث سے خالی نہیں، ہاں یہ داعشی خوارج کی مانند بازیچۂ اطفال نہیں، بے شک یہ علمائے راسخین ہی کا کام ہے۔ بے شک مجاہدینِ اسلام کا دامن ایسے داغوں سے پاک ہے اور مجاہدین نے کبھی اہلِ دین کی جمہوری عمل میں شرکت پر تکفیر نہیں کی، بلکہ اہلِ دین کا دفاع اپنے قول و عمل سے کیا ہے اور دین اور اہلِ دین کے دفاع میں خوارجِ عصر کے خلاف بھی برسرِ جہاد ہیں۔

[9] ملاحظہ ہو مجاہد فی سبیل اللہ لیفٹیننٹ جنرل شاہد عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف 'یہ خاموشی کہاں تک؟'، کہ کیسے انہیں خود امریکی دورے کے دوران فری میسن بننے کی آفر ہوئی اور اسی دورے میں اشفاق پرویز کیانی بھی امریکہ میں موجود تھا۔

مشرقی ہو یا مغربی، دراصل اس کو خفیہ ہاتھ ہی چلاتے ہیں، خفیہ ہاتھ عالمی ڈیپ سٹیٹ (deep state) کے ساتھ ساتھ شیطان کے براہِ راست پجاریوں کے ہوتے ہیں، کہنے کو ٹرمپ وا وبامہ و کلنٹن منتخب ہو کر آتے ہیں لیکن پسِ پردہ یہ کن کن گھناؤنی رسومات (rituals) میں ملوث ہوتے ہیں، تو ان کرداروں (اور دیگر عالمی بدمعاشوں) کی رُوسیاہی کی ہلکی سی جھلک Epstein papers ہیں، قاتلهم الله!

شریعتِ مطہرہ میں سیاست کسے کہتے ہیں پر ایک واقعہ یاد آ گیا۔ راقم السطور کے ایک استاد و ساتھی، اسی اقامتِ دین کی محنت میں امریکی غلام ایجنسی ’آئی ایس آئی‘ کے ہاتھوں اغوا کر لیے گئے۔ مختلف اذیتوں اور جیلوں سے گزرتے گزرتے ان کو اسی خفیہ ایجنسی کے زیرِ انتظام ایک قید خانے میں رکھا گیا۔ اس قید خانے میں ان مؤقر مجاہد و مرابط عالمِ دین کی ملاقات مولانا اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ساتھی سے ہو گئی، جو خود بھی جیل میں ہی قید تھے۔ مولانا شہیدؒ کے ساتھی نے ہمارے ساتھی عالمِ دین سے جمہوری سیاست کی بحث چھیڑ دی اور جمہوری انتخابی سیاست کے ذریعے غلبۂ دین کے متعلق استفسار کیا۔ اس پر ان مجاہد عالمِ دین نے مولانا شہیدؒ کے ان ساتھی کو بڑا سادہ، بڑا عام فہم اور بڑا خوب صورت جواب دیا:

> ”دین میں سیاست کا کیا مطلب ہے؟ فرض کریں کہ آپ ایک کمرے میں ہیں جس کا فرش گندگی ناپاکی سے اٹا ہوا ہے اور نماز کا وقت ہے۔ اب شریعت کا آپ سے کیا تقاضا ہے؟ تقاضا ہے کہ وقتِ نماز ہے، لیکن نماز کی شرائط میں سے ہے کہ نماز پاک جگہ پر پڑھی جائے۔ لیکن فرش ناپاک ہے تو شریعت کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ اس فرش کو پاک کیا جائے۔ اب فرش پاک نہیں قیام و سجدے کی جگہ وہاں نہیں تو شریعت یہ نہیں کہتی کہ بس آپ اسی جگہ اسی کیفیت و حالت میں چند بار اللہ کا نام لیں اور آپ کی نماز ادا ہو گئی! نہیں! فرش پاک کریں، پھر نماز پڑھیں۔
>
> بالکل ایسے ہی اسلام نافذ کرنے کے لیے سیاست کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے آپ اس فرش کو پاک کریں جہاں ناپاکی پڑی ہے، اس کے بعد یہاں اسلام نافذ کریں نہ کہ یہ کہ اسی فرش پر، پہلے سے موجود نظام میں رہتے ہوئے، کچھ شقوں اور ترمیمات وغیرہ کے بعد اس کا حصہ بن جائیں اور اسی نظام میں نفاذِ اسلام کی کوششیں شروع کر دیں! یہ بات نہ شرعاً درست ہے نہ عقلاً!“

پس نفاذِ دین کا راستہ اللہ جل جلالہ نے جہاد قرار فرمایا ہے، یہ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ جہاد کا معنیٰ معلوم ہے، جیسے نماز کا معنیٰ معلوم ہے۔ چند بار زبان سے اللہ اللہ کہہ لینا یا فجر کی دو رکعت فرض نماز کی جگہ بہت مشقت اٹھا کر چار رکعتیں پڑھ لینا دونوں ہی شریعت میں معتبر نہیں۔ جب اللہ جل جلالہ نے رسولِ محبوب (علیہ ألف صلاۃ وسلام) کو شعبِ ابی طالب، طائف اور حنین کے قید خانوں، وادیوں اور گھاٹیوں سے گزروا کر نصرت فرمائی اور غلبہ عطا کیا تو کیا آج شعبِ ابی طالب، طائف اور حنین کے بجائے زنا بالرضاء، سدومیت اور سود کو حلال قرار دینے والے دار الندوۃ (پارلیمانِ قریش) کے ذریعے اعلائے کلمۃ اللہ ممکن ہے؟! حضرتِ عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شارعِ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ”مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ، وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ، وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ، ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ، يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ، وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ

فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ.‘‘ (رواہ مسلم)

’’مجھ سے پہلے اللہ نے جتنے نبی بھیجے، ان کی امت میں سے ان کے حواری اور ساتھی ہوتے تھے، جو ان کی سنت پر عمل اور ان کے حکم کی اقتدا کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے، جو ایسی باتیں کہتے، جن پر عمل نہیں کرتے تھے اور وہ کام کرتے تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ پس جو شخص ان سے ہاتھ سے جہاد کرے گا، وہ مومن ہے، جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے گا، وہ مومن ہے اور جو ان سے دل سے جہاد کرے گا، وہ مومن ہے، اس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔‘‘

ایسے نظام کے خلاف دعوت دینا، اعداد یعنی اس نظام کو منہدم کرنے اور اس کو منہدم کرنے کے نبوی طریق ’جہاد فی سبیل اللہ‘ کی تیاری کرنا اور براہِ راست ہاتھ و زبان و دل سے جہاد کرنا ہی اصل راستہ ہے۔

اپنی منزل، اپنا اندازِ سفر مت بھولنا
بھول جانا اپنا گھر، اللہ کا گھر مت بھولنا

تم کو سیدھا جنت الفردوس میں لے جائے گی
اپنے پیارے مصطفیٰؐ کی رہ گزر مت بھولنا

جو ہوئی تھی اب سے چودہ سو برس پہلے طلوع
روشنی درکار ہے تو وہ سحر مت بھولنا

تشنگی اپنے ارادوں کی بجھانے کے لیے
خون میں بھی ہونا پڑ جاتا ہے تر مت بھولنا

کانٹا چبھ جائے تو کر لینا برآمد پاؤں سے
ننگی تلواروں پہ چلنے کا ہنر مت بھولنا

حق تو کہتے ہو مظفرؔ تم مگر اس جرم میں
سولیوں پر بھی لٹک جاتے ہیں سر مت بھولنا

اللهم وفقنا لما تحب وترضى وخذ من دمائنا حتى ترضى. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وارضنا وارض عنا. اللهم إنّا نسئلك الثّبات في الأمر ونسئلك عزيمة الرشد ونسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين!

◆◆◆◆◆

تقویٰ کے انعامات

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ

چوتھا انعام: نورِ فارق

اور تقویٰ کا چوتھا انعام کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ایک نورِ فارق بھی عطا کرتے ہیں، ایک نور عطا کرتے ہیں جس سے برائی بھلائی کی تمیز رہتی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (الانفال: 29)

”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے ساتھ تقویٰ کی روش اختیار کرو گے تو وہ تمہیں (حق و باطل کی) تمیز عطا کر دے گا۔“

پانچواں انعام: نورِ سکینہ

اور پانچواں انعام یہ ہے کہ جو شخص تقویٰ سے رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نورِ سکینہ عطا کرتے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ...... (الفتح: 4)

”وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں سکینت اتار دی۔“

جس کی وجہ سے وہ ہر وقت باخدا رہتا ہے، ایک لمحہ کو اللہ کو نہیں بھول سکتا، اگر جان بوجھ کر اللہ کو بھلا کر کسی حسین کی طرف رغبت کرنا چاہے تو اس کو اپنی موت نظر آئے گی۔ ع

بُھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آ رہے ہیں

اِنْ اَرَادَ سُوْءًا اَوْ قَصَدَ مَحْظُوْرًا عَصَمَهُ اللّٰهُ عَنْ اِرْتِكَابِهٖ[1]

صاحبِ نسبت اگر کسی برائی کا ارادہ بھی کر لے، کسی گناہ کے ارتکاب کا قصد بھی کر لے تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ اگر وہ اللہ کا ولی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے اور گناہ سے بچا لیں گے۔ اس کے دل میں ایسی بے چینی آئے گی اور گناہ میں اس کو ایسی موت نظر آئے گی کہ وہ گناہ اور تقویٰ دونوں کا بیلنس نکالے گا اور کہے گا کہ نہیں بھائی! تقویٰ ہی میں فائدہ ہے، اس گناہ میں تو بہت مصیبت نظر آ رہی ہے۔

نورِ سکینہ آسمان سے نازل ہوتا ہے

تو تقویٰ سے نورِ سکینہ ملتا ہے اور اَنْزَلَ سے نازل کیا کہ اس نور کو زمین سے نہیں پا سکتے، یہ پیٹرول نہیں ہے جس کو سائنس دان نکال لیں، وہ اللہ تعالیٰ جس سے خوش ہوتا ہے اس کے دل پر سکینہ نازل کرتا ہے، هِیَ نُوْرٌ یَّسْتَقِرُّ فِی الْقَلْبِ وَبِهٖ یَثْبُتُ التَّوَجُّهُ اِلَی الْحَقِّ[2]...... یہ ایک نور ہے جو دل میں ٹھہر جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر وقت باخدا رہتا ہے۔

نورِ سکینہ رکھنے والے قلب کی مثال قطب نما کی سوئی سے

جیسے قطب نما کی سوئی پر ذرا سا مقناطیس لگا ہوا ہے جس سے ہر وقت اس کا رخ شمال کی طرف رہتا ہے، اگر مقناطیس کو کھرچ دو تو سوئی کو جس طرف چاہو موڑ دو، جب تک وہ مقناطیسی پالش ہے قطب نما کی سوئی شمال کی طرف رہے گی جو مرکز ہے، مخزن ہے، سرچشمہ ہے مقناطیس کا۔ ایسے ہی جن کے دل پر اللہ کے نور کی پالش لگ گئی، اللہ تعالیٰ کے مرکزِ نور کی طرف ان کا قلب نوّے ڈگری ہر وقت رہنے پر مجبور و مضطر ہو گا۔ اگر کوئی حسین اس کو ہٹائے گا تو وہ قلب قطب نما کی سوئی کی طرح تڑپے گا یہاں تک کہ توبہ تِلّا کر کے پھر اپنا رخ صحیح نہ کر لے۔ تو سکونِ قلب بہت بڑی نعمت ہے، کسی گناہ گار کو سکون نہیں۔

اُف کتنا ہے تاریک گناہ گار کا عالَم

مَعِیْشَةً ضَنْكًا کی تفسیر یہی ہے کہ جو شخص گناہ نہیں چھوڑتا اللہ تعالیٰ اس کی زندگی تلخ کر دیتے ہیں، ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ دوام و ثبوت پر دلالت کرتا ہے یعنی ایسا شخص دواماً پریشان رہتا ہے، کھاتا ہے کوفتہ لیکن دماغ میں کوفت گھسی ہوئی ہے، ہر وقت کوفت و پریشانی، ذہنی دباؤ اور ڈپریشن، دل بے چین، گناہ بھی کرتا ہے تو گھبرایا ہوا، پریشانی میں، خراب عادت کی وجہ سے کرتا ہے، آخر میں گناہ میں کوئی مزا بھی نہیں آتا لیکن عادت سے مجبور ہو کر کرتا ہے، مگر پریشان بدحواس، بے چین رہتا ہے۔ جس کو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اُف کتنا ہے تاریک گناہ گار کا عالَم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالَم

---

[1] تفسیر الثعالبی: الشوریٰ (۲۸)

[2] روح المعانی: ۱۱/ ۲۵، دار احیاء التراث، بیروت

گناہ کی ذرا سی دیر کی لذت ہمیشہ کی ذلت کا سبب ہو جاتی ہے، ایسا شخص ایک دن مخلوق میں رسوا وذلیل ہو جاتا ہے اور جو عزت حاصل تھی ہمیشہ کے لیے ذلت سے بدل جاتی ہے اور زندگی کا چین ختم ہو جاتا ہے۔ احقر کا شعر ہے ؎

لذت عارضی ملی عزت دائمی گئی
یہ ہے گناہ کا اثر راحتِ زندگی گئی

تقویٰ کا چھٹا انعام: پُر لطف زندگی

اور دوسری طرف تقویٰ کا انعام کیا ہے؟

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (النحل: 97)
”اگر تم اعمالِ صالحہ کرو گے تو ہم تم کو ضرور بالضرور بالطف زندگی دیں گے۔“

اللہ کی فرمانبرداری پر اللہ کا وعدہ ہے کہ ہم تم کو بالطف زندگی دیں گے اور لام تاکید بانون ثقیلہ سے فرمایا۔ ہماری نالائقی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ اہتمام فرمایا کہ ظالم تم نفس کی بدمعاشیوں کے چکر میں ہو لہٰذا ہم یہ آیت لام تاکید بانون ثقیلہ سے نازل کر رہے ہیں تاکہ تم کو اطمینان ہو جائے کہ واقعی اللہ پُر لطف اور مزے دار زندگی دے گا ورنہ بغیر تاکید کے بھی اللہ تعالیٰ کا کلام انتہائی مؤکد ہے۔ آہ! یہ ہماری نالائقی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اتنا اہتمام فرمایا۔

تقویٰ کا ساتواں انعام: عزت واکرام

اور ساتواں انعام کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس کو عزت واکرام بھی عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہارے جو خاندان و قبائل بنائے ہیں: وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ[3] ...... سیّد، شیخ، مغل، پٹھان یہ خاندان اور قبیلے جو ہیں ان کا مقصد خالی لِتَعَارَفُوْا ہے۔ عزت ان میں نہیں ہے، یہ اس لیے ہیں کہ تعارف ہو جائے لیکن اسی کے بعد ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ[4] معزز وہی لوگ ہیں جو تقویٰ سے رہتے ہیں۔ ایک سیّد بدمعاش ہے، شرابی ہے، زنا کرتا ہے اور ایک جولاہا ہے جو تقویٰ سے رہتا ہے، بتاؤ! کون افضل ہے؟ ایک کالے رنگ والا ہے لیکن اللہ کا ولی ہے اور ایک سفید گوری چمڑی والا انگریز ہے، چاہے مسلمان بھی ہو لیکن شراب اور زنا نہیں چھوڑتا تو وہ کالا حبشی اللہ کا ولی ہے، اس کے پیر دھو کر پی لو، چمڑی سے کچھ نہیں ہوتا۔ ؎

نہ گوری سے مطلب نہ کالی سے مطلب
پیا جس کو چاہیں سہاگن وہی ہے

جس کو اللہ پیار کر لے وہی سہاگن ہے، قسمت والا ہے۔ تقویٰ کا یہ ساتواں انعام ہے، اکرام۔ دنیا میں بھی تقویٰ والا معزز رہتا ہے، ہر آدمی اس سے دعا کراتا ہے اور جن لوگوں نے اپنے نفس کی اصلاح نہیں کی چاہے وہ صورتاً فرشتے رہے ہوں، گناہ میں مبتلا ہو گئے۔ تو جس سے گناہ ہو جاتا ہے کوئی اس سے دعا کراتا ہے؟ آپس میں گناہ کرنے والے دونوں بغیر سلام ایک دوسرے سے رخصت ہوتے ہیں۔ یہ بہت اہم بات بتا رہا ہوں۔ اگر کوئی شخص کسی حسین اور معشوق سے گناہ کر لے تو اس وقت دونوں سلام کے بغیر دل میں ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے ہوئے مجرمانہ طور پر الگ ہوتے ہیں، کوئی رخصت ہوتے وقت سلام بھی نہیں کرتا، کوئی یہ نہیں کہتا کہ اچھا! حضرت دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ کیوں؟ اس لیے کہ شیطان شیطان سے دعا نہیں کراتا، دونوں سمجھ گئے کہ ہم دونوں نالائق ہیں۔

اور تقویٰ کی کیا شان ہے؟ اگر کسی نے ایک طرف اپنے آپ کو گناہ کے لیے پیش کیا اور دوسرا بھاگا تو اس کو سمجھتا ہے کہ ہاں! یہ متقی ہے۔ تقویٰ سے اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں عزت دیتا ہے، یہاں تک کہ ہندو اور کافر بھی عزت کرتا ہے، کہتا ہے کہ بھائی! یہ بڑا پرہیزگار اور سادھو آدمی ہے اور جو حرام نظر ڈالتا ہے اس کو کہتا ہے کہ یہ سادھو نہیں سوادھو ہے یعنی سوادلیتا ہے، حرام لذت لیتا ہے، ہندو بھی ایسے کو گالیاں دیتا ہے۔

تقویٰ کا آٹھواں انعام: اللہ کی ولایت کا تاج

تقویٰ کا آٹھواں انعام سب سے بڑا انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم تقویٰ سے رہو گے تو ہم تمہاری غلامی کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھ دیں گے یعنی تم کو ولی اللہ بنا لیں گے:

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (الانفال: 34)
”متقی لوگوں کے سوا کسی قسم کے لوگ اس کے اولیاء نہیں ہو سکتے۔“

اللہ کا ولی بن کر مرنا فائدہ مند ہے یا گناہ گار اور فاسق ہو کر مرنا؟ اور متقی ہو کر پھر کچھ دن جیو بھی تاکہ اللہ کی ولایت اور دوستی کا صحیح مزا دنیا سے لے کر جاؤ اللہ کے یہاں۔ یہ کیا کہ آج ولی اللہ ہوئے اور روح قبض ہو گئی، بے شک خاتمہ تو اچھا ہوا لیکن تم نے دنیا کی زندگی میں اللہ کی دوستی کا مزا کہاں چکھا؟ ولی ہوتے ہی تمہارا انتقال ہو گیا اور یہ دعا کرو کہ اللہ ولایت بھی دے، نسبتِ صدیقین دے یعنی ولایتِ صدیقیت کا اعلیٰ مقام اور پھر اس میں جینا بھی نصیب فرما، میں جانوں بھی تو کہ آپ کے دوستوں کو کیا ملتا ہے اور کیا مزا آتا ہے آپ کا نام لینے میں اور آپ کی محبت میں کیا لطف آتا ہے؟ آپ کی محبت میں جینے کا کیا لطف ہے؟

[3] سورۃ الحجرات: ۱۳

[4] سورۃ الحجرات: ۱۳

تقویٰ کا نواں انعام: کفارۂ سیئات

تقویٰ کا ایک انعام سیئات اور برے اعمال کا کفارہ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ [5] یعنی جو خطائیں اور لغزشیں اس سے سرزد ہوتی ہیں دنیا میں ان کا کفارہ اور بدل کر دیا جاتا ہے یعنی اس کو ایسے اعمالِ صالحہ کی توفیق ہو جاتی ہے جو اس کی سب لغزشوں پر غالب آجاتے ہیں۔[6]

تقویٰ کا دسواں انعام: آخرت میں مغفرت

تقویٰ کے انعامات میں سے ایک انعام آخرت میں مغفرت اور سب گناہوں، خطاؤں کی معافی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ (الانفال: 29)

”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے ساتھ تقویٰ کی روش اختیار کرو گے تو وہ تمہیں (حق و باطل کی) تمیز عطا کردے گا اور تمہاری برائیوں کا کفارہ کردے گا، اور تمہیں مغفرت سے نوازے گا۔“

گناہ چھوڑنے کے لیے تین کام

اب آخر میں ایک مضمون بیان کرتا ہوں کہ اگر گناہ چھوڑنا چاہتے ہو، متقی بننا چاہتے ہو، اللہ کا ولی بننا چاہتے ہو تو تین کام کرلو اور گناہ چھوڑنے کے لیے کتنی ہمت کرنی چاہیے؟ اس کا کیا معیار ہے؟

1. ہمت کیجیے

گناہ چھوڑنے کی پہلے خود ہمت کرو۔ بغیر ہمت کے کوئی کام نہیں ہوتا لہٰذا پہلے ہمت کیجیے کہ اب ہرگز یہ گناہ نہیں کروں گا۔

2. ہمت کو استعمال کرنے کی توفیق و ہمت مانگیے

اللہ تعالیٰ سے ہمت کی درخواست کرو کہ یا اللہ! مجھے اپنی عطا فرمودہ ہمت کو استعمال کرنے کی توفیق دے۔ ہمت ہوتی ہے، آدمی استعمال نہیں کرتا۔ اے خدا! آپ نے گناہ سے بچنے کی جو ہمت دی ہے اور تقویٰ کی جو طاقت دی ہے اس کو مجھے استعمال کی توفیق دے کیونکہ اگر طاقت نہ ہوتی تو تقویٰ فرض نہ ہوتا۔ کمزور پر تقویٰ فرض کرنا ظلم ہے اور اللہ ظلم سے پاک ہے۔ معلوم ہوا کہ تقویٰ کی طاقت ہے، گناہ سے بچنے کی طاقت ہے، ہم اس طاقت کو استعمال نہیں کرتے۔

جیسے بھینس اپنے بچے کے لیے دودھ چڑھا لیتی ہے، پھر لاکھ ڈنڈے لگاؤ نہیں اتارتی۔ اسی طرح نفس اپنی حرام خواہشات کے لیے ہمت چوری کرتا ہے، گناہ سے بچنے کی پوری ہمت استعمال نہیں کرتا، کچھ چرا لیتا ہے تاکہ اپنی بعض حرام خواہشات پوری کرسکے۔ لہٰذا اے خدا! مجھے جو ہمت آپ نے دی ہے اس کو استعمال کرنے کی توفیق دے دے۔ ہمت کو استعمال کرنے کی ہمت چاہیے۔

3. خاصانِ خدا سے درخواستِ دعا کیجیے

خاصانِ خدا اور مقبول بندوں سے ہمت کی دعا کراؤ، اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی دعا قبول کرتا ہے۔ اور پہلے خود ہمت کرو اور خدا تعالیٰ سے ہمت مانگو۔

عطائے ہمت کی دعا کس اضطرار سے مانگنی چاہیے؟

اور ہمت کیسے مانگو گے؟ جیسے بلڈ کینسر ہو جائے، گردے بے کار ہو رہے ہوں تو جس دردِ دل سے اس وقت دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! مجھے صحت عطا فرما دیجیے، جس درد سے اپنی شدید جسمانی بیماری کے لیے انسان دعا کرتا ہے، جس کو ڈاکٹر جواب دے دیں کہ تمہارے گردے عنقریب بے کار ہو جائیں گے اور تمہارے جسم کا فلٹر پلانٹ خراب ہو جائے گا، سارا خون جسم سے نکالا جائے گا اور صاف کرکے پھر چڑھایا جائے گا، بچنا مشکل ہے۔ آپ بتائیے! اس وقت کیسی دعا مانگے گا؟ کس دردِ دل سے گڑگڑائے گا؟

انسان کا سب سے بڑا دشمن

بس آج کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کو نہ چھوڑو دوستو! بہت خسارہ کا راستہ ہے، نفس دشمن کے کہنے میں نہ آؤ۔ جس دشمن نے ہم کو بارہا مصیبت میں مبتلا کیا ہے پھر بھی اس دشمن کو نہیں پہچانتے اور عاشقِ نبی بنتے ہیں اور حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن نفس ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

☆☆☆☆☆

[5] سورۃ الانفال: ۲۹

[6] ترجمہ و تفسیر از معارف القرآن، جلد: ۴

سیرتِ رسول ﷺ کے سائے میں

معاصر جہاد کے لیے سیرتِ رسول ﷺ سے مستفاد فوائد و حِکَم!

شیخ منصور شامی رحمۃ اللہ علیہ (ترجمہ واستفادہ: مفتی محمد متین مغل)

زیر نظر تحریر شیخ منصور شامی (محمد آل زیدان) شہید رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ عربی مقالات کا اردو ترجمہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ محرم ۱۴۳۱ھ میں وزیرستان میں شہید ہوئے۔ یہ مقالات مجلہ 'طلائع خراسان' میں قسط وار چھپے اور بعد ازاں مجلے کی جانب سے محرم ۱۴۳۲ھ میں کتابی شکل میں نشر ہوئے۔ ترجمے میں استفادہ اور ترجمانی کا ملا جلا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ مترجم کی طرف سے اضافہ کردہ باتوں کو چوکور قوسین [] میں بند کیا گیا ہے۔ (مترجم)

سریۂ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

پس منظر

سیرت نگاروں نے لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کے سترہ ماہ بعد حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بارہ مہاجرین کا دستہ مقامِ 'نخلہ'[1] کی طرف روانہ فرمایا، ایک اونٹ پر دو افراد باری باری سوار ہوتے تھے، یہ دستہ بطنِ نخلہ میں پہنچ کر قریش کے تجارتی قافلے کی تاک میں بیٹھ گیا، اسی سریے میں حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو 'امیر المومنین' کا لقب دیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے ایک تحریر لکھ کر ان کے حوالے کر دی تھی اور ارشاد فرمایا: "دو دن سفر کرنے کے بعد اسے کھول کر پڑھنا"۔ جب امیر سریہ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دو دن کے سفر کے بعد نامۂ مبارک کو کھولا تو اس میں لکھا تھا: "اس خط کو پڑھ کر چلتے رہنا اور مکہ و طائف کے بیچ 'نخلہ' میں قریش کے قافلے کی گھات میں بیٹھ جانا اور ہمیں اس کی خبر سے آگاہ کرنا [اور اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو مجبور نہ کرنا]"۔ یہ پڑھ کر حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے کہا: "آپ ﷺ کا حکم سر آنکھوں پر"۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دوسرے ساتھیوں کو بھی یہ بات بتادی اور ان سے کہا: "میں آپ میں سے کسی کو مجبور نہیں کرتا، جسے شہادت چاہیے وہ آگے بڑھے اور جو موت سے گھبرائے وہ واپس لوٹ جائے، میں تو ضرور آگے بڑھوں گا"۔ یہ سن کر سب صحابہ رضی اللہ عنہم آگے بڑھے، سفر کے دوران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی سواری کا مشترکہ اونٹ گم ہو گیا، لہٰذا یہ دونوں اس کی تلاش میں لگ گئے اور باقی افراد حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں آگے بڑھتے رہے اور 'نخلہ' تک پہنچ گئے، قریش کا قافلہ کشمش، چمڑا اور دیگر سامانِ تجارت لیے اسی جگہ پہنچا، اس قافلے میں عمرو بن الحضرمی، عبد اللہ بن مغیرہ کے دو بیٹے عثمان و نوفل اور بنو مغیرہ کا غلام حکم بن کیسان تھے۔ مسلمان باہم مشورہ کرنے لگے: "آج حرمت والے مہینے رجب کا آخری دن ہے، اگر اس میں ہم نے قتال کیا تو اس مہینے کی حرمت پامال ہو گی[2]، اور اگر نہیں جانے دیا تو رات تک یہ حدودِ حرم داخل ہو جائیں گے"۔ مشورے میں طے پایا کہ مسلمان ان پر حملہ کر دیں، مسلمانوں میں سے ایک فرد [واقد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ] نے تیر چلایا، جو عمرو بن الحضرمی کا جا کر لگا اور وہ مر گیا، عثمان اور حکم مسلمانوں کی قید میں آگئے، لیکن نوفل بھاگ نکلا، مسلمان قافلے کے سامان کا خمس اور قیدیوں کو لے کر مدینہ حاضر ہوئے، یہ اسلام کی پہلی غنیمت، پہلا خمس[3]، پہلا مقتول اور پہلے دو قیدی تھے۔ حرمت والے مہینے میں قتال کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے خفگی کا اظہار کیا، قریش بھی باتیں بنانے لگے: "محمد (ﷺ) نے حرمت والے مہینوں کو پامال کر دیا"۔ مسلمان بہت پریشان تھے، ایسے میں وحیِ الٰہی نے آکر ان کی پریشانی کو دور کیا:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَ اِخْرَاجُ اَھْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ (البقرۃ: 217)

"لوگ آپ سے حرمت والے مہینے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس میں جنگ کرنا کیسا ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے، مگر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا، اس کے خلاف کفر کی روش اختیار کرنا، مسجد حرام پر بندش لگانا اور اس کے باسیوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا گناہ ہے، اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سنگین چیز ہے۔"

نوزائیدہ اسلامی مملکت کے دفاع میں مہاجرین کا کردار

[ہجرت کے بعد پہلا سریہ سیف البحر کی طرف بھیجا گیا، امیر حضرت حمزہؓ تھے، سریے میں تیس مہاجرین تھے، انصاری کوئی نہ تھا۔ دوسرا سریہ حضرت عبیدہ بن حارثؓ کی سرکردگی میں رابغ بھیجا گیا، ساٹھ یا اسّی مہاجرین سوار ہمراہ تھے، انصاری کوئی نہیں تھا۔ اسی غزوے میں حضرت

[1] [مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے، مکہ سے ایک دن اور رات کا فاصلہ ہے۔]

[2] [ابتدائے اسلام میں حرمت والے چار مہینوں (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) میں اقدامی جنگ کرنا ممنوع تھا، بعد میں اس کی اجازت مل گئی۔]

[3] [ابھی غنائم سے متعلق احکام نازل نہیں ہوئے تھے، حضرت عبد اللہ بن جحشؓ نے اپنے اجتہاد سے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے اور پانچواں رسول اللہ ﷺ کے لیے رکھ چھوڑا۔ (سیرت المصطفیٰ)]

سعد بن ابی وقاصؓ نے اللہ کے راستے میں پہلا تیر چلایا۔ تیسرا سریہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سرکردگی میں خرار کی جانب روانہ ہو، بیس پیادہ مہاجرین ہمراہ تھے، انصاری کوئی نہ تھا۔

پھر پہلا غزوہ ہوا، جس میں آپ ﷺ بنفسِ نفیس تشریف لے گئے، اسے ابواء بھی کہتے ہیں اور ودّان بھی، ساٹھ مہاجرین ہمراہ تھے، انصاری کوئی نہ تھا۔

پھر غزوۂ عشیرہ میں آپ ﷺ دوسو مہاجرین کو لے کو قریش پر حملہ آور ہونے کے لیے نکلے، کوئی انصاری ہمراہ نہ تھا۔(ماخوذ از: سیرت المصطفیٰ)]

اسلامی مملکت مدینہ منورہ کی ابتدائی جہادی مہمات میں غور کرنے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ بیرونِ مدینہ جہادی مہمات کا پورا نہیں تو اکثر بوجھ مہاجرین پر ہی ڈالا گیا، رسول اللہ ﷺ کا یہ فیصلہ حکمت و مصلحت سے بھرپور تھا۔

1. ایک حکمت اس میں یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بیعتِ عقبہ کے موقعے پر انصار نے کہا تھا: ”یارسول اللہ ﷺ! جب تک آپ ﷺ ہجرت کر کے ہمارے یہاں تشریف نہیں لے آتے، ہم پر آپ کی حفاظت کی ذمے داری نہیں، جب آپ ﷺ تشریف لے آئیں گے تو آپ ہماری پناہ میں ہوں گے، ہم جس طرح اپنے بچوں اور عورتوں کا دفاع کرتے ہیں، اسی طرح آپ کا بھی دفاع کریں گے“۔ تو ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ اندیشہ ہو کہ انصار صرف مدینہ منورہ پر دشمن کے حملے کی صورت میں آپ ﷺ کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں، اسی اندیشے کے پیشِ نظر رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے موقعے بار بار ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! مجھے مشورہ دو“۔ مقصد یہ تھا کہ انصار اپنی رائے کا اظہار کریں (البدایہ والنہایۃ)[آپ ﷺ کا اشارہ سمجھ کر حضرت سعد بن معاذؓ نے مکمل جانثاری کا اظہار کیا]۔
2. اور ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کفارِ مکہ سے براہِ راست عداوت اور دشمنی مہاجرین کی تھی، ان کے دلوں میں کفارِ مکہ کے خلاف غیظ و غضب کا لاوا پک رہا تھا، کیونکہ کفارِ مکہ نے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے تھے، ان سے ان کا مال و دولت بھی چھینا تھا، انہیں ان کے آبائی وطن سے بھی نکالا تھا، سو یہ بات عینِ حکمت تھی کہ کفارِ مکہ سے انتقام لینے کی ذمے داری انہی کو سونپی جاتی، اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

> أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ○ (الحج: 39)

> ”جن لوگوں سے جنگ کی جا رہی ہے، انہیں اجازت دی جاتی ہے (کہ وہ اپنے دفاع میں لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے، اور یقین رکھو کہ اللہ ان کو فتح دلانے پر پوری طرح قادر ہے۔“

نیز بنی اسرائیل نے جب اپنے نبی علیہ السلام سے ایک بادشاہ مقرر کرنے کا کہا جس کی سرکردگی میں وہ جہاد کریں، تو اپنے نبی کے ساتھ ان کے مکالمے کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

> إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِن كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِن دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ (البقرۃ: 246)

> ”جب انہوں نے اپنے ایک نبی سے کہا تھا کہ ہمارا ایک بادشاہ مقرر کر دیجیے تاکہ (اس کے جھنڈے تلے) ہم اللہ کے راستے میں جنگ کر سکیں۔ نبی نے کہا: کیا تم لوگوں سے یہ بات کچھ بعید ہے کہ جب تم پر جنگ فرض کی جائے تو تم نہ لڑو؟ انہوں نے کہا: بھلا ہمیں کیا ہو جائے گا جو ہم اللہ کے راستے میں جنگ نہ کریں گے حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور اپنے بچوں کے پاس سے نکال باہر کیا گیا ہے۔“

انسان کے ارادۂ جنگ کو سب سے زیادہ مشتعل کرنے والا عنصر اس کی اپنی ذات [اور اہلِ خانہ] پر ہونے والا ظلم ہے، لہٰذا جو بھی جنگ جیتنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس جذبے کا درست استعمال اور اس سے پورا فائدہ اٹھانا سیکھے۔

آج دشمنانِ دین کی پوری کوشش یہی ہے کہ امت کو خود اس کے اپنے اوپر ہونے مظالم سے لاتعلق کر دیا جائے اور اسے یہ باور کرایا جائے کہ کفار کی جنگ تو امت کے صرف ایک چھوٹے سے گروہ (مثلاً: القاعدہ یا طالبان) سے ہے [اور امت پر آنے والے مصائب کا سبب یہی چھوٹا سا گروہ ہے، اگر یہ اپنی حرکتوں سے باز آجائے تو امت خوشحال ہو جائے گی]، اس پروپیگنڈے کا توڑ بہت ضروری ہے [کیونکہ یہ جنگ پوری امت کے دین، عقیدے، خشکی، تری، فضا، وسائل، اقدار، تہذیب اور اخلاقیات کی جنگ ہے]۔

3. اس مرحلے میں بیرونی جنگ کا تمام بوجھ مہاجرین پر ڈالنے کی ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انصار کو جہاد کی ترغیب دی جائے، دین کی خاطر سب کچھ لٹانے کا ایک عملی نمونہ ان کے سامنے رکھا جائے؛ کیونکہ انسان کا دل ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتا، اس میں طرح طرح کے خیالات آتے ہیں۔

دیکھیں! مدینہ انصار کا علاقہ ہے، مہاجرین نے وہاں آ کر پناہ لی ہوئی ہے، کفارِ مکہ کے ساتھ اصل دشمنی مہاجرین کی ہے، ایسے حالات میں انسان دوسروں کے پورے حقوق عام طور پر ادا نہیں کر پاتا، دوسروں کی خاطر اپنی جان دینے سے گریز کرتا ہے۔ تو ان حالات میں جنگوں میں انصار کو آگے کرنے سے انصار کو مہاجرین کی نیت پر شک ہو سکتا تھا کہ شاید یہ ہمارا پتہ صاف کر کے خود مدینہ پر قابض ہونا چاہتے ہیں، منافقین بھی لگائی

بھجائی میں لگ جاتے۔ نیز انصار ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے[4]، سو حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ مہاجرین آگے آگے رہیں، تاکہ شکوک و شبہات کی گنجائش ہی نہ رہے اور انصار میں بھی عملی قربانیوں کو دیکھ کر جہاد کا جذبہ پروان چڑھتا رہے، حتیٰ کہ وہ اس مسئلے کو صرف مہاجرین کا معاملہ نہ سمجھیں، بلکہ دین کی نسبت سے اپنا مسئلہ سمجھیں۔

[انصار کا خلوص ڈھکا چھپا نہیں تھا، مہاجرین کو انہوں نے اپنے اموال میں شریک کیا، بلکہ ایک انصاری حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں، آپ نے اپنے مہاجر بھائی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: "تمہیں ان دو میں سے جو پسند ہو میں اسے طلاق دیتا ہوں، تم اس سے نکاح کر لو"۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ لیکن ان کے خلوص کو جاننے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اسی پر بھروسہ کر کے ان پر جہاد کا بوجھ نہیں ڈالا، بلکہ بتدریج تربیت و تزکیہ کے ذریعے ان کو ایمان کے اس درجے تک لے آئے کہ وہ مہاجرین کے مسئلے کو اپنا مسئلہ سمجھنے لگے، یہ مجاہدین کے لیے اپنے انصار سے تعامل کا ایک بہت اہم اصول ہے کہ ان کی ایمانی سطح بلند کرنے کی کوشش ضرور کی جائے، لیکن ان پر ان کی استطاعت سے بڑھ کر بوجھ نہ ڈالا جائے، جتنی نصرت کرنے کا انہوں نے وعدہ کیا ہو ان سے اس سے زیادہ کی امید نہ رکھی جائے]۔

رازداری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے حوالے ایک خط کیا اور فرمایا: "ابھی اس کو نہ کھولنا، دو دن کے سفر کے بعد اسے کھول کر پڑھنا"۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہادی کاموں کے لیے رازداری اور احتیاط ضروری ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جنگ کا پانسہ پلٹنے میں رازداری کا بہت اہم کردار ہوتا ہے، رازداری سے کام لینے والا بالعموم فتح یاب ہوتا ہے، اور اس میں کوتاہی کرنے والا ناکام و نامراد۔ بعض طفلِ نو آموز قسم کے لوگ رازداری کو بزدلی و کمزوری کے مترادف سمجھتے ہیں، یہ ایک غلط خیال ہے۔ بلکہ رازداری تو عینِ قوت و حکمت ہے، جنگی چال اور داؤ پیچ کے زمرے میں آتی ہے۔

اہلِ توفیق ہر دور میں اسے بڑی کامیابی سے استعمال کرتے رہے ہیں، جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کو ایک صندوق میں بند کر کے دریا کے حوالے کیا تو ان کی بہن سے کہا: "تم دریا میں بہتے تابوت کا پیچھا کرتی جاؤ"۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن کے تعاقب کا طریقہ ذکر کرتے ہوئے اللہ جل جلالہ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (القصص: 11)

"چنانچہ اس نے بچے کو دور سے اس طرح دیکھا کہ ان لوگوں کو پتہ نہیں چلا۔"

اور اصحابِ کہف نے بیداری کے بعد جب اپنے میں ایک فرد کو بازار کھانا خریدنے بھیجا تو رازداری کی تلقین کرتے ہوئے اس سے جو بات کہی اسے اللہ جل جلالہ نے قرآنِ کریم میں یوں بیان فرمایا ہے:

وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۔(الکھف: 19)

"اور اسے چاہیے کہ ہوشیاری سے کام کرے، اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔"

اس کے علاوہ بھی رازداری سے متعلقہ امور سے کتاب و سنت بھرے پڑے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

استعینوا علیٰ قضأ حوائجکم بالکتمان فان کل ذی نعمة محسود.(صحیح الجامع)

"اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے میں رازداری سے کام لو، کیونکہ جس کو نعمت ملتی ہے، دوسرے لوگ اس سے جلنے لگتے ہیں۔"

رازداری کے پیشِ نظر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سریے کے امیر سے بھی مقصد پوشیدہ رکھا، اس سے یہ حکم پتہ چلا کہ امیر جب مصلحت دیکھے تو اپنے مامور سے اپنا مقصود چھپا سکتا ہے۔(شرح السیر، العمدہ فی اعداد العدۃ)

کامیابی کے لیے امیر میں کن صفات کی موجودگی ضروری ہے؟

[حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک سریے میں بھیجنے کا ارادہ کیا اور فرمایا کہ "میں تم پر ایسے آدمی کو امیر بناؤں گا جو تم میں سب سے زیادہ بھوک اور پیاس پر صابر ہو گا"۔ بعد ازاں عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا، یہ اسلام میں پہلے امیر تھے۔(سیرت المصطفیٰ)]

اپنی جرأت، بہادری اور شوقِ شہادت سے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں میں بھی قربانی کی روح پھونک دی اور وہ بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔

لشکر کا امیر پورے لشکر کی بنیاد ہوتا ہے، امیر قوی ہو تو لشکر بھی طاقتور ہوتا ہے اور امیر کمزور ہو تو لشکر بھی کمزور ہوتا ہے؛ اسی لیے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جنگ کی قیادت میں متقی

---

[4] آگے چل کر فتح مکہ کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے نومسلم ہونے کی وجہ سے چاہت کے باوجود کعبۃ اللہ کو از سر نو ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر نہ کیا۔

مگر کمزور پر طاقتور و بہادر کو ترجیح دی جائے گی، اگرچہ اس میں فسق ہو۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: (فاجر و بہادر کا فجور تو اس کی ذات کی حد تک ہے، لیکن اس کی شجاعت کا فائدہ مسلمانوں کو ہوگا، اور کمزور متقی کا تقویٰ اس کی ذات کی حد تک ہے، لیکن اس کی کمزوری کا نقصان مسلمانوں کو اٹھانا پڑے گا؛ لہٰذا قوی فاجر کو امیر بنایا جائے گا)"۔ (مجموع الفتاویٰ؛ ۱۴:۴۰۹)

مشہور کہاوت ہے: "ہزار لومڑیاں جن کا قائد شیر ہو ان ہزار شیروں سے بہتر ہیں جن کی قیادت لومڑی کے ہاتھ میں ہو"۔ کامیاب امیر وہی ہے جو مصیبت کے وقت ڈٹ جائے، ہمت دکھائے، دوسروں کی بھی حوصلہ افزائی کرے، اپنے سپاہیوں کے دلوں میں نئے ولولے پھونک دے، انہیں کامیابی کا یقین دلائے۔

دلی رضامندی سے جنگ میں شامل ہونے کے مثبت اثرات

جب امیر سریہ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دو دن کے سفر کے بعد نامۂ مبارک کو کھولا تو اس میں لکھا تھا: "اس خط کو پڑھ کر چلتے رہنا اور مکہ و طائف کے بیچ 'نخلہ' میں قریش کے قافلے کی گھات میں بیٹھ جانا اور ہمیں اس کی خبر سے آگاہ کرنا [اور اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو مجبور نہ کرنا]"۔

اس واقعے اور سیرت کے دیگر واقعات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جنگ کا فیصلہ مامور پر اس طرح مسلط نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو مجبورِ محض سمجھے، بلکہ ایسا طرز اختیار کیا جائے کہ ماتحت جنگ کے فیصلے کو خود اپنے دل کی آواز سمجھے، [جنگ میں بسا اوقات سخت احکامات دیے جاتے ہیں، ہر ایک کی دلداری نہیں کی جا سکتی، لیکن یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ ماتحت جنگ لڑنے کے فیصلے کو خود پر جبر نہ سمجھے، کیونکہ اِس سے اُس کا ارادۂ جنگ متاثر ہوگا اور وہ کوئی خاص کارکردگی نہیں دکھا سکے گا، رہا جنگ لڑنے کا طریقہ تو ہر اچھا سپاہی یہ سمجھتا ہے کہ قائد کے احکام کو مان کر ہی جنگ درست طور پر لڑی جا سکتی ہے۔ الغرض! جنگ لڑنے کا فیصلہ اور طریقۂ جنگ طے کرنے کا فیصلہ دو الگ معاملات ہیں، پہلے میں سپاہی کی دلی رضامندی ضروری ہے، نہ کہ دوسرے میں۔]

انسان جب اپنی خوشی سے کوئی کام کرتا ہے تو اس کے جوہر کھلتے ہیں، وہ اپنی بہترین صلاحیتیں کھپاتا ہے اور عمدہ نتائج برآمد کرتا ہے، اس کے برعکس جب وہ خود کو کسی کام پر مجبور پاتا ہے تو زیادہ سے زیادہ بے دلی سے محض احکام و اوامر کو پورا کرتا ہے اور کوئی خاص کارنامہ بھی نہیں دکھا سکتا، بلکہ کبھی تو بالکل کچھ کرتا ہی نہیں، اور اگر کر بھی لے تو موقعے کی تاک میں رہتا ہے، جیسے ہی نگرانی میں کوتاہی دیکھتا ہے تو اپنا کام اور ذمے داری سے جان چھڑا کر دیگر مشغلوں میں لگ جاتا ہے۔

ابتدا میں جب جماعت کمزور ہو اور امیر کو حقیقی معنوں میں اقتدار و برتری حاصل نہ ہو تو ایسی صورت میں اس چیز کا خیال رکھنا اور بھی زیادہ ضروری ہے، کیونکہ لوگ جو کچھ کر رہے ہوتے ہیں، اپنی خوشی سے کرتے ہیں، ایسے میں امیر پر لازم ہے کہ وہ ہر قدم حکمت سے اٹھائے، لوگوں کو یہ تاثر نہ دے کہ وہ اُن کے ساتھ زبردستی کر رہا ہے، انہیں دھمکانے سے گریز کرے، ایسا کرے گا تو لوگ اس کی اطاعت سے روگردانی کر لیں گے۔

امیر کا حال لباس کی طرح ہے، جو انسان کے لیے ضروری تو ہے، لیکن جو اپنی جسامت سے بڑے کپڑے پہنے گا وہ اُن کپڑوں میں اُلجھ کر خود ہی گر جائے گا، [لہٰذا امیر کو بھی لوگوں کی استطاعت سے زیادہ اپنی اطاعت نہیں کروانی چاہیے، ورنہ تو لوگ گرتے ہی رہیں گے اور مسافت طے کر کے منزل تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔]

یہ کہہ کر ہم کسی مسلمان کے لیے یہ دروازہ نہیں کھول رہے کہ وہ محض اپنی پسند کے امور میں امیر کی اطاعت کرے، بلکہ امیر کی اطاعت تو ہر کام میں ضروری ہے، خواہ وہ کتنا ناگوار ہی کیوں نہ ہو[5]۔ بلکہ امیر کو مامورین کے ساتھ تعامل کا طریقہ بتا رہے ہیں کہ وہ اپنی حکمتِ عملی سے اپنے فیصلوں کو ماتحتوں کے دل کی آواز بنا دے، تاکہ ہر ایک اس کے حکموں کی تعمیل میں اپنی بہترین صلاحیتیں کھپا دے۔ اس کے بہت سے طریقے ہو سکتے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہر کام کی ابتدا امیر خود آگے بڑھ کر کرے، [جیسا کہ اس سریے میں امیر سریہ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے کیا۔]

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

بقیہ: کُونُوا أَنْصَارَ اللّٰہِ

اللہ ہمیں شریعت پر عمل کی توفیق دے، اللہ ہر قسم کے تعصبات سے ہمارے سینوں کو پاک و صاف رکھے اور اللہ نصرت دین کے اس راستے 'دعوت و جہاد' پر چلنے کی توفیق سے بھی ہمیں نوازے۔ یا اللہ ہمیں حق حق دکھا دے، ہم پر حق واضح کر دے اور اس کی نصرت کی توفیق بھی ہمیں دے اور ہمیں باطل باطل دکھا دے، ہم پر باطل واضح کر دے اور اس سے دور ہونے کی استطاعت بھی ہمیں دے، آمین یا ربّ العالمین!

اللّٰهم أرنا الحقَّ حقاً وارزقنا اتّباعه و أرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

جزاكم الله خيرًا

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

---

[5] [البتہ امیر واضح حرام کے ارتکاب یا واضح فرض کے ترک کا حکم دے تو اس کی اطاعت حرام ہے]

مُجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟

تالیف: أبو البراء الإبّي

وجہ نمبر: پچیس (25)

یہ تحریر تنظیم قاعدۃ الجہاد فی جزیرۃ العرب سے وابستہ یمن کے ایک مجاہد لکھاری ابو البراء الاِبّی کی تالیف ’تبصرة الساجد في أسباب انتكاسة المجاهد‘ کا ترجمہ ہے۔ انہوں نے ایسے افراد کو دیکھا جو کل تو مجاہدین کی صفوں میں کھڑے تھے، لیکن آج ان صفوں میں نظر نہیں آتے۔ جب انہیں تلاش کیا تو دیکھا کہ وہ دنیا کے دیگر دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور اس سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟ یہ تحریر ان سوالوں کا جواب ہے۔ (ادارہ)

پچیسویں وجہ: قید و بند

شیخ ابو قتادہ حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

”جیل ایک آزمائش ہے۔ جو یا تو قیدی کو توڑ دیتی ہے، یا نچوڑ دیتی ہے یا پھر بار آور کرتی ہے۔ چنانچہ قیدی ہر قسم کی ملاوٹوں سے پاک ہو کر نکلتا ہے۔ نظریات کی ملاوٹیں، خواہشاتِ نفس کی ملاوٹیں...... اس طرح انسان کا ادراک ترقی پاتا ہے اور اس کا نفس اپنے آپ کو مزید نکھارنے اور اپنی تربیت کرنے کا عادی بن جاتا ہے۔ جیل کی تعریف اتنی ہی کی جاتی ہے جتنا انسان اس سے فائدہ اٹھالیتا ہے۔ یہ نہیں کہ جیل خود قابلِ تعریف اور رہنے کے لائق ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ انسان وہاں الٹے پاؤں پھر جائے۔ اور ممکن ہے کہ انسان ویسے ہی نکلے جیسے اس میں جاہل، اندھا اور بد اخلاق داخل ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ ان صفات میں وہ آگے بھی نکل جائے۔ اس سب کا دار و مدار انسان اور اس کی سوچ ہے کہ دنیا کا ظاہر اور معاملے کی اصل کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ قید ہونا کوئی قابلِ تعریف مرتبہ نہیں ہے، اور نہ ہی ایسی چیز جسے انسان اس لیے حاصل کرے کہ اپنے ساتھیوں میں افضل قرار پائے۔ بلکہ دیکھا جائے کہ انسان اس تجربے سے کیا سیکھ پایا۔“

شیخ ابو محمد مقدسی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

”جیل ایسی آزمائش ہے کہ جو یا بار آور کرے، یا توڑ ڈالے، یا خراب کر دے۔ یہ ایسی کہاوت ہے جسے ہم (جیل کے فارغ التحصیل) دہراتے ہیں۔ بعض افراد کو پسند ہے کہ ہمیں اس لقب سے یاد کریں۔ یہ کہاوت جیل میں ہمارے مشاہدے کی بنا پر مزید پکی ہو گئی۔ کیونکہ یہ جیل کی حقیقت اور اس میں داخل ہونے والوں پر مختلف اثرات بیان کرتی ہے۔ وہ لوگ جو اس کے کٹہروں، سلاخوں، پنجروں اور عقوبت خانوں میں زندگی گزارتے ہوں۔

جس نے اس زندگی کا مزہ نہ چکھا ہو اور قریب سے نہ دیکھا ہو، اسے قیدیوں کی جانب سے رونما ہونے والی بہت سی قلابازیوں اور بیان بازیوں پر تعجب ہو اور دھچکا لگا۔

جبکہ وہ شخص جس نے وہاں زندگی گزاری ہو اور جیل کی آزمائشوں کو جھیلا ہو اور اس کے تہہ خانوں میں اذیت اور عقوبت کے نت نئے طریقوں کا مزہ چکھا ہو، ممکن ہے کہ وہ قیدیوں پر حکم لگانے میں جلد بازی نہ کرے اور جب ان رہا شدگان کی طرف سے خلط ملط یا حتیٰ کہ الٹے سیدھے بیانات جاری ہوں تو دیکھ پرکھ لے۔ اور جب ان قیدیوں کی طرف سے ایسے فتوے سنے جو ان کے منہج کے برعکس ہوں تو کچھ انتظار کر لے کیونکہ ممکن ہے ان میں سے بعض مجبوری کی حالت میں صادر ہوں۔

قیدی کی اہلیت اور قابلیت کم ہوتی ہے کیونکہ گمان ہے کہ اس پر دباؤ ڈالا گیا ہو یا مجبور کیا گیا ہو۔ اس لیے یہ جائز نہیں کہ جب تک وہ قید و بند سے آزاد نہ ہو جائے اس کے اقوال کی پوری ذمہ داری اس پر عائد کی جائے۔ جب وہ آزاد ہو جائے تو وہ اپنے اقوال کے بارے میں اپنی مرضی سے وضاحت دے، بغیر کسی دباؤ اور مجبوری کے۔ جہادی تحریکات کے علماء کے بارے میں یہ مزید ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ طواغیت کی دشمنی ان کے ساتھ زیادہ شدید ہوتی ہے اور ان پر دباؤ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ تو ظاہری بات ہے کہ طواغیت کی دشمنی ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے ان کے سامنے تلواریں سونتیں اور اس پر اکسایا دیگر افراد کی دشمنی کی طرح نہیں ہو گی۔

اس لیے ہم نے ہر اس شخص کو نصیحت کی جو ہم سے ملنے آئے اور شیخ خضیر، شیخ ناصر فہد اور ان کی طرح دیگر علماء کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ قید میں ان سے صادر ہونے والے فتووں اور تبدیلیٔ آراء سے متاثر نہ ہو۔ پہلی بات تو یہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جلد بازی نہ کرے اور ان علماء کی عزتوں کو اپنی زبان سے پامال نہ کرے۔ بلکہ دعا کرے کہ اللہ انہیں طواغیت کی چالوں سے محفوظ رکھے اور انتظار کرے یہاں تک کہ اللہ ان کو قید سے چھڑائے۔

اسی لیے ہم نے مصر کی الجماعۃ الاسلامیہ کی قیادتوں کو اپنی زبانوں سے محفوظ کیا جب ان کی طرف سے جیل کے اندر ہی آراء کی وہ تبدیلی دیکھنے کو ملی جو سب نے دیکھی۔ انہوں نے آراء کی تبدیلی کو 'نظر ثانی' کا نام دیا۔ اور آج تک ہم ان میں سے قید افراد کے بارے میں اپنی زبان نہیں کھولتے۔ بلکہ اللہ کی راہ میں دعوت، جہاد اور آزمائش میں ان کی قربانیوں کو یاد کرتے ہیں۔ برعکس ان کے جو جیل سے نکل گئے یا پہلے سے ہی باہر تھے۔ ایسے افراد میں سے بعض کا زمین کی پستیوں میں گر جانا اور موقف سے الٹا پھر جانا ہمیں برا لگا۔ اسی طرح ہمیں بہت برا محسوس ہوا کہ انہوں نے القاعدہ میں ہمارے مجاہد بھائیوں پر زبان دراز کی، ان سے تبریٰ کرنے کا آغاز کیا، اور انہیں جہادی عملیات پر توبہ کرنے کا کہا۔ جیسے کہ القاعدہ والوں نے کسی حرام اور گناہ کا ارتکاب کیا ہو۔ القاعدہ والوں کو اس دعوے کی بنیاد پر قصداً برا بھلا کہتے تھے کہ انہوں نے عام مسلمانوں کا قتل کیا اور مکہ اور عمرہ ادا کرنے والوں کو ہدف بنایا۔ یہ سب ان معلومات کی بنا پر جن کا اعلان کافر حکومتیں کرتی ہیں اور ان کے خبیث ذرائع ابلاغ پھیلاتے ہیں۔ حالانکہ انہیں ان حکومتوں اور ان کے ذرائع ابلاغ کے جھوٹ کا اچھی طرح تجربہ ہے کیونکہ اس سے پہلے وہ خود اس جھوٹ کی آگ سے جھلسے ہیں! وگرنہ آیا عاقل مسلمان یہ گمان کر سکتا ہے کہ القاعدہ اور ان کی طرح کے دیگر مجاہدین مسلمانوں کو نشانہ بنا سکتے ہیں؟ چاہے وہ ریاض میں ہوں یا جدہ میں، یا کہیں اور۔ کجا یہ کہ وہ اللہ کی حرام کردہ سرزمین مکہ میں عمرہ کرنے والوں کو ہدف بنائیں؟ ماسوائے اگر یہ افراد مسلمانوں میں سے سی آئی اے یا ایف بی آئی کے ایجنٹ ہوں جن سے جزیرۂ عرب کی سرزمین بھر چکی ہے۔ یا ان کی مراد ایسے عمرہ کرنے والے طواغیت ہیں جو تصویریں بنانے کے لیے عمرہ کرتے ہیں تاکہ اپنی قوموں میں شائع کریں اور مسلمانوں کو عبادات کے دوران تنگ کریں۔

ہاں، جیل کبھی بہت اچھے پھل بھی دیتی ہے۔ جب داعی اور مجاہد جیل کے اوقات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری اور عبادت میں گزارے۔ قرآن یاد کرے، علم دین سیکھے، دعوت دے، اپنے اور اوروں کے تجربوں سے فائدہ اٹھائے...... تاکہ زیادہ مضبوط ہو کر نکلے۔ اپنی دعوت کو مضبوطی سے پکڑے اور اپنے جہاد اور منہج پر ثابت قدم رہے۔

لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ٹوٹ جائے اور الٹے پاؤں پھر جائے۔ لوگوں کے عذاب کو اللہ تعالیٰ کا عذاب سمجھنے لگے۔ ایسی حالت میں وہ تبدیلی لائے، اپنے موقف سے پھر جائے اور زمیں بوس ہو جائے۔ جبکہ اس سے پہلے اسے حق کی پہنچان ہو گئی تھی، وہ حق دیکھ چکا تھا اور راہِ حق پر چل چکا تھا۔ اب وہ حق کو باطل سے خلط ملط کرنا شروع کر دیتا ہے، دین دشمن کی صفوں میں گھس جاتا ہے۔ اس کی شکلیں بے شمار ہیں اور مختلف و متنوع ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہم عافیت، سلامتی اور خاتمہ بالخیر کا سوال کرتے ہیں۔

اور ممکن ہے کہ وہ گدلا اور کھوٹا ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ جیل انسان کی طبیعت کے مطابق اسے راہِ راست سے ہٹا دیتا ہے۔ اگر وہ سختی کی طرف مائل ہو تو قید و بند اور عقوبت و اذیت اسے غلو کی طرف لے جاتی ہے۔ انہیں میں سے قید کی تکفیری نظریات نے جنم لیا، جس نے افراد کی عمومی تکفیر کی، پورے پورے معاشرے کو کافر قرار دیا۔ ان کے تکفیر کسی دلیل کے بنا پر نہیں ہوتی تھی بلکہ انتقامی اور متشدد ردِ عمل تھا۔ جس سے کوئی نہیں بچتا ماسوائے جو خود ان کی طرح ہو اور ہو بہو ان کے عقائد کا حامل ہو۔ اس کے برعکس اگر قیدی کی طبیعت نرم ہو تو وہ جدید ارجاء اور جہمیت کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ تفریط اور مداہنت میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ رخصتیں یا علماء کی غلطیوں کو ڈھونڈتا ہے اور انہیں اپنانے لگتا ہے۔ سمجھ داری اور دلیل کے بنا پر نہیں، بلکہ اس لیے کہ وہ جیل کی تنگی میں اس کی خواہش اور سوچ کے مطابق تھیں۔ جیل کی سختی کے نتیجے میں جینے کے اسباب ڈھونڈنے والی اس کی عقل جہاں منحرف ہوئی اسی طرح وہ اپنے پسندیدہ نظریات وضع کرتا ہے۔

یہ ساری آزمائشیں ہیں جن کے جھیلنے والوں کے ساتھ ہم رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی فضل و کرم اور احسان و توفیق سے ہمیں محفوظ رکھا۔ اہل افراط اور ان کے افراط سے بھی اور اہل تفریط اور ان کی تفریط سے۔

مزید جان لیجیے کہ سجن کے فتنے اور اللہ کے دشمن کی اذیتیں مختلف ممالک کی بنا پر کم اور زیادہ ہوتی ہیں۔ اسی طرح داعی کی اپنی دعوت اور صحیح عقیدے کے کھلم کھلا بیان کی بنا پر بھی۔ اسی طرح اس شخص کی طاغوت سے سب سے زیادہ دشمنی رکھنے والی جہادی تحریک کی قربت کی بنا پر بھی۔ اسی طرح قیدی پر قید میں گزرنے والے مرحلوں کے بنا پر بھی۔ قید کے شروع کے دنوں میں قیدِ تنہائی، لگاتار تفتیش، عقوبت خانوں کے چکر اور بیرونی دنیا سے رابطوں کے کٹ جانے کے مرحلے میں قیدی پر حالت زیادہ سخت ہوتی ہے۔ جبکہ اس کے بعد جب اس کا معاملہ کچھ سنبھل جائے اور اسے عمومی جیل میں منتقل کر دیا جائے جہاں وہ لوگوں سے رابطہ کر سکے تو اس کی حالت کچھ بہتر ہو جاتی ہے۔

یہ سب تفاصیل جاننے سے اور یہ کہ قیدی سے کس مرحلے اور کس حالت میں وہ بات نکلی جو اس نے کہی، اس سے اس کی حقانیت اور وقعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بہر حال جیل عموماً دباؤ اور زبردستی کی جگہ ہے۔ چنانچہ جب تک قیدی قید میں ہے تو وہ اس کی حالت کی مسلسل تبدیلی، اسے ایک قید خانے سے دوسرے میں منتقل کرنے، اس پر اچانک دباؤ پڑ جانے اور دیگر حالات کا شکار رہتا ہے۔ اور ان عناصر کا خیال رکھنا چاہیے اور پرکھنا چاہیے جب بھی قیدیوں کی طرف سے فتوے یا بیانات جاری ہوں۔ خصوصاً اگر یہ ان کے سابقہ منہج اور ان کے کردار کے مخالف ہوں۔‘‘

شیخ ابو محمد مقدسی حفظہ اللہ نے مزید فرمایا:

’’میں وہ کہتا ہوں جو کہ میں نے مسلسل تفتیش کے دوران تفتیش کاروں سے کہا: کیا تم جنوبی کوریا کے ’کیم سونگ میونگ‘ کو جانتے ہو؟ اللہ کے حکم سے وہ مجھ سے زیادہ ثابت قدم نہیں رہا ہو گا! جب تفتیش کار اس کے بارے میں دریافت کرتا تو میں بتاتا کہ وہ کھوکھلے اشتراکی نظریات کا حامل تھا۔ اس کے باوجود وہ جنوبی کوریا میں سب سے پرانا اشتراکی قیدی ہے جو اپنے نظریات کے سبب ۴۴ سال کے لیے کپڑوں کی الماری کے برابر کٹہرے میں بند رہا لیکن ایک لحظے کے لیے بھی اشتراکی نظریات پر یقین سے پیچھے نہ ہٹا۔ یہاں تک کہ اسے اس کے نظریات پر ہی رِہا کر دیا گیا۔ حالانکہ اس وقت اشتراکیت کو شکست کا سامنا تھا اور سوویت یونین ٹوٹ چکی تھی اور لاکھوں اشتراکی اپنے نظریات چھوڑ چکے تھے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اس شخص کو سب سے پرانا سیاسی قیدی قرار دیا ہے۔

یہ ستر سالہ شخص جیل سے تب نکلا جب اس کی جوانی جیل میں گزر گئی۔ اتنا لاغر ہو چکا تھا کہ اس کا دوست اسے سہارا دے رہا تھا۔ صحافیوں کے کیمروں کے سامنے کھڑا ہو کر بہ زبانِ حال پوری دنیا سے اور خصوصاً جنہوں نے اسے قید کیے رکھا تھا، ان سے کہہ رہا تھا: اگرچہ تم نے میرے جسم کو کمزور کر دیا ہے، ہڈیوں اور کمر کو توڑ ڈالا ہے، لیکن تم میرے ارادے اور عزم کو نہ کمزور کر سکے اور نہ کر سکو گے۔

شام کے سیاسی امن کے لیے قائم شدہ جیل میں مجاہد جمال رفعت عتیبی کو قید کیا گیا۔ اس انفرادی کٹھہرے میں جو کہ تاریک اور متعفن تھا، ہر جگہ پھپھوندی تھی۔ قرآن کریم پر پابندی تھی۔ وہ دور مسجدوں سے سنائی دینے والی ہر آیت کے لیے بے تاب رہتے، اسی کو دہراتے اور یاد کر لیتے۔ ایک دفعہ جرأت کرتے ہوئے انہوں نے قرآن کریم کا نسخہ طلب کیا تو انہیں جواب کٹہرے تک گھسیٹتے ہوئے گندی گالیوں کے ساتھ مار پیٹ اور مختلف قسم کی اذیتوں سے ملا۔

عتیبی فرماتے ہیں کہ جس دن مارتے ہوئے وہ مجھے کٹہرے تک لے کر گئے اس دن میں نے اپنے پہرہ دار سے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم لوگ مجھے قرآن کریم دے دیتے، میں اس کٹہرے میں ہزار سال رہ لیتا۔‘‘

[شعر کا نثری ترجمہ]:

(اللہ کی قسم! دعوت کبھی بھی اذیتوں سے شکست نہیں کھاتی۔ تاریخ میں میری یہ قسم پوری ہو کر رہی۔

میرے ہاتھ زنجیر میں جکڑ دو، میرے سینے میں کوڑوں سے آگ لگا دو، میری گردن پر چھری رکھ دو۔

تم ایک گھڑی کے لیے میری سوچ کو گھیر نہ سکو گے۔ نہ ہی میرے ایمان کو اور نورِ یقین کو چھین سکو گے۔

نور تو میرے دل میں ہے، اور دل میرے رب کے ہاتھ میں ہے۔ اور رب میرا حافظ و مددگار ہے۔)

☆☆☆☆☆

جمہوریت اکابر علمائے کرام کی نظر میں

جمع وترتیب: مولوی محمد معاذ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ولما كانت المدينة ذات اجتماع عظيم لا يمكن أن يتفق رأيهم جميعا على حفظ السنة العادلة...[1]

”جبکہ شہر انسانوں کے بڑے ہجوم کا نام ہے، سو ان سب کی رائے کا سنت کی حفاظت پر متفق ہو جانا ممکن ہے......“

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

”غرض اسلام میں جمہوری سلطنت کوئی چیز نہیں......یہ مخترعہ متعارفہ جمہوریت محض گھڑا ہوا ڈھکوسلہ ہے، بالخصوص ایسی جمہوری سلطنت جو مسلم و کافر ارکان سے مرکب ہو وہ تو غیر مسلم سلطنت ہی ہو گی۔“[2]

”قرآن شریف سے تو سلطنت شخصی ہی ثابت ہوتی ہے۔ اب جو اہل اسلام میں جمہوریت کے مدعی ہیں وہ یاد رکھیں کہ ہمارے ذمے شخصیت پر دلیل قائم کرنا لازم نہیں۔ بلکہ دلیل تو انکے ذمے ہے اور ہم تو مانع ہیں۔ پس جب وہ دلیل لاویں گے تو اس کا جواب بھی انشاء اللہ ہم دیں گے۔ اور میں پیشن گوئی کرتا ہوں کہ وہ اپنے دعوے پر کوئی دلیل نہیں لا سکتے۔

......اسلام میں جمہوری سلطنت کوئی چیز نہیں ہے۔ اسلام میں محض شخصی حکومت کی تعلیم ہے۔ بعض لوگوں کو یہ حماقت سوجھی ہے کہ وہ جمہوری سلطنت کو اسلام میں ٹھونسنا چاہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام میں جمہوریت ہی کی تعلیم ہے اور استدلال میں یہ آیت پیش کرتے ہیں ’وشاور هم في الامر‘ مگر یہ بالکل غلط ہے۔ ان لوگوں نے مشورے کی دفعات ہی کو دفع کر دیا ہے۔

......جب رعایا کو از خود مشورہ دینے کا کوئی حق بدرجہ لزوم نہیں تو پھر اسلام میں جمہوریت کہاں ہوئی؟ کیونکہ جمہوریت میں تو پارلیمنٹ کو از خود رائے دینے کا حق ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر بادشاہ پارلیمنٹ سے بغیر رائے لیے کوئی حکم نافذ کر دے تو اس پر چاروں طرف سے لے دے ہوتی ہے کہ ہم سے بغیر مشورہ لیے یہ کیوں حکم جاری کیا گیا۔ بھلا علماء کو یہ حکم اسلام میں کہاں دیا گیا ہے؟ ذرا کوئی صاحب ثابت تو کریں۔ پس یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ اسلام میں جمہوریت کی تعلیم ہے۔“[3]

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

”جمہوریت اور جمہوری عمل کا اسلام سے کیا تعلق؟ اور خلافتِ اسلامی سے کیا تعلق؟ موجودہ جمہوریت تو سترہویں صدی کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ یونان کی جمہوریت بھی موجودہ جمہوریت سے الگ تھی، لہٰذا اسلامی جمہوریت ایک بے معنی اصطلاح ہے......ہمیں تو اسلام میں کہیں بھی مغربی جمہوریت نظر نہیں آئی اور اسلامی جمہوریت تو کوئی چیز ہے ہی نہیں...... جمہوریت ایک خاص تہذیب و تاریخ کا ثمرہ ہے، اسے اسلامی تاریخ میں ڈھونڈنا معذرت خواہی ہے۔“[4]

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

”یہ تمام برگ و بار مغربی جمہوریت کے شجرۂ خبیثہ کی پیداوار ہے۔ اسلام میں اس کافرانہ نظام کی کوئی گنجائش نہیں۔

......اسلام میں جمہوریت کا کہیں کوئی تصور نہیں ہے۔ اس میں متعدد گروہوں کا وجود (حزب اقتدار، حزب اختلاف) ضروری ہے جبکہ قرآن اس تصور کی نفی کرتا ہے۔ یہ غیر فطری نظام یورپ سے برآمد ہوا ہے۔

......اس کافرانہ نظام کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ نہ ہی اس طریقے سے قیامت تک اسلامی نظام آ سکتا ہے۔“[5]

---

[1] حجة الله البالغة، باب: سياسة المدينة

[2] ملفوظاتِ تھانویؒ، ص: ۲۵۲

[3] اشرف التفاسیر، جلد: ۱، ص: ۴۲۰ تا ۴۲۷

[4] ماہنامہ سنابل، کراچی، مئی ۲۰۱۳ء جلد: ۸ شمارہ: ۱۱ ص: ۲۸، ۲۷

[5] احسن الفتاویٰ، جلد: ۶، ص: ۲۶

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

سوال: ”کیا ہمارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمہوریت کو قائم کیا تھا اور کیا خلفائے اربعہ بھی اسی جمہوریت پر چلے یا انہوں نے کچھ تغیر و تبدل کیا ہے؟“

جواب: ”حامداً و مصلیاً:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے جمہوریت کی تردید فرمائی ہے۔ وہاں قوانین و احکام کا دارومدار دلائل پر نہیں بلکہ اکثریت پر ہے، یعنی کثرتِ رائے سے فیصلہ ہوتا ہے۔ پس اگر کثرتِ رائے قرآن و حدیث کے خلاف ہو تو اسی پر فیصلہ ہوگا۔ قرآنِ کریم نے اکثریت کی اطاعت کو موجبِ ضلالت فرمایا ہے:

وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (الانعام: 116)

’اور اگر تم زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کے پیچھے چلو گے تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کر ڈالیں گے۔‘

اہلِ علم، اہلِ دیانت، اہلِ فہم کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے والے تھے، انہوں نے اس کے خلاف کوئی دوسری راہ اختیار نہیں کی ہے۔“[6]

مولانا مفتی حمید اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ

”مشاہدہ اور تجربے سے ثابت ہے کہ موجودہ مغربی جمہوری نظام ہی بے دینی، بے حیائی اور تمام فسادات کی جڑ ہے اور خصوصاً اس میں اسمبلیوں کو حقِ تشریع (آئین سازی، قانون سازی کا حق) دینا سراسر کتاب و سنت اور اجماعِ امت کے خلاف ہے...... اور ووٹ کا استعمال مغربی جمہوری نظام کو عملاً تسلیم کرنا اور اس کی تمام خرابیوں میں حصہ دار بننا ہے، اس لیے موجودہ مغربی جمہوری نظام کے تحت ووٹ کا استعمال شرعاً ناجائز ہے۔“[7]

حضرت مولانا مفتی یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

”جمہوریت دورِ جدید کا وہ ’صنم اکبر‘ ہے۔ جس کی پرستش اول اول دانایانِ مغرب نے شروع کی۔ حالانکہ مغرب جمہوریت کے جس بت کا پجاری ہے اس کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اسلام کے سیاسی نظریے کی ضد ہے۔ اس لیے اسلام کے ساتھ جمہوریت کا پیوند لگانا اور جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کرنا صریحاً غلط ہے۔ اسلام کا جدید جمہوریت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی جمہوریت کو اسلام سے کوئی واسطہ ہے۔ ضدان لا یجتمعان۔“[8]

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

”جو حکومت اللہ کی حاکمیت اور قانونِ شریعت کی برتری اور بالادستی کو نہ مانتی ہو بلکہ یہ کہتی ہو کہ حکومت عوام کی اور مزدوروں کی ہے اور ملک کا قانون وہ ہے جو عوام اور مزدور مل کر بنالیں تو ایسی حکومت بلاشبہ حکومت کافرہ ہے۔ جو فرد یا جماعت قانونِ شریعت کے اتباع کو لازم نہ سمجھے اس کے کفر میں کیا شبہ ہے؟“[9]

”وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ مزدور اور عوام کی حکومت ہے، ایسی حکومت بلاشبہ حکومتِ کافرہ ہے۔“[10]

مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

”اگر کسی ایک قبر کو مشکل کشا ماننا شرک ہے تو کسی اور نظام ریاست، امپیریل ازم، ڈیموکریسی، کمیونزم، کیپٹل ازم اور تمام باطل نظام ہائے ریاست کو ماننا کیسے اسلام ہو سکتا ہے؟...... قبر کو سجدہ کرنے والا مشرک، پتھر، لکڑی اور درخت کو مشکل کشا ماننے والا، حاجت روا ماننے والا مشرک، اور غیر اللہ کے نظاموں کو مرتب کرنا اور اس کے لیے تگ و دو کرنا اور اس نظام کو قبول کرنا، یہ توحید ہے؟......

کہاں ہے جمہوریت اسلام میں؟ نہ ووٹ ہے، نہ مفاہمت ہے، نہ ان کا وجود برداشت ہے، نہ ان کی تہذیب برداشت ہے...... اسلام آپ سے اطاعت

---

[6] فتاویٰ محمودیہ، جلد:۴، کتاب السیاسۃ والھجرۃ، باب: جمہوری سیاسی تنظیموں کا بیان

[7] ماہنامہ سنابل، کراچی، مئی ۲۰۱۳ء، جلد:۸، شمارہ:۱۱، ص:۳۲

[8] آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد:۸، ص:۶۶۱، ۶۵۷

[9] عقائد الاسلام، ص:۲۳۶

[10] عقائد الاسلام، ص:۲۳۰

مانگتا ہے۔ آپ سے ووٹ نہیں مانگتا، آپ کی رائے نہیں مانگتا۔ من یطع الرسول فقد أطاع الله!''[11]

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ

''اسلام میں جمہوریت کوئی چیز نہیں ہے کہ جدھر زیادہ ووٹ ہو جائیں ادھر ہی کے ہو جاؤ۔ اگر ساری دنیا کفر کے حق میں ووٹ دے دے تو بھی مومن کا ووٹ اللہ ہی کے لیے وقف رہتا ہے۔ اس لیے اسلام میں اکثریت اور جمہوریت کے ساتھ ہونا ضروری نہیں، حق کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ اکثریت اگر حق کے خلاف ہے تو حق کی اقلیت اس اکثریت پر غالب ہوتی ہے۔''[12]

شیخ سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

سوال: ''کیا انتخابی سیاسی نظام یا جمہوری نظم کے تحت اسلامی نظام کا نفاذ ممکن ہے؟''

جواب: ''نہیں، ایسا ممکن نہیں ہے۔ نہ انتخابات کے ذریعے اسلام لایا جا سکتا ہے، نہ جمہوریت کے ذریعے اسلام لایا جا سکتا ہے۔ جمہوریت میں کثرتِ رائے کا اعتبار ہوتا ہے اور اکثریت جہلاء کی ہے جو دین کی اہمیت سے واقف نہیں۔ ان سے کوئی توقع نہیں ہے۔''[13]

مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمۃ اللہ علیہ

''دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین ووٹ کے ذریعے سے، مغربی جمہوریت کے ذریعے سے غالب نہیں ہو گا، اس لیے کہ اس دنیا کے اندر اللہ کے دشمنوں کی اکثریت ہے، فساق وفجار کی اکثریت ہے اور جمہوریت جو ہے وہ بندوں کو گننے کا نام ہے تولنے کا نہیں...... دنیا میں جب بھی اسلام غالب ہو گا تو اس کا واحد راستہ وہی ہے جو راستہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا تھا اور وہ جہاد کا راستہ ہے......

......افغانستان کے اندر طالبان کی حکومت آئی اور اسلامی شریعت آئی، کب آئی؟ جب سولہ لاکھ انسان شہید ہوئے، دس لاکھ آدمی معذور ہوئے، کسی کا ہاتھ نہیں، کسی کی آنکھ نہیں، کسی کا کان نہیں، کسی کی ٹانگ نہیں...... اللہ تعالیٰ مفت میں کسی کو نہیں دیتے جب تک کہ قربانیاں نہ ہوں۔ تو پاکستان میں لوگ یہ تمنا تو کرتے ہیں کہ طالبان کی حکومت ہو یا طالبان جیسی حکومت ہو، لیکن اس کے لیے جس قربانی کی ضرورت ہے اس کے لیے وہ تیار نہیں۔''[14]

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

''اسلام میں عامتہ المسلمین کی خیر خواہی اور ان کے معاشرے کی بہتری کو نظامِ حکومت میں اساسی مقام دیا گیا ہے لیکن عوام کی رائے خواص کی قسمت کا فیصلہ کرے یہ راہ اختیار نہیں فرمائی گئی۔ عوام کی رائے کی یہ اہمیت تخریبی اصول ہے۔

موجودہ الیکشن میں آراء کو ماؤف کیا جاتا ہے، پراپیگنڈا کے بعد ذہن اس قدر تباہ ہو جاتا ہے کہ اس کی سوچ اور فکر کو رائے سے تعبیر کرنا، یقیناً غلط ہو گا۔ بلکہ الیکشن اور آج کے انتخابات میں قوتِ فکر پر فالج گرتا ہے اور عقل کو لقوہ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔''[15]

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

''ایسے مسلمان حاکم جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف حکم جاری کریں وہ 'من لم یحکم بما انزل اللہ فأولئک ھم الکافرون' میں داخل ہیں اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حکم جاری کرنے والوں کو قرآن پاک میں طاغوت فرمایا گیا ہے اور طاغوت کی اطاعت حرام ہے۔ انگریزی قانون کے ماتحت خلافِ شرع حکم کرنے والے خواہ نام کے مسلمان طاغوت ہوں کسی بھی طرح 'اولی الامر منکم' میں داخل نہیں ہو سکتے۔''[16]

☆☆☆☆☆

---

11 خطاب بموقع توحید وسنت کانفرنس، ۲۶ ستمبر ۱۹۸۷ء، جامع مسجد برمنگھم، برطانیہ۔ بحوالہ سنابل کراچی

12 معرفت الٰہیہ، ص:۲۰۹

13 ماہنامہ سنابل، کراچی، مئی ۲۰۱۳ء، جلد:۸، شمارہ:۱۱، سرورق

14 ماہنامہ سنابل، کراچی، مئی ۲۰۱۳ء، جلد:۸، شمارہ:۱۱، ص:۳۴،۳۳

15 فتاویٰ ثنائیہ، جلد:۲، ص:۵۸۹

16 کفایت المفتی، جلد:۹، ص:۲۳۷

کُونُوا أَنْصَارَ اللّٰهِ

دینی سیاسی جماعتوں سے وابستہ بھائیوں کے نام پیغام

استاد اسامہ محمود

استاد اسامہ محمود صاحب (حفظہ اللہ ورعاہ) نے سنہ ۲۰۱۸ء میں پاکستان کی دینی سیاسی جماعتوں سے وابستہ بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک صوتی بیان نشر کیا تھا۔ اس بیان کا موضوع و مقصد جو آج سے ساڑھے پانچ برس قبل تھا بعینہٖ وہی آج ۲۰۲۴ء میں خاص کر فروری ۲۰۲۴ء میں منعقد ہونے والے انتخابات میں بھی ہے۔ فلہٰذا استاد اسامہ محمود صاحب کا صوتی بیان 'کونوا أنصار اللہ' مجلہ ہٰذا میں تحریری صورت میں نذرِ قارئین ہے۔ چونکہ یہ بیان ۲۰۱۸ء کا ہے اس لیے بعض حقائق وواقعات میں تبدیلی بھی رونما ہو چکی ہے جن میں سرِفہرست امارتِ اسلامیہ افغانستان کی فتح اور افغانستان میں شریعت کا قیام ہے، اس لیے زیرِ نظر بیان میں مختلف مقامات پر بعض معمولی الفاظ حذف کر دیے گئے ہیں اور بعض مقامات پر معمولی اضافہ کر دیا گیا ہے، اضافہ جات چوکور قوسین '[]' میں درج ہیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي

پاکستان میں بسنے والے میرے عزیز اہلِ دین بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کہاں ہیں وہ جنہیں دین کے دفاع کو اٹھنا تھا......؟

محترم بھائیو!

ہو سکتا ہے کہ آپ میں سے کوئی یہ سمجھے کہ ہم مجاہدین آپ کے حریف یا خدا نخواستہ آپ کے بد خواہ ہیں، تو میرے بھائیو اور بزرگو! ایسا قطعاً نہیں ہے، ہم اگر آپ کے لیے اس جمہوری سیاست پر راضی نہیں ہیں، تو اللہ گواہ ہے کہ ہم خود اپنے لیے بھی اسے پسند نہیں کرتے، بلکہ اس راستے کو اپنے دین اور آخرت کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ عزیز بھائیو! آپ اہلِ دین ہیں اور آپ کا یہ شعار، آپ کی یہ پہچان اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ اور ارفع ہے کہ آپ اس سراسر شر والے راستے پر، ان بھول بھلیوں میں بھٹکتے پھریں اور اس کے نتیجے میں دین کے دشمنوں کو اہلِ دین کے اوپر ہنسنے کا موقع ملتا رہے...... لہٰذا آپ یقین رکھیے کہ ہم آپ کے بد خواہ نہیں، خیر خواہ ہیں...... آپ کے دشمن نہیں، آپ کے بھائی ہیں۔ اور ان شاء اللہ آپ کے لیے ہم کبھی کوئی ایسی چیز پسند نہیں کریں گے جو خود اپنے لیے ہمیں ناپسند اور ناگوار ہو۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔“

”تم میں سے اس وقت تک کوئی (کامل) مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہ کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہو۔“

دوسری بات یہ ہے کہ جب ہم آپ سے مخاطب ہوتے ہیں تو خود ہماری طرف بھی یہ سوال پلٹ سکتا ہے کہ خود تم مجاہدین نے دین کی کون سی نصرت کی ہے؟ تم نے اہلِ باطل کا کون سا راستہ روکا؟...... اور امت کے زخموں پر کون سا مرہم رکھا؟ تو ہم سمجھتے ہیں...... اور واللہ اعلم اس میں ان شاء اللہ مبالغہ نہیں ہو گا کہ الحمد للہ مجاہدین نے مقدور بھر کوشش ضرور کی ہے، انہوں نے اپنے پاس، اپنے دامن میں کچھ بھی بچا کر نہیں رکھا بلکہ اس دین پر، اس کی دعوت و دفاع پر اور رسول اللہ ﷺ کی مظلوم امت پر وہ سب کچھ نچھاور کیا ہے جو ان کے پاس تھا اور الحمد للہ آج بھی افغانستان سے یمن و مالی تک بلکہ پوری دنیا میں اللہ کے یہ بندے اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔

ہم آپ سے پیشگی طور پر اپنے اس دکھ کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ جہاد کا نام داعش جیسے مجرمین نے بھی لیا، انہوں نے جہاد کو بدنام کیا، جہاد کا مبارک نام استعمال کر کے وہ جرائم کیے، اسلام اور اہلِ اسلام پر وہ مظالم ڈھائے جن سے کفر اور اہلِ کفر کو بہت فائدہ ہوا، اس طرح خفیہ ایجنسیاں بھی آج اپنے جرائم کو داعشی فسادیوں کے سر تھوپ رہی ہیں، تاکہ جہاد اور اہلِ جہاد خوب بدنام ہوں اور ظلم و فساد کی یہ رات کبھی ختم نہ ہو۔ پھر ہمیں اس کا بھی اعتراف ہے کہ خود اہلِ خیر مجاہدین بھی فرشتے نہیں، انسان ہیں، ان سے بھی خطائیں ہو سکتی ہیں، لہٰذا ہمارا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ جہاد کے نام پر جس نے جو کچھ کیا وہ ٹھیک ہے اور آپ بھی وہ سب کچھ کریں بلکہ ہماری دعوت یہ ہے کہ اللہ کے اس دین کا جو مطالبہ ہے اور شریعت کا جو تقاضا ہے، اس پر ہم اور آپ عمل کریں، قیامت کے دن ہم سے کسی دوسرے کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا بلکہ باز پرس جو ہو گی وہ ہم سے ہمارے موقف اور ہمارے عمل کے بارے میں ہو گی۔ لہٰذا کسی نے دین کی نصرت کی ہے یا نہیں کی، ہم اور آپ اٹھیں، دین کی نصرت کے لیے اپنی کمر کس لیں اور اُن خطاؤں سے بھی بچیں جن کے سبب دوسرے اس دین کی کماحقہ مدد نہیں کر سکے۔ یہی مطلوب ہے اور اسی کا اللہ کے یہاں پوچھا جائے گا۔

میرے بھائیو اور بزرگو!!

پاکستان میں آج اللہ کے اس دین پر انتہائی نازک وقت آیا ہے، ایسا وقت جو شاید کبھی پہلے نہیں آیا تھا، یہ دین آج زبانِ حال سے ''مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللهِ'' اور ''كُونُوا أَنْصَارَ اللهِ'' کی پکار لیے کھڑا ہے...... ہم میں سے ہر ایک سے یہ دین مخاطب ہے کہ کوئی ہے جو اللہ کی مدد کرے؟ کوئی ہے جو جاہلیت کے اس شور شرابے کے اندر اس دین کے اصل موقف اور بنیادی پیغام کا جھنڈا اٹھائے؟ کوئی ہے جو آج پاکستان میں لادینیت کے اس طوفان کے مقابل دفاعِ دین کا عنوان بن کر کھڑا ہو؟ یہ دین ہم سے اور آپ سے مخاطب ہے کہ کون ہے جو جاہلیت کے ان بیوپاریوں...... اور اندھیروں کے ان چمگادڑوں سے مرعوب ہونے کی بجائے خم ٹھونک کر، ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اور ان کی ذلت و پستی جبکہ اسلام کی عظمت اور شریعت کی قدر و منزلت دنیا پر ثابت کرے؟

والله میرے بھائیو! آج جس طرح دین کی دعوت، اس کی روح اور اس کے تقاضے خود ہم اہلِ دین کے اندر اجنبی بن رہے ہیں، آج سے پہلے کبھی شاید ایسا نہیں تھا۔ عزیز بھائیو آپ ہی بتائیے! کیا یہ سچ نہیں ہے کہ آج یہاں اہلِ دین کی طرف سے ہر سیاسی نعرہ اور ہر عوامی مطالبہ تو موجود ہے، مگر خود اسلام کا کیا تقاضا ہے؟ اسلام کا کیا مطالبہ ہے؟ اس دین کی کیا ترجمانی ہے اور اس کا نقطۂ نظر......؟ یہ کہیں سنائی نہیں دیتا۔ یہاں کتنے ایشوز ایسے ہیں کہ جن پر ہمارے اہلِ دین کا موقف لادینوں کے برعکس اور اسلام ہی کا ترجمان ہو؟ آج ہم اپنے دین دار بھائیوں کی زبانی صبح و شام جمہوریت کی تعریف و تمجید، آئین سے وفاداری اور آئین کی بالادستی کی بات تو سنتے ہیں مگر اللہ سے وفاداری، خالص قرآن و سنت کی بالادستی، اتباعِ شریعت کی دعوت اور نفاذِ شریعت کی ضرورت کہیں نہیں سنتے، آج عوام کے سامنے ترقی اور خوشحالی لانے کے نمائشی وعدے تو ہو رہے ہیں مگر عوام کے رب کی اطاعت اور اس کے حقوق ادا کرنے کی طرف بلانا کہیں نظر نہیں آرہا۔ اس ملک میں وطن پرستی اور قوم پرستی کے جھنڈے اٹھانے والے تو بے شمار ہیں لیکن ناپید اگر ہیں یا کمی اگر ہے تو اُن اہلِ دین کی یہاں کمی ہے جن کی پہچان وطن پرستی کی جگہ خدا پرستی ہوتی تھی اور جو ایک کلمہ، ایک کعبہ، ایک رسول ﷺ اور ایک امت کا دعویٰ کرتے تھے۔ میرے بھائیو وہ اہلِ دین آج کہاں ہیں جنہوں نے بے دینی اور منکرات کے اس غلیظ سیلاب کے سامنے بند باندھنا تھا، وہ فرزندانِ توحید آج کہاں غائب ہیں جنہوں نے مغربیت اور لبرل ازم کے ان بدتمیز طوفانوں کو پیچھے دھکیلنا تھا؟ ان اللہ کے بندوں کو ہم کہاں ڈھونڈیں جنہوں نے یہ دعوی کرنا تھا کہ یہ رسولِ عربی ﷺ کے شیدائیوں کا ملک ہے اور یہاں لبرل ازم، کیپیٹل ازم اور سیکولر ازم نہیں چلے گا بلکہ یہاں اسلام اور صرف اسلام چلے گا۔ آپ ہی بتا سکتے ہیں میرے عزیزو کہ باطل کی اس پیش قدمی در پیش قدمی کے سامنے دفاعِ دین کے یہ اہم ترین مورچے اور غلبۂ دین کے یہ سب محاذ آج بالکل خالی اور ٹھنڈے کیوں پڑے ہیں؟

عزیز بھائیو!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، ''حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا!''، ''اپنا محاسبہ کرو، اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ ہو جائے''۔ آیئے ہم سب اہلِ دین تھوڑا سا اپنا محاسبہ کر لیں، اپنے سفر کا جائزہ لیں۔ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک کے اس سفر میں کیا ہم اہلِ دین آگے بڑھے ہیں؟...... کیا ہمیں واقعی یقین ہے کہ یہاں اسلام غالب ہو رہا ہے یا معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ عزیز بھائیو اور بزرگو! آپ خود فیصلہ کیجیے، اپنے اپنے دل ٹٹول لیجیے، کیا آپ مطمئن ہیں کہ اس جمہوری راستے پر آپ نفاذِ شریعت کی منزل کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں؟ دین دشمن مغلوب ہو رہے ہیں؟ بے دینی اور بے حیائی کا راج ختم ہونے لگا ہے؟ منکرات ختم ہو رہے ہیں اور قوم کا دین بچانے میں آپ کو کامیابی مل رہی ہے؟ ہمیں ماننا چاہئی، اعتراف کرنا چاہیے کہ ہر نئے دن کے ساتھ پاکستان میں لبرل ازم کے نام پر لادینیت اور ظلم و فساد کا تسلط مضبوط سے مضبوط تر ہو رہا ہے، باطل نت نئے روپ میں ہر سُو چھایا جا رہا ہے جبکہ حق لاوارث، اجنبی اور مغلوب سے مغلوب تر ہو رہا ہے۔ افسوس کی بات تو یہ ہے میرے بھائیو! کہ اہلِ دین جو کبھی اسلامی انقلاب اور نفاذِ شریعت کی دعوت دیتے تھے، اس مبارک مقصد کی خاطر اپنے کارکنوں اور عوام کو لاٹھی اور گولی تک کھانے کے لیے تیار کرتے تھے، آج انہیں یہ منزل ملی یا نہ ملی، مگر آج خود اس منزل کی دعوت تک سے وہ محروم ہو گئے۔ غرض جنہوں نے باطل کے خلاف مزاحمت کرنی تھی وہ آج باطل ہی کے ساتھ تعاون اور مفاہمت کرتے نظر آتے ہیں۔

پاکستان کے اے اہلِ دین بھائیو!

ایک حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، کہ آج غلبۂ اسلام کے اس معرکے میں ہماری دینی سیاسی جماعتوں نے اپنی شکست مکمل طور پر تسلیم کر لی ہے۔ لادینیت کا غلبہ دل و جان سے قبول کیا جا چکا ہے۔ منکرات کے تابڑ توڑ حملوں کے مقابل ہتھیار رکھے جا چکے ہیں اور اس سیلاب کے مقابل عافیت سیلاب ہی کی رو میں بہنا اور بہتے چلے جانا سمجھا گیا ہے، آپ سیاسی قائدین کے قول و عمل دیکھیے، ایک مایوسی ہے جو لہجوں سے ٹپک رہی ہے! ایک مداہنت ہے جو قول و عمل سے واضح ہے۔ جنہوں نے باطل مٹانے کی تحریک چلانی تھی آج وہ باطل ہی کے تحت جینے، اُسے راضی کرنے اور اُس سے فوائد سمیٹنے کی بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔ یہاں سیکولرز اور لبرل لادینوں کی سمت متعین ہے، ان کا مدعا، نصب العین اور راستہ بھی واضح ہے، وہ خود علی الاعلان اس کا اظہار بھی کرتے ہیں اور آگے سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ لیکن سمت اگر واضح نہیں ہے، نصب العین اور راستے سے یہاں محروم اگر کوئی ہے تو وہ یہی ہمارے دیندار سیاسی بھائی ہیں۔ اس ساری صورتِ حال کا نتیجہ یہ ہے کہ آج قیامِ پاکستان کا مقصد فوت ہو رہا ہے، قوم کی دنیا بھی تباہ ہو رہی ہے اور آخرت بھی، بے چینی، بے سکونی اور بے مقصدیت ڈیرے ڈال رہی ہے اور ہماری آئندہ نسلیں تک جاہلیت اور بے دینی کے اُس سمندر میں غرق ہو رہی ہیں کہ جہاں اللہ کی رحمت اترنے کی جگہ اس غیور ذاتِ اقدس کی ناراضگی اترا کرتی ہے اور جہاں پوری کی پوری قوم مجرم بن جاتی ہے۔ سچ یہ ہے میرے عزیزو کہ ان اندھیروں کے اسباب خارجی نہیں، داخلی

ہیں اور یہی ہماری ذلت وناکامی کی اصل وجوہات ہیں، ان کی طرف توجہ دیئے بغیر کوئی ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔ میرے بھائیو اور بزرگو! ہمیں کہنے دیجیے کہ ان اسباب میں سے اہم ترین سبب، اہم ترین وجہ...... اہل دین کی یہ جمہوری سیاست ہے۔

جمہوریت نے اہل دین سے کیا چھینا......؟

عزیز بھائیو اور بزرگو!

کاش کہ جمہوریت کی برائی بس اتنی ہی ہوتی کہ اس کے ذریعے اسلام کو غلبہ ملنا ناممکن ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہے! یہ حقیقت کہ اس راستے سے اسلام غالب نہیں ہوتا، کوئی اندھا ہی اس سے انکار کر سکتا ہے، پاکستان، مصر، الجزائر، ترکی اور تیونس، پورا عالم اسلام اس پر شاہد ہے، لہٰذا آج یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بتانے کی جو ضرورت ہے، احساس دلانے کی جو بات ہے اور جس کی وجہ سے ہم آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں کہ خدارا اس راستے کو چھوڑیے تو وہ یہ ہے کہ اس راستے پر جب اہل دین قدم رکھتے ہیں تو دین غالب کرنا تو بہت دور کی بات ہے، خود اُن کا اپنا دین خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اس راستے کے باعث دین کا فروغ تو ناممکن ہے لیکن خود اہل دین بے دینی پھیلانے کا پھر سبب بنتے ہیں، ان کے ہاتھوں شر کی قوتوں کو تقویت ملتی ہے اور منکرات فروغ پاتے ہیں۔ یہ اس جمہوری سیاست کی شیطانیت ہے کہ شرعی فرائض اور دینی ذمہ داریاں بھی وہ بوجھ بن جاتی ہیں جن سے چھٹکارا پانے میں ہی پھر یہ اہل دین اپنی سیاسی کامیابی دیکھتے ہیں۔

میرے عزیز بھائیو!

باطل سے اجتناب، باطل کو باطل کہنا اور باطل کی مخالفت کرنا...... اسی طرح منکر کو ببانگ دہل منکر کہنا، اس کے پھیلانے والوں سے تعلق توڑنا اور ان کے سامنے بند باندھنا...... یہ ہر مسلمان کی شرعی ذمہ داری ہے اور ہر دینی جماعت کے وجود کا حقیقی مقصد بھی یہی ہے۔ مگر انتخابی سیاست کا ثمرہ دیکھیے، اس کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ اس میں خیر وشر یا حق وباطل، دوستی اور دشمنی کے معیار نہیں ہیں، بلکہ دوستی اور دشمنی کا فیصلہ مفادات کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اہل دین جب اس میں اترتے ہیں تو ظلم، بدکاری، بے حیائی اور کفریہ نظریات جیسے شر پھیلانے والوں کو روکنا تو دور کی بات، ان کے اس تمام تر فساد کو فساد کہنا بھی ان کے بس میں نہیں رہتا بلکہ ان فسادیوں کی حمایت چونکہ ان کی سیاسی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے انہیں راضی رکھنا پھر وہ اپنا مقصد بناتے ہیں۔

پھر عزیز بھائیو!

آپ جانتے ہیں کہ کفر واسلام کے درمیان جنگ ازلی ہے، اللہ رب العزت کا فرمان ہے: وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا (اور یہ کفار تم سے برابر جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں تمہارا دین چھوڑنے پر آمادہ کر دیں)...... گویا کفار یہ جنگ اس وقت تک جاری رکھتے ہیں جب تک مسلمانوں کو وہ اپنے دین سے ہٹا نہ دیں، آج بھی امریکہ و مغرب بلکہ پورے عالم کفر کی اہل اسلام کے خلاف یہی جنگ ہے، فرق یہ ہے کہ آج عیسائیت یا کسی اور مذہب کی طرف دعوت نہیں دی جاتی، آج جس چیز کی طرف دعوت دی جاتی ہے، مسلمانوں کو بالعموم اور اہل دین کو بالخصوص جس طرف کھینچا جارہا ہے، وہ جمہوریت کی دلدل ہے۔ جمہوریت کی وہ دلدل کہ جہاں اہل دین کو جب پھنسایا جاتا ہے تو تب ہی جا کر اللہ کے دشمن کفر کے ان سرداروں کو چین آتا ہے۔ یہی وجہ ہے آج صبح وشام اسی جمہوریت کی طرف بلایا جاتا ہے۔ امریکی صدر نکسن نے کہا تھا کہ امریکہ کے پاس دنیا کے لیے ایک ہی پیغام ہے اور اسی کے لیے وہ لڑتا ہے، اس کا ایک پہلو جمہوریت ہے اور دوسرا سرمایہ دارانہ (سودی) نظام۔ آج مجاہدین سے عالم کفر کا یہی ایک مطالبہ ہے کہ بس...... جمہوریت میں شامل ہو جاؤ! یہ شمولیت جس عنوان سے بھی ہو، مسئلہ نہیں ہے۔ دینداری سے ہو یا بے دینی سے، سب کچھ قبول ہے۔ اسلام چاہتے ہو؟ شریعت کی بات کرتے ہو؟ تو مسئلہ نہیں ہے جمہوریت میں آ جاؤ! داڑھی، عمامہ، نماز اور روزہ سب یہاں چلتا ہے، بس انتخابی سیاست میں ایک دفعہ اتر آؤ!...... اور اگر اس میں اتر آئے۔ تو پھر سارے شکوے ختم، کوئی پریشانی پھر نہیں ہے، مطلوبین کی لسٹ سے نام خارج ہو جائے گا، اقوام متحدہ تک اپنی عنایتوں کے بند دروازے کھول دے گی اور تمام تر پابندیاں ہٹائی دی جائیں گی۔ افغانستان میں [یہی مطالبہ رہا]، فلسطین، یمن، صومالیہ اور مالی ہر جگہ مجاہدین سے بس یہی ایک مطالبہ ہے۔ اب جمہوریت میں کیا ایسی بات ہے کہ جہاں 'اسلامی جمہوریت' کے علمبردار بھی عالم کفر کو اچھے لگتے ہیں...... جبکہ اسلام، امن، عدل وانصاف اور دیگر سب خیر موجود ہو مگر جمہوریت نہ ہو، جیسے افغانستان میں امارت اسلامی کے دورِ [اول] میں، تو یہ سب خیر بھی اسے قبول نہیں [اور آج جب امارتِ اسلامی دوبارہ قائم ہے تو اب بھی یہ حکومت اسے قبول نہیں]؟ کیا وجہ ہے کہ جمہوریت میں ہمارے اہل دین بھائیوں کی سیاست بھی لادینوں سے مختلف نہیں رہی؟ اور کیا اسباب ہیں کہ اس راستے سے خیر گھٹتی ہے اور شر کو تقویت ملتی ہے؟ تو محترم بھائیو! وجہ یہ ہے، کہ اسلام قوت کے ذریعے سے معروف کو رائج کرنے اور منکر کو مٹانے کا درس دیتا ہے، یہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے۔ جبکہ جمہوریت میں منکر کا بطور منکر رہنا اور پھیلنا منکر کا جمہوری حق ہے، کہتے ہیں جمہوریت کا اصول یہ ہے کہ Book for book، اور TV Channel For TV Channel، کوئی بہت بری کتاب لکھتا ہے، تو لکھنے دیں، پھیلنے دیں اس کتاب کو، آپ کو بری لگتی ہے تو مت پڑھیں، بہت بری لگی تو آپ اچھی کتاب لکھ لیں، کوئی بہت ہی گندا ٹی وی چینل ہے، بدترین فحاشی دکھاتا ہے، کفریہ نظریات پھیلاتا ہے، تو مسئلہ نہیں ہے آپ نہ دیکھیں، چینل بہت ہیں، آپ بہتر چینل دیکھیں، اگر آپ کو اس سے زیادہ تکلیف ہے اور آپ کے پاس استطاعت بھی ہے تو اپنا کوئی اچھا چینل کھولیں...... مگر اس گندے چینل کو آپ قوت سے بند کر دیں، یہ آپ کے لیے جائز نہیں ہے، قانون آپ کو اس کی

اجازت نہیں دیتا! اس لیے کہ...... وہ جو کچھ بھی کرتا ہے وہ اس کا جمہوری حق ہے، یہ جمہوریت ہے کہ جہاں پاکی نے غلاظت کو برداشت کرنا ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے ایسے میں پھر غلاظت نے ہی بالآخر پھیلنا ہوتا ہے، اس لیے کہ گندے بدبودار ماحول میں پاکی کب تک رہ سکتی ہے؟ یہ جمہوریت ہے کہ جہاں شر کے سامنے خیر کے ہاتھ پیر مکمل طور پر باندھ دیے جاتے ہیں! اسلام اس کا بالکل الٹ ہے، اسلام معاشرے کو پاک رکھنے پر زور دیتا ہے، فرد اور معاشرہ، سب کی ذمہ داری ہے کہ منکرات کا راستہ روکے...... اور گندگی اور غلاظت پھیلانے والوں کے ہاتھ پکڑے۔

پھر عزیز بھائیو! اہم ترین اور بنیادی نقطہ یہ ہے کہ جمہوریت مشرق کی ہو یا مغرب کی، پاکستان کی ہو یا ہندوستان کی، اس کا محور و مرکز اللہ کی بندگی نہیں ہے، اللہ کی غلامی نہیں ہے بلکہ اللہ کی غلامی کی جگہ انسانوں کی غلامی ہے، یہاں تمام تر دوڑ دھوپ کا مقصد غالب طبقات کی خواہشات کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ جمہوریت لا الہ الا الانسان کی عملی تصویر ہے، یہاں انسان نما شیاطین کی خواہشات اور شہوات کی عبادت ہوتی ہے، جبکہ اسلام اللہ کے سامنے مکمل طور پر جھکنے کا نام ہے، یہ لا الہ الا اللہ ہر اس خواہش اور ہر اس تمنا سے دست برداری کا عہد ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ناپسند ہو۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے، وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ (ان کے درمیان ان اصولوں پر فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل کیے ہیں) وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ (اور ان کی خواہشات کی اتباع نہ کرو، یعنی ان کی شہوات اور ناجائز میلانات کی طرف مت جھکو) وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ (اور محتاط رہو ان سے کہ یہ تمہیں اللہ کے نازل کردہ کسی حکم سے دور کر دیں) میرے بھائیو، یہ اسلام ہے، یہ اللہ کا دین ہے جہاں اللہ کے احکامات کم علم اور انتہائی محدود نظر رکھنے والے انسان کی ناجائز خواہشات پر قربان نہیں کیے جاتے، بلکہ تمام تر خواہشات انسانوں کے خالق ومالک...... اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اُس عظیم دین کے تابع کی جاتی ہیں جو سراسر حکمت اور منفعت والا دین ہے۔ اب ان تمام تر رحمانی اوامر کے برعکس جمہوریت کہتی ہے کہ لوگوں کے معاملات ان ہی کی مرضی کے مطابق چلاؤ، ان کی ہر جائز وناجائز خواہش کے پیچھے چلو اور ڈرو اس وقت سے جب تم ان کی کسی چاہت کی مخالفت کر بیٹھو اور یہ تم سے ناراض ہو جائیں! گویا اللہ ناراض ہو تو ناراض ہو مگر یہ ناراض نہ ہوں!

[ماضی کے] الیکشن میں [بھی اور آج جب الیکشن سر پر ہے تو] آپ نے دیکھا میرے بھائیو! مقصد وہدف کیا تھا؟ کیا عوام کو شر سے بچانا مقصد تھا، انہیں خیر کی طرف بلانا اور خیر کے دفاع کی خاطر قربانی کے لیے تیار کرنا ہدف تھا یا خیر وشر میں تمیز کیے بغیر اچھے برے سب لوگوں کو راضی کرنے اور ان کی حمایت حاصل کرنے کی یہاں کوشش ہو رہی تھی؟ میرے بھائیو! اللہ کا اعلان ہے، کہ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ، حاکمیت اللہ کی ہے، حکم اور امر اللہ کا چلے گا، مگر جمہوریت کہتی ہے ان الحکم إلّا للشعب! حاکمیت اور حکمرانی عوام کی ہوگی۔ کہتے ہیں، People are the supreme power۔ مرضی اور خواہش صرف عوام کی چلے گی۔ عوام کی اس اکثریت کی خواہش چلے گی کہ جس کی سادگی کا یہ حال ہے کہ جو بھی اچھی ڈگڈگی بجائے، وہ اسی کے پیچھے چل دوڑتی ہے...... وہ اکثریت جس کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ (اگر تم زمین میں موجود اکثریت کے پیچھے چلوگے) يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ (تو تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کردے گی۔ کیوں؟ اس لیے کہ) إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ (یہ صرف گمان کے پیچھے چلتی ہے) وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ (اور اس کا کام صرف خیالی اندازے لگانا ہے)...... اب آپ لاکھ مرتبہ آئین میں اللہ کی حاکمیت کی ایک سطر لکھوا دیں، لاکھ مرتبہ اس جمہوریت کے ساتھ اسلامی کا سابقہ لگا دیں، عملاً یہاں کیا ہے؟ کس کے احکامات فیصلہ کن ہیں؟ کس کے فیصلوں کی ایک ایک سطر کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے؟ کیا یہ حیثیت اللہ کی شریعت کو حاصل ہے؟ نہیں یہ خاص ان چند افراد کو حاصل ہے جو دھونس، دھاندلی اور فریب کے ذریعے اپنے آپ کو عوام کا نمائندہ بناتے ہیں اور یہی وہ نام نہاد عوامی نمائندے پھر ہوتے ہیں کہ جن کی خواہشات جمہوریت کا ''مقدس'' آئین بناتی ہیں۔

پھر عزیز بھائیو! ایک اور نقطہ جس کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے...... وہ یہ کہ جمہوریت کو لاکھ عوام کی حکومت کہا جائے، یہ عوام کی حکومت قطعاً نہیں ہوتی بلکہ حقیقت میں یہ ان قوتوں کے غلبے کا نام ہے جو عوام کو قوت اور دجل وفریب کے ذریعے سے گمراہ کرتی ہیں۔ پاکستان میں دیکھیے، یہ قوتیں دین دشمن فوج اور لادین میڈیا کے سرمایہ داروں کی صورت میں یہاں موجود ہیں۔ فوج کے پاس لاٹھی کی قوت ہے جبکہ میڈیا کے پاس جھوٹ اور جادو کی صلاحیت ہے اور دونوں عوام کو قابو کرتی ہیں۔ لہٰذا اسمبلی میں سیٹیں اگر لینی ہوں، ایوان اقتدار کے چند روزہ مزے اگر لوٹنے ہوں یا کم از کم کرسیِ اقتدار کی دوڑ میں شامل اگر رہنا ہے تو فوج اور میڈیا کو خوش رکھنا لازم ہے۔ آج [۲۰۱۸ء کے الیکشن کی بات ہو رہی ہے] آپ کے سامنے ہے، وزیر اعظم کون بنا؟ کیسے بنا؟ کیا فوج کی لاٹھی اور میڈیا کے جادو کے بغیر یہ ڈرامہ ممکن تھا؟ [پھر ۲۰۲۲ء میں اس کو اتارا گیا تو کیسے اتارا گیا؟] اس حقیقت کا ادراک ہی ہے کہ پاکستان میں ہمارے سیاسی اہل دین حضرات بھی آج فوج اور سیکولر میڈیا کو راضی رکھنا اپنا مقصد بنائے ہوئے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ فوج کے بدترین مظالم ہوں، اس کی شریعت دشمنی کے 'عالی شان' معرکے ہوں یا سیکولر میڈیا کے حیاسوز اور اسلام مخالف حملے، ان سب کے باوجود ہمارے یہ دین دار سیاسی بھائی ان طبقات کے ساتھ راضی برضا نظر آتے ہیں۔

عزیز بھائیو!

آج پاکستان میں سیکولرز اسلامی معاشرت کو اس کی بنیادوں تک سے اکھاڑ رہے ہیں اور اسلام پر ہر جانب سے حملہ آور ہیں مگر ان کے سامنے ہمارے یہ اہل دین سیاسی بھائی سر جھکائے اپنی صفائیاں پیش کر رہے ہیں، وہ ان لادینوں کے سامنے ایسے معذرت خواہ ہیں جیسے نعوذ باللہ دینداری کی یہ پہچان ہی ان کا وہ سنگین ترین جرم ہے کہ جس کو چھپانے میں ہی کامیابی ہے۔ ان کی کوشش ہے کہ کسی طرح یہ سیکولر اور دین دشمن بھی انہیں اپنا حامی سمجھیں، یعنی جنہیں

انہوں نے دعوت دینی تھی، جن کے فساد کا انہوں نے مقابلہ کرنا تھا، اُن سے یہ آج اپنی دعوت تک چھپاتے ہیں اور ان کی ناراضگی سے بچنا اور ان کی حمایت حاصل کرنا یہ کامیابی کا راستہ سمجھتے ہیں! کچھ عرصہ قبل ایک دینی جماعت کے ایک قائد کا ایک سیکولر ادارے نے انٹرویو کیا، پوچھا گیا 'سیکولر ازم کیا ہے' تو محترم بولے، میری عوام کا مسئلہ سیکولر ازم نہیں ہے، غربت، بے روزگاری اور بنیادی ضروریات سے محرومی ہی میری عوام کا مسئلہ ہے۔ یا اللہ! یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک دینی قائد بھی یہ بات کہہ سکتا ہے! ایک وقت تھا جب سیکولر ازم اور لادینیت ہی دینی جماعتوں کے نشانے پر ہوتی تھی اور وہ اللہ سے اس دوری اور دین دشمنوں کے اس تسلط کو ہی غربت، بے روزگاری اور بدامنی کا اصل سبب بتاتے تھے۔ مگر آج حال دیکھیے کہ خود دینی جماعتوں کے قائدین سیکولر ازم کو مسئلہ تک کہنے کے لیے تیار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ قائد سے جب پاکستان میں موجود مسائل کا حل پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ''قانون کی حکمرانی، وسائل کی منصفانہ تقسیم اور کرپشن سے پاک معاشرہ'' اب یہی حل تو سیکولر جماعتیں بھی بتاتی ہیں تو پھر دینی اور سیکولر جماعتوں کے مقاصد میں کیا کوئی فرق نہیں رہا؟ افسوس میرے بھائیو! ایک دور تھا جب سیکولر ازم اور لادینیت کا خاتمہ ہی ہماری دینی جماعتوں کا ہدف ہوا کرتا تھا جبکہ آج اس جمہوریت ہی کا ثمرہ ہے کہ خود ہمارے دیندار سیکولر ازم کا شکار نظر آ رہے ہیں، اور افسوس کہ یہ تمام تر مداہنت بھی دین کی نصرت کے نام پر ہو رہی ہے، اس تمام تر باطل سیاست کے لیے بھی اصطلاح ''دعوتی مصلحت'' استعمال ہو رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ جس مصلحت کی یہاں بات ہو رہی ہے اس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں اس مقام پر تفسیر فی ظلال قرآن کے شہید مفسر سیّد قطب رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرنا ان شاء اللہ فائدے سے خالی نہیں ہو گا، آپ رحمۃ اللہ علیہ شرعی حدود و قیود سے آزاد ایسی دعوتی مصلحت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

> ''دعوت کی مصلحت، نامی یہ اصطلاح داعی کو اپنی لغت سے مٹانی چاہیے اس لیے کہ یہیں سے شیطان وار کرتا ہے، یہاں سے وہ داعی کو پھسلاتا اور گراتا ہے، یہیں سے شیطان اسے دعوت اور دین کے فائدہ کے نام پر در حقیقت شخصی مفاد اور مصالح کا راستہ دکھاتا ہے، یوں دعوت کی مصلحت ایسے بت میں تبدیل ہو جاتی ہے جس کی پھر یہ دیندار عبادت کرتے ہیں جبکہ وہ اصل دعوت اور واضح منہج کو کہیں بھول جاتے ہیں، داعیان دین پر لازم ہے کہ وہ اس دین کی دعوت کے اس اصل راستے کے ساتھ جڑیں جو اللہ نے بھیجا ہے، ان پر واجب ہے کہ بس وہ اس منہج پر گامزن رہیں اور یہ نہ دیکھیں کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ اس لیے کہ بدترین خطرہ جو اس راستے میں آ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ داعی دعوت کے صحیح منہج سے منحرف ہو جائے، یہ انحراف ہی اصل تباہی ہے چاہے یہ بڑا ہو یا چھوٹا اور چاہے جس وجہ سے بھی ہو۔ اس لیے کہ دعوت کا فائدہ اور نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے، داعی کو اللہ نے ایسے کسی فائدے کا پابند نہیں کیا ہے جس کا اللہ نے اسے حکم نہ دیا ہو، داعی کو اللہ نے ایک ہی بات کا مکلف اور پابند کیا ہے اور وہ یہ کہ دعوت کے اصل راستے سے منحرف نہ ہو اور ایک لمحے کے لیے بھی اس سے جدا نہ ہو!''

جمہوری سیاست اہل دین کی طاقت کا سبب ہے یا...... کمزوری کا؟

عزیز بھائیو!

ہمارے دینی سیاسی حلقوں کا موقف ہے کہ انتخابی سیاست نے انہیں تقویت دی ہے۔ وہ دلیل دیتے ہیں کہ قرار داد مقاصد اگر یہاں پاس ہوئی ہے، قادیانیوں کو اگر کافر قرار دیا گیا ہے اور ۷۳ء کا آئین وجود میں آیا ہے، کہ جس میں اللہ کی حاکمیت کا اقرار کیا گیا ہے اور یقین دہانی بھی دی گئی ہے کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنے گا، تو یہ سب کارنامے انتخابی سیاست کا ثمرہ ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اول تو یہ سب کارنامے نہیں ہیں بلکہ یہ اس نظام کے دجل پر مبنی نمائشی اقدامات ہیں، اس لیے کہ ان تمام تر اقدامات کے باوجود نفاذ شریعت کی طرف کوئی ایک قدم آگے نہیں بڑھایا جا سکا، بلکہ عملاً ہم وہاں سے بھی کہیں پیچھے چلے گئے ہیں جہاں سے سفر شروع ہوا تھا۔ کیوں......؟ اس لیے کہ پاکستان کی تاریخ اور اس کی موجودہ صورت حال شاہد ہے کہ ان اقدامات کے سبب اہل دین کی قوت تحلیل ہوئی ہے، انہیں جمہوری بھول بھلیوں میں پھنسایا گیا ہے، منکرات روکنے اور معروف رائج کرنے کے میدان میں وہ آج مکمل طور پر غیر مؤثر بن گئے ہیں اور باطل کی سطوت اور غلبے میں پہلے سے کہیں زیادہ اضافہ ہوا ہے۔

عزیز بھائیو و بزرگو! پہلے ان اقدامات کے نمائشی ہونے پر بات کرتے ہیں۔ قرارداد مقاصد کو لیجیے اس میں کہا گیا ہے کہ حاکمیت اللہ کو حاصل ہے اور کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بنے گا مگر ۵۶ء، ۶۲ء اور پھر ۷۳ء کے آئین بناتے وقت اور بعد میں اس میں ترامیم کے دوران قرآن و سنت کی طرف التفات ہی نہیں کیا گیا، کئی اہم شقیں قرآن و سنت کے صریح خلاف ہیں، پھر کئی شقیں ایسے چور دروازے فراہم کرتی ہیں کہ جن کے نتیجے میں یہاں ایسا نظام قانون رائج ہے کہ جو لادینیت کو تحفظ فراہم کرتا ہے اور اسلامی شقوں کو عملاً غیر مؤثر کرتا ہے۔ جب اس تضاد کا سبب پوچھا گیا؟ تو جواب ملا...... کہ یہ قرار داد مقاصد اور اسلام مخالف شقیں سب برابر حیثیت کی ہیں، کوئی ایک دوسری کو ختم نہیں کر سکتی، کسی ایک کو دوسری شق پر برتری حاصل نہیں ہے، ہر دو قسم کو پارلیمنٹ کی دو تہائی اکثریت نے پاس کیا ہے اور پارلیمنٹ کی دو تہائی اکثریت ہی تبدیلی لانے کا حق رکھتی ہے! گویا کیا جائز ہے اور کیا ناجائز، کیا حلال ہے اور کیا حرام اس کا فیصلہ پارلیمنٹ کرتی ہے۔ اس کا اس کے علاوہ کیا مطلب ہے کہ یہاں اللہ کی حاکمیت نہیں ہے، شریعت کی حاکمیت نہیں ہے بلکہ دو تہائی پارلیمنٹ کی حاکمیت ہے۔ اللہ کے احکامات کو ماننے اور انہیں نافذ کرنے کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ یہ اللہ کے احکامات ہیں بلکہ

اس کے لیے اراکین اسمبلی کی رضامندی ضروری ہے، اگر تو ان کی خواہشِ نفس پر وہ پورے اترے، اور ان کی طرف سے ان احکامات کو سندِ منظوری عطا ہوئی تو ٹھیک ہے قانون بن جائے گا ورنہ شریعت کے مقابل ان نام نہاد عوامی نمائندوں کی خواہش ہی یہاں حاکم ہو گی۔ قادیانیوں کا معاملہ دیکھیے، قادیانی زندیق ہیں، اسلام کے نام پر اپنا کفر پھیلاتے ہیں اور شرعاً انہیں اسلامی ملک میں رہنے کا کوئی حق نہیں مگر یہاں انہیں کافر قرار دیا گیا اور اقلیتوں کے حقوق سے نواز کر ان کی بھرپور حفاظت کی گئی۔ آج وہ اپنے علاوہ سب کو کافر کہتے ہیں، اہم حکومتی مناصب پر فائز ہیں اور کھلم کھلا اپنا یہ کفر اسلام کے نام پر پھیلا رہے ہیں۔ غرض یہ تمام اقدامات دراصل اسلام کے ساتھ مذاق اور اہل دین کے ساتھ دھوکہ ہیں اور اس دھوکے کا مقصد اس کے سوا کوئی نہیں کہ اس کے ذریعے سے اہل دین کو نظام باطل کا وفادار و محافظ بنایا جائے اور نفاذ اسلام اور منکرات روکنے کی کسی بھی سنجیدہ تحریک سے انہیں روک دیا جائے۔

عزیز بھائیو! یہ حقائق ہیں مگر بات آگے بڑھانے کی خاطر...... اگر بالفرض ہم مان بھی لیں کہ یہ اہل دین کی فتوحات ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا یہ فتوحات آپ کو انتخابی سیاست نے دی ہیں؟ آپ نے زیادہ ووٹ لیے، تو آئین ان شقوں سے مزین ہوا، یا معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ برائے نام تبدیلیاں بھی اس وقت آپ لا سکے جب آپ عوام کو نہی عن المنکر کے عنوان سے سڑکوں پر لے آئے، انہوں نے نفاذ شریعت کی خاطر گولی اور لاٹھی کھائی اور حکمرانوں کے راستے میں وہ رکاوٹ بنے۔ ان کامیابیوں کا باعث پارلیمنٹ میں آپ کی عددی قوت نہیں تھی، بلکہ پارلیمنٹ سے باہر آپ کی یہ احتجاجی مزاحمت ہی تھی کہ جس سے حکمران طبقہ کچھ دو کچھ لو پر مجبور ہوا۔ قرارداد مقاصد جب ۱۹۴۹ء میں پاس ہوئی تو اس وقت آپ کی کتنی سیٹیں تھیں؟ اس وقت تو دستور ساز اسمبلی میں آپ کے پاس صرف ایک سیٹ تھی۔ ۱۹۷۳ء کا آئین بنا تو اس وقت آپ کی جماعتیں بدترین شکست سے دوچار تھیں، اس وقت نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے نام سے آپ نے نہی عن المنکر کی جو تحریک چلائی تھی اس کا خوف ہی تھا کہ آئین میں یہ اسلامی دفعات شامل کی گئیں...... اور یہ دفعات کس کے ہاتھوں شامل ہوئیں؟ کس نے ۷۳ کا یہ نام نہاد اسلامی آئین منظور کروایا؟ اس دھوکے کی 'سعادت' اس وزیر اعظم اور اس کی پارٹی کو حاصل ہے جس کی دین دشمنی اور مکاری پر آپ سب متفق ہیں۔ اس طرح قادیانیوں کو جب کافر قرار دیا گیا تو اس وقت پارلیمنٹ میں آپ کی کتنی تعداد تھی؟ اس وقت آپ کی تعداد برائے نام تھی، مگر آپ کا مطالبہ مانا گیا، اسمبلی کے اندر آپ کے نظریاتی و سیاسی مخالفین نے آپ ہی کے حق میں ووٹ ڈالے۔ اب آپ بتائیں، ان مخالفین نے آپ کی حمایت کیوں کی؟ کیوں آپ کے سامنے یہ گھٹنے ٹیکے گئے؟ گھٹنے جو ٹیکے گئے...... تو یہ "ختم نبوت" تحریک کے سبب اور "ختم نبوت" کی تحریک بیلٹ بکس کی تحریک نہیں تھی، یہ صندوقچیوں میں کاغذ ڈلوانے کی مہم نہیں تھی، بلکہ یہ نہی عن المنکر کی تحریک تھی، یہ وہ تحریک تھی جس میں عوام نے قربانی دی، خون پیش کیا اور ایک ایک دن میں کئی مسلمان شہید ہوئے۔

دوسری طرف اس کا الٹ دیکھیے، ایک وقت ایسا بھی آیا جب آپ کے پاس اپنی تاریخ کی سب سے زیادہ سیٹیں تھیں، ۲۰۰۲ء کے الیکشن میں آپ نے قومی اسمبلی کی ۶۳ سیٹیں حاصل کیں، سرحد میں مکمل طور پر آپ کی حکومت تھی اور بلوچستان کی حکومت آپ کی شراکت کے سبب قائم تھی۔ یہ ایسی فتح تھی جو نہ پہلے کبھی ملی، اور نہ آئندہ اس کا امکان ہے۔ اب اس وقت نفاذ اسلام کی طرف آپ نے کون سی پیش رفت کی؟ کیا کوئی ایک قانونی اور آئینی اصلاح آپ کر سکے؟

سچ یہ ہے کہ یہ کامیابی بھی آپ کو افغانستان پر امریکی حملے اور امارت اسلامیہ کے سقوط کے سبب ملی تھی، عوام سراپا احتجاج تھی، سرحد، قبائل اور بلوچستان کی عوام میں غم و غصہ تھا اور ان حالات میں جرنیلوں کے لیے پاکستان کی زمین پر امریکہ کی خدمت آسان نہیں تھی، لہٰذا اس احتجاج کو ٹھنڈا کرنا ضروری تھا، اسی فضا میں یہ الیکشن ہوا، اس میں طالبان طرز کی حکومت قائم کرنے کے وعدے کیے گئے اور عوام نے بھی اس نعرے پر آپ کی حمایت کی لیکن جب آپ ایوانوں میں پہنچے تو احتجاج پھر احتجاج نہیں رہا، ان پانچ سالوں میں پھر حکومت اور فوج نے بدترین جرائم کیے، جس پارلیمنٹ میں آپ کی بڑی تعداد تھی، اس میں حقوق نسواں کے تحفظ کے نام سے وہ بل پاس ہوا جسے خود آپ نے زنا بل کا نام دیا اور جس کی بدولت زنا بالرضا عملاً کوئی قانونی جرم نہیں رہا، اسی دوران بدکاری، فحاشی اور دین بیزاری کو میڈیا میں ترویج ملی، لبرل ازم اور روشن خیالی کے مظاہرے ریاستی سرپرستی میں ہونے لگے، پاکستانی فوج امریکہ کی دست و بازو بنی، یہاں ہر اہم شہر میں سی آئی اے کے مراکز قائم ہوئے، شہر شہر امریکیوں کے ہاتھوں اہل دین کی گرفتاریاں ہونے لگیں، پاکستان سے افغانستان پر ۵۷ ہزار فضائی حملے ہوئے، نصرت جہاد کے جرم میں قبائلی مسلمانوں پر آگ و بارود کی بارش شروع ہوئی، نیٹو کنٹینرز ہماری سڑکوں سے ہماری حفاظت میں افغانستان جانے لگے، لال مسجد کا وہ اندوہناک واقعہ ہوا جس میں ہماری بہنیں اور بیٹیاں فاسفورس بموں سے جلائی گئیں، مگر اس سب کچھ کے راستے میں کیا آپ کوئی ایک رکاوٹ کھڑی کر سکے؟ ایک مکمل خاموشی تھی، کیوں؟ سبب واضح ہے، پارلیمنٹ کی یہ سیٹیں تھیں جو ہاتھوں کی ہتھکڑیاں اور پاؤوں کی بیڑیاں ثابت ہوئیں۔ وزارتوں اور سیٹوں کے سبب زبانوں تک پر تالے لگ گئے۔ یوں منکر روکنے اور باطل کے سامنے ڈٹنے کی جو طاقت تھی وہ باطل کے سامنے مداہنت، پھر مفاہمت اور بالآخر تعاون میں تبدیل ہو گئی......

یہ اس جمہوری راستے کے حقائق ہیں اور ان جیسے دیگر سب حقائق واضح کرتے ہیں کہ اہل دین کی طاقت جمہوری سیاست میں بالکل نہیں ہے، جمہوری سیاست وہ قوت دیتی نہیں بلکہ چھینتی ہے جس سے دین کا دفاع ہو اور بے دینوں اور دین دشمنوں کا راستہ روکا جا سکے۔ اس کے برعکس عوام کو نیکی کے دفاع میں اٹھانا، منکر کے راستے میں حائل کرنا اور انہیں قربانی کے بے لوث جذبے سے سرشار رکھنا یہ وہ عمل ہے جو دینی جماعتوں کو بغیر کسی شک و شبہ کے طاقت بخشتا ہے۔

عزیز بھائیو!

پھر دنیا بھر کی تاریخ دیکھیے، یہ ایک حقیقت ہے کہ جمہوریت کے اندر انتقال اقتدار ہوتا ہے، افراد کے چہرے تو بدل جاتے ہیں مگر اس سے جبر و قوت پر مبنی پہلے سے مسلط نظام بھی تبدیل ہو، یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ نظام کی تبدیلی، یعنی اوپر سے لے کر نیچے تک مکمل ایک نیا نظام لایا جائے اور پہلے سے مسلط طبقات اور افکار سے چھٹکارا حاصل ہو، یہ ووٹوں کی گنتی سے نہ کبھی ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے، اس کے لیے ایک ایسی قوت درکار ہوتی ہے، ایسی طاقت جمع کرنی ہوتی ہے جو باطل کے تسلط کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔ اسلامی تاریخ آپ کے سامنے ہے، سیرت ہمارے لیے نمونۂ عمل ہے، مشرکین مکہ جب حق کی مخالفت پر ڈٹے رہے اور غلبۂ اسلام کی راہ میں رکاوٹ تھے تو آپ ﷺ نے بالغ رائے دہی سے مکہ پر فتح نہیں پائی، آپ ﷺ نے مدینہ میں قوت جمع فرمائی، بدر و احد سے گزرے اور آخر کار فتح مکہ کا وہ موقع آیا جب رکاوٹ ہٹ گئی اور لوگ جوق در جوق پھر اسلام میں داخل ہوئے۔

عزیز بھائیو! تکوینی اصول ہے کہ مخالف قوت کا مقابلہ قوت سے ہوتا ہے، اللہ نے امور کائنات چلانے کے لیے یہی اصول مقرر کیا ہے اور یہ مسلمان اور کافر سب کے لیے ایک اصول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم کفر میں بھی جو بڑی تبدیلیاں آئی ہیں، یہ خالی خولی افکار یا پر امن جد و جہد سے نہیں آئیں، افکار کے ساتھ قوت جب استعمال ہوئی تو رکاوٹیں ہٹیں اور تبدیلی آئی۔ انقلابِ فرانس کو دیکھیے، یہ وہ واقعہ ہے کہ جس سے وہاں جمہوری نظام قائم ہوا۔ مگر کیا یہ جمہوری نظام بھی ووٹوں کی گنتی سے لایا گیا؟ کیا عدم تشدد کی پالیسی کے سبب یہ تبدیلی آئی؟ نہیں، مسلط طبقات کے ساتھ ٹکرایا گیا، جانیں دی گئیں اور تب کہیں جا کر نیا نظام قائم ہوا۔ ہمارے پڑوس میں رافضی انقلاب بھی آپ کے سامنے ہے، یہاں بھی ووٹوں کی گنتی سے پچھلا نظام نہیں ہٹا، بلکہ یہ قوت تھی، انقلاب تھا کہ جس کے سبب تبدیلی آئی۔

ہمارا پاکستانی نظام اگر وجود میں آیا ہے تو یہاں سن ۴۷ء میں ووٹوں کی گنتی سے یہ قائم نہیں ہوا، ۴۷ء میں نظام بدلا ہی نہیں ہے بلکہ پہلے سے قائم نظام کے اندر انتقال اقتدار ہوا ہے، اس سال محض چہرے بدلے ہیں، نظام وہی کا وہی رہا، فوج، تعلیم، سیاست اور قانون سارا نظام وہی انگریزی رہا۔ نیا نظام اگر برصغیر میں قائم ہوا ہے تو یہ انگریزوں نے قائم کیا ہے، اور انگریز نے افہام و تفہیم، مذاکرات یا پر امن ذرائع سے اپنا نظام قائم نہیں کیا۔ اس نے قوت و طاقت کا استعمال کیا، بندوق اور بارود سے ہر اس رکاوٹ کو گرا پھینکا جو اس کے راستے میں حائل ہوئی اور تب کہیں جا کر اپنا نظام ہمارے اوپر مسلط کر سکا۔ لہٰذا مقصد ہمارا یہ ہے کہ یہ عقل، تاریخ اور اسلام ہر پیمانے سے بالکل غلط بات ہے کہ جبر و طاقت کی بنیاد پر کوئی باطل نظام مسلط ہو، پھر وہ جمہوری جد و جہد کے ذریعے تبدیل ہو اور اس کی جگہ اس کا بالکل الٹ رحمانی عدل پر مبنی اسلامی نظام قائم ہو۔

عزیز بھائیو! اب ایسے میں آپ کا کوئی خیر خواہ آپ کو نظام باطل ہی کی کھینچی گئی ان لکیروں پر حرکت کرنے، جمہوریت ہی کے ساتھ چمٹنے اور اسی کے ساتھ وفادار رہنے کی تاکید اگر کرتا ہے، تو انتہائی معذرت کے ساتھ ہم عرض کریں گے کہ ایسے ناصحین اس نظام باطل کی عظمت اور غلبے کو ایک مسلم حقیقت کے طور پر تسلیم کر چکے ہیں اور ہمیں خدشہ ہے کہ ان کے دلوں میں خیر کے فروغ اور شر کی روک تھام کا عزم بھی شاید اب نہیں رہا ہے، یہ عزم اور ارادہ اگر ہوتا تو حقائق تسلیم کیے جاتے اور بصیرت و بصارت کی بنیاد پر صحیح راستہ اپنایا جاتا۔

مطلوب اور آسان راہ عمل......!

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے: وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا (اور ان سے کہو کہ) ''یہ میرا راستہ سیدھا ہے'' (یعنی یہ اسلام کا راستہ، یہ شریعت کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے) فَاتَّبِعُوهُ ''پس اسی پر چلو'' وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ''اور دوسرے راستوں پر مت چلو ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے الگ کر دیں گے'' ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ ''یہ وہ باتیں ہیں جن کی تمہیں تاکید کی جاتی ہے'' لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ''تاکہ تم متقی بنو''...... رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ'' میں نے تمہیں روز روشن کی طرح واضح راستے پر چھوڑا'' لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا ''اس کی رات، اس کے دن کی طرح روشن ہے''۔ میرے عزیزو! اللہ کا دین، اللہ کی شریعت اور اس شریعت کے مطالبے اور تقاضے سب واضح ہیں...... یہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں، اب اللہ کے اس دین میں، اس کی اس شریعت میں اس جمہوری سیاست کی کیا کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ پھر اس جمہوری سیاست کے جو عواقب ہیں، وہ عواقب جن کے ہمارے اہل دین یہاں شکار ہیں اور پوری قوم جن کا خمیازہ بھگت رہی ہے، کیا یہ دین ان کا متحمل ہو سکتا ہے؟ ہمارا موقف آپ جانتے ہیں۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود بھی اگر کوئی ہم سے موافقت نہیں کرتا تو ان کی خدمت میں ہماری گزارش ہو گی کہ ''اسْتَفْتِ قَلْبَكَ'' اپنے دل سے پوچھیے، ''وَاسْتَفْتِ نَفْسَكَ'' اپنے آپ سے فتویٰ مانگئے، کیا آپ کو یقین ہے کہ یہی سیاست اور آپ کی یہی جد و جہد اسلام کو مطلوب ہے؟ کیا اسی پر چل کر اللہ کا دین غالب ہو گا اور دین دشمن اسی سے مغلوب ہوں گے؟ کیا آپ مطمئن ہیں کہ اسی پر چلتے ہوئے اللہ کی شریعت پر عمل ہو رہا ہے؟ واللہ اعلم، کیسے کسی کا دل مطمئن ہو سکتا ہے اور جب دل مطمئن نہیں ہو تو ایسے مشتبہ امور کے بارے میں آپ ﷺ کا فرمان ہے: وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ (گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے) وَإِنْ أَفْتَاكَ عَنْهُ النَّاسُ (اگر چہ فتوی دینے والے تمہیں اس کے جائز ہونے کے فتاویٰ بھی دیں) اور آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے: دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مالا يُرِيبُكَ (جو تمہیں شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو اور جس کے صحیح ہونے پر تمہیں یقین ہو اسی کو پکڑو!)، لہٰذا آپ بھائیوں سے ہماری پہلی گزارش یہی ہے، کہ اس جمہوریت کے حقائق و عواقب اور شریعت کے مطالبات و تقاضے سب سامنے رکھ کر اپنا محاسبہ کیجیے، اس لیے کہ ہم سب نے اس

دن کی طرف آگے بڑھنا ہے کہ جس کے بارے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ”اس دن انسان کہے گا کہ ہے کوئی ایسی جگہ جہاں وہ بھاگ جائے؟“ كَلَّا لَا وَزَرَ ”نہیں پناہ کی کوئی جگہ نہیں ہو گی“ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ اِلْمُسْتَقَرُّ ”اس دن تمہارے رب کے سامنے ہی ٹھہرنا ہو گا“ (اسی کے سامنے ہی کھڑا ہونا ہو گا) يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ”اس دن انسان کو بتلایا جائے گا کہ اس نے کیا اعمال آگے بھیجے ہیں اور کیا پیچھے چھوڑے ہیں“ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ”بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب اچھی طرح جانتا ہے“ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ”اگرچہ وہ جتنے بھی بہانے بنائے“...... لہٰذا عزیز بھائیو! ہم میں سے ہر ایک اپنی آخرت کا سوچے، ہر ایک نے جب اللہ کے سامنے اکیلے کھڑا ہونا ہے تو یہاں تنہا اپنی نجات کا پہلے سوچے اور اس کے بعد پھر اپنی اولاد، ساتھیوں اور قائدین کی فکر کرے۔

اگلی بات یہ ہے عزیز بھائیو اور بزرگو!

کہ جب ہم جمہوری سیاست پر رد کرتے ہیں، اور اسے چھوڑنے پر زور دیتے ہیں تو فوراً کہا جاتا ہے کہ یہ استطاعت سے بڑھ کر بوجھ اٹھانا ہے اور یہ مجاہدین ہتھیار اٹھا کر اپنا ہی سر پھوڑنے کا ہمیں درس دیتے ہیں۔ تو سوال یہ ہے میرے محترم بھائیو! کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ قوت، ظلم اور جاہلیت پر مبنی طاقت کا مقابلہ کبھی اس کے سامنے جھکنے سے نہیں ہوا؟ باطل کی کھینچی گئی لکیروں پر حرکت کرنے اور اس کے قوانین کا وفادار رہنے سے باطل کا تسلط کبھی ختم نہیں ہوا۔ جاہلیت کے مقابل اسلام کا دفاع اور اس کا غلبہ جاہلیت ہی کے ساتھ سمجھوتہ کرنے اور اس کے شروط قبول کرنے سے اگر ہوتا تو یہ جہاد فرض نہ ہوتا، وقاتلوهم حتى لاتكون فتنة اور كتب عليكم القتال سمیت یہ سینکڑوں آیات جہاد نازل نہ ہوتیں اور رسول اللہ ﷺ دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ ہجرت و جہاد کے راستے پر نہ نکل پڑتے، لہٰذا عزیز بھائیو! واللہ وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو طواغیت عصر کی آنکھوں کا کانٹا بنتے ہوں اور اللہ کی پکار ”انفروا خفافا وثقالا“ پر لبیک کہہ کر میدان جہاد میں اترتے ہوں، مگر ایسے میں یہاں کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم میں استطاعت نہیں ہے اور استطاعت سے بڑھ کر بوجھ کب کوئی کسی پر ڈال سکتا ہے؟ تو یہاں میرے بھائیو ایک سوال عرض کرتا ہوں...... اگر بالفرض باطل کے خلاف لڑنے کی قوت ہم میں نہ ہو تو کیا پھر باطل کا سپاہی بننے اور اس کے رنگ میں رنگنے کی یہاں کوئی گنجائش موجود ہے؟ کیا ضعف اور کمزوری کے اس وقت میں نظام باطل کے وفادار بننے اور جاہلیت ہی کا علم بردار رہنے کی یہ دین اجازت دیتا ہے؟ کیا یہاں بس دو ہی راستے بچتے ہیں، اس نظام باطل کے خلاف ہتھیار اٹھاؤ اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو پھر نظام باطل ہی کا ہتھیار بن جاؤ، اس سے بھرپور فوائد سمیٹو، اس کے نغمے گاؤ، اس کے پیچھے اس کی گمراہی میں چلو اور اس کے دفاع، اس کی تقویت اور اس کی ترقی میں پھر اپنا بھرپور حصہ ڈالو! نہیں میرے عزیزو، ایسا قطعاً نہیں ہے، اللہ کا دین یہ نہیں ہے۔ اللہ کا دین طاغوت سے براءت اور باطل کے ساتھ عداوت کا درس دیتا ہے، یہ دین جتنی استطاعت ہو اس کے مطابق ظلم و کفر کی مخالفت کو فرض قرار دیتا ہے، یہ دعوت الی الخیر کا دین ہے، یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دین ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: سَيَكُوْنُ أُمَرَاءُ مِنْ بَعْدِي ”میرے بعد ایسے حکمران آئیں گے“ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ، وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ، ”جو کہیں گے وہ کریں گے نہیں اور جو کریں گے اس کا انہیں حکم نہیں ہو گا، گویا ریاست مدینہ قائم کرنے کا راگ تو الاپتے ہوں گے، اياك نعبد واياك نستعين کہہ کر سادہ لوح عوام کی آنکھوں میں دھول تو جھونکتے ہوں گے مگر حقیقت میں یہ اسلام کی جڑیں اکھاڑیں گے، اسلام کی جگہ لبرل ازم اور لادینیت کو رائج کرنا ان کا ہدف ہو گا۔ پاکستان کے یہ بلاشرکت غیرے بادشاہ یہ جرنیل اور ان کے اشاروں پر چلنے والے یہ مداری اور کٹھ پتلی حکمران آپ کے سامنے ہیں! کیا یہ اس حدیث کے مصداق نہیں ہیں؟ آگے آپ ﷺ نے فرمایا: فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، ”پس جس نے ان کے خلاف ہاتھ سے جہاد کیا، یعنی ان کے خلاف قتال کے میدان میں اترا تو وہ مؤمن ہے“ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، ”اور جس نے ان کے خلاف زبان سے جہاد کیا تو وہ مؤمن ہے، یعنی جس نے قلم و بیان سے ان کے چہروں کا نقاب اتارا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا، ان کے باطل کا راستہ روکا اور ان کے خلاف کھڑے ہونے کی دعوت دی تو وہ مومن ہے“ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، ”اور جس نے ان کے خلاف دل کے ذریعے سے جہاد کیا تو وہ مؤمن ہے“ لا إِيمَانَ بَعْدَهُ ”اس کے بعد کوئی ایمان نہیں!“ اس جہاد بالقلب کا مطلب وہ نفرت ہے جو دین سے بیزار، اللہ کے ان دشمنوں سے کسی قسم کا مفاد لینے پر آمادہ نہ کرے، بلکہ جو موالات چھوڑنے اور تعاون ختم کرنے کے لیے انہیں تیار کر دے۔ یہ نفرت وہ قلبی جہاد ہے جو بالآخر ایک عظیم الشان انقلابی اور جہادی تحریک بن کر اٹھتی ہے اور پھر ظلم و فساد کی تمام رکاوٹوں کو اپنے ساتھ بہالے جاتی ہے۔

لہٰذا عزیز بھائیو!

یہ دین آسان ہے، یہ انسانوں کے رب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانوں ہی کے لیے بھیجا ہے۔ یہ سراسر رحمت والا دین ہم پر وہ بوجھ کبھی نہیں ڈالتا جو ہم اٹھا نہیں سکتے ہوں، اللہ کے ہاں جو ہماری استطاعت میں ہو، صرف اسی کا پوچھا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی حفاظت اور اس کے غلبے کا راستہ اللہ کے دین نے ’دعوت و جہاد‘ بتایا ہے، دعوت و جہاد کا یہ راستہ ایک مکمل پیکیج اور ایک مکمل منہج کا نام ہے۔ اس دین کو ظلم و فساد ختم کرنا، اللہ کی حاکمیت قائم کرنا اور انسانوں کی دنیا و آخرت میں سرخ روئی مقصود ہے اور اس کا راستہ اس نے دعوت، اعداد (یعنی تیاری)، ہجرت اور قتال بتایا ہے۔ یہ اول سے لے کر آخر تک غلبۂ دین کے سفر کا پورا نقشہ بتاتا ہے، یہ نقشہ مکمل طور پر شریعت پر مبنی نقشہ ہے۔

یہ غیر اللہ سے منہ موڑنے، اللہ اور صرف اللہ ہی کی طرف رخ رکھنے اور اللہ ہی کی طرف بلانے کا راستہ ہے، یہ ہر طاغوت سے براءت کرنے، اللہ پر یقین و توکل کرنے اور شریعت کی اتباع کا

راستہ ہے، یہ راستہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے عبارت ہے، اللہ کے دین اور اللہ کے بندوں کے بیچ ظالموں نے جو رکاوٹیں کھڑی کی ہیں، جو پردے حائل کیے ہیں، یہ ان رکاوٹوں اور پردوں کو تلوار کے زور سے ہٹانے اور چاک کرنے کا راستہ ہے...... یہ وہ راستہ ہے کہ جس دم یہ امت اس سے ہٹ گئی تو اس کی وحدت نہیں رہی، امن و امان اس کے نصیب میں نہیں رہا اور اس کی عزت خاک میں مل گئی اور یہی وہ راستہ ہے کہ جس وقت اس کی طرف یہ امت دوبارہ لوٹے گی، تو اللہ کا دین مغلوب نہیں رہے گا، امت کی یہ ذلت اور رسوائی باقی نہیں رہے گی اور اللہ کے اذن سے اس وقت خلافت علی منہاج النبوۃ کا وہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو گا کہ جس کی خوشخبری اللہ کے نبی ﷺ نے دی ہے۔ دعوت و جہاد کا یہ منہج ایک جامع منہج ہے، اس میں ہر ضعیف اور ہر صاحب استطاعت کے لیے عمل کا موقع اور میدان موجود ہے اور یہ سب اہل ایمان کو ایک ترتیب اور ایک نظم دے کر ایک ہی منزل کی طرف سفر پر منظم اور متحد کرتا ہے۔ یہاں دعوت و قتال ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں، تعلیم و تعلم یا تزکیۂ نفس بھی قتال کے راستے میں رکاوٹ نہیں ہے بلکہ سب ایک دوسرے کے محتاج، ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں، ہاں قتال کی استطاعت اگر نہ ہو، یا میدان قتال میں اترنے کا موقع اور حالات اگر نہیں بنتے ہوں تو یہ دعوت کے ساتھ قتال کی تیاری (یعنی اعداد) پر زور دیتا ہے...... گویا اللہ کا یہ دین موجود قوت کے استعمال اور مزید قوت جمع کرنے کا راستہ تو دکھاتا ہے مگر ضعیف کو باطل کی عظمت تسلیم کرنے، اس کے گُن گانے اور اس سے فوائد سمیٹنے کی اجازت کبھی نہیں دیتا۔ یہاں جہاد کا ارادہ ہو مگر اس کی استطاعت اگر نہ ہو، تو ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھا جاتا بلکہ جہاد کی تیاری کی جاتی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً ”اگر یہ جہاد میں نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے تیاری بھی ضرور کرتے“ علماء و فقہاء نے واضح کیا ہے کہ جہاد فرض عین ہو اور اس کی استطاعت نہ ہو، تو پھر اعداد و تیاری فرض رہتی ہے، تاکہ مطلوب قوت حاصل ہو۔ گویا ظالم کے ہاتھ روکنے کی قوت اگر نہ ہو تو اس کا حامی اور دست و بازو بننا اس دین کو منظور نہیں ہے۔ یہ وقت کے ابوجہل کے ساتھ اس کے (پارلیمنٹ) دار الندوہ میں بیٹھنے، اس کی قانونی برتری قبول کرنے اور اس سے فوائد سمیٹنے کی اجازت کبھی نہیں دیتا، بلکہ یہ دین اس سے جدا ہو کر اس کے مقابلے کے لیے قوت اکٹھا کرنے کا راستہ دکھاتا ہے۔ یہ ہدایت سے محروموں کو نہایت دل سوزی کے ساتھ، ہمدردی اور حکمت کے ساتھ دعوت کا راستہ بتاتا ہے مگر جو بدنصیب دین دشمنی پر مصر ہوں، جو اللہ کی راہ میں حائل، اللہ کے بندوں کو اللہ سے دور کرنے والے ہوں، ان کے ساتھ تعلق ختم کرنے اور آخری حد تک دشمنی رکھنے کا سبق دیتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ابراہیم علیہ السلام کی سیرت نمونۂ عمل کے طور پر بتاتے ہیں، فرماتے ہیں: قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ ”تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ عمل ہے“ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ جب آپؑ اور آپؑ کی قوم نے (اللہ کی باغی) اپنی قوم کو مخاطب کیا إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ ”ہم تم سے اور تمہارے ان خداؤں سے براءت کرتے ہیں“ كَفَرْنَا بِكُمْ ”تمہارا انکار کرتے ہیں“ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ ”ہمارے اور تمہارے درمیان اس وقت تک کے لیے دشمنی اور نفرت ہو گی جب تک کہ تم فقط اللہ پر ایمان نہیں لاتے“۔ یہی وجہ ہے میرے بھائیو، کہ آپ ﷺ نے اللہ کی خاطر محبت کرنے، اللہ ہی کی خاطر نفرت کرنے، اس دین کی خاطر جڑنے اور اسی ہی کی خاطر جدا ہونے کو ایمان کی اہم ترین اور مضبوط ترین کڑی کا نام دیا اور ظاہر ہے اس کڑی میں اگر کمزوری آتی ہے یا یہ ٹوٹ جاتی ہے تو پورا دین خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

عزیز بھائیو!

آج جہاد فرض عین ہے، اللہ کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے آزاد کرنے اور رحمانی شریعت، رحمانی عدل یہاں نافذ کرنے کے لیے یہ جہاد آج بلاشبہ ایک شرعی فریضہ ہے، لیکن عزیز اہل دین بھائیو! اگر آپ موجودہ حالات کو یہاں پاکستان میں اسلحہ اٹھانے کے لیے موزوں نہیں سمجھتے ہیں یا یہاں جہاد کرنے کی آپ میں استطاعت نہیں ہے، تو ہم بھی آپ سے وہ بوجھ نہیں اٹھوائیں گے جو آپ اٹھا نہیں سکتے ہوں، لہٰذا قتال اگر بس میں نہیں ہے تو آپ نہ کریں مگر اس قتال کی تیاری بھی فرض ہے، اس فرض کو تو ادا کیجیے۔ پھر اللہ کی طرف بلانے کی دعوت، اس نظام باطل کے خلاف دلوں کے اندر نفرت اتارنے کی دعوت، اللہ کے لیے دوستی اور اللہ ہی کے لیے دشمنی رکھنے کی دعوت، ہر معاملے میں شریعت کی حاکمیت اور شریعت ہی کی اتباع کی طرف بلانے کی دعوت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ڈٹنے کی دعوت اور خالص شرعی اسلامی امارت قائم کرنے کے لیے تحریک اٹھانے کی دعوت، ان تمام امور کی دعوت دینا بھی فرض ہے، اس دعوت کا تو حق ادا کیجیے۔

اس دعوت اور اعداد میں کون سا فرض ہے جو آپ کے بس میں نہیں ہے! ان میں کون سا عمل ہے جو آپ کو غیر شرعی لگتا ہے؟ یہ سب شرعی اعمال ہیں، سب کے اوامر آپ نے قرآن و سنت میں پڑھے ہیں اور آپ ﷺ کی سیرت کا ہر ہر لمحہ ان اعمال کی اہمیت اور فرضیت پر شاہد ہے۔ پھر ان میں کون سا عمل ہے جو مشکل ہو؟ کیا اس نظام باطل کے خلاف دلوں میں نفرت بٹھانا مشکل ہے؟! کیا اس کے خلاف قلم و بیان کا استعمال آپ کو دشوار ہے؟ یا منکر کو منکر کہنا، اس سے نفرت کرنا اور اس کا راستہ روکنا آج ناممکن ہے؟ واللہ یہ سب فرائض ممکن ہیں اور یہ سب کام بالکل بھی مشکل نہیں ہیں، مشکل اگر ہے تو جمہوری سیاست کی اس غلاظت سے اپنا دامن بچانا ذرا مشکل ہے، مشکل اگر ہے...... تو وہ اس باطل کی مراعات اور فوائد سے اپنے آپ کو دور کرنا مشکل ہے۔ یہ باطل آج اپنی عظمت منوانے، آپ کو غیر اللہ کے سامنے جھکانے اور بے دینی کے راستے پر ڈالنے کی خاطر مراعات کے دروازے اور خزانے کھولے ہوئے ہے، ان مراعات اور فوائد کو جوتے کی نوک پر رکھنا اور خالص اللہ پر توکل کر کے غلبۂ اسلام کی تحریک اٹھانا ذرا مشکل ہے مگر یہ مشکل بھی آسان ہے، یہ مشکل نہیں ہے، یہ ان کے لیے آسان ہے جو دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے ہوں اور جو زندگی کے اس چند روزہ میلے کو دائمی نہ سمجھتے ہوں۔

پھر عزیز بھائیو! ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کی ایک سنت سنتِ استبدال ہے، اگر کوئی نصرتِ دین کا دعویدار دین کے مطالبات پر عمل نہیں کرتا تو اللہ اس سے خدمتِ دین کی توفیق چھین لیتا ہے، بے مقصد اور اللہ کی رحمت سے محروم زندگی اس کا مقدر بنتی ہے اور اللہ اس کی جگہ دوسرے ایسے افراد کو لاتا ہے، جن سے اللہ کو محبت ہوتی ہے اور وہ اللہ سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں، یہی وہ خوش نصیب ہوتے ہیں جو امام المتقین بنتے ہیں اور دنیا و آخرت میں اللہ کے فضل و رحمت کے حق دار ٹھہرتے ہیں، ان افراد کے اوصاف کیا ہیں؟ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ، اے ایمان والو! تم میں سے کوئی اللہ کے دین سے اگر پلٹ جائے۔ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ، تو جلد اللہ ایسی قوم لے آئیں گے۔ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ، جن سے اللہ کی محبت ہوگی اور وہ اللہ سے محبت کریں گے، ان کی صفات کیا ہوں گی؟ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، مؤمنین کے لیے وہ انتہائی نرم ہوں گے۔ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ، کفار کے لیے انتہائی سخت ہوں گے۔ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوں گے۔ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ، اور اس جہاد میں وہ کسی کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے۔ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ، یہ اللہ کا فضل ہے جسے اللہ چاہے عطا کرتا ہے۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ، اللہ وسعت والا اور علم والا ہے۔ اللہ ہم سب کو ان صفات سے متصف فرمائے اور اللہ ہم سب کو دین کی نصرت کی توفیق دے اور ان اعمال سے ہمیں بچائے کہ جن کے سبب اللہ کی توفیق چھن جاتی ہے۔ آمین!

عزیز بھائیو اور بزرگو!

اگر آپ دعوت و جہاد کا راستہ اپناتے ہیں اور پاکستان میں فی الحال دعوت، اعداد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی کا راستہ چنتے ہیں (اللہ آپ کو توفیق دے کہ اس مبارک راستے کا آپ انتخاب کریں اور اس کا حق ادا کریں) تو پھر عزیزو ایک گزارش یہ بھی ہے کہ، حق و باطل کی یہ کشمکش عالم گیر ہے، عالمِ کفر متحد ہو کر پوری دنیا میں اسلام کے خلاف آج صف آرا ہے، لہٰذا کسی ایک جگہ اسلحہ اٹھانے کے لیے حالات اجازت اگر نہیں دیتے ہوں تو دوسری جگہ جہاد میں حصہ ڈالا جا سکتا ہے، دوسری جگہ اس فرض کو ادا کیا جا سکتا ہے۔۔ جمہوری نظام آج آپ سے یہ حق بھی چھین رہا ہے، یہ اس فرض کے راستے میں بھی آج رکاوٹیں کھڑی کر رہا ہے اور فرض عین جہاد کو بھی شریعت کے باغی جرنیلوں اور مداری حکمرانوں کے تابع کرتا ہے۔ یقین جانیے بھائیو! جمہوری سیاست کی ناکامی اور اہلِ دین کے لیے اس کا تباہ کن ہونا جس طرح آج ایک کھلی حقیقت ہے اس طرح دعوت و جہاد کے اس شرعی راستے کی کامیابی بھی ایک تاریخی حقیقت ہے، جب بھی اہلِ ایمان نے اس راستے کو اپنایا تو خود اُن کا دین بھی محفوظ ہوا اور اللہ نے انہیں کفر کے مقابل کامیابی بھی عطا کی۔ افغانستان کی مجاہد اور عظیم قوم اس کی ایک بڑی مثال ہے، روس کی شکست ہو یا صدیوں بعد یہاں اللہ کے ولی، غیرتِ ایمانی اور زہد و وفا کے پیکر امیر المومنین ملا محمد عمر رحمہ اللہ کے ہاتھ اسلامی امارت کا قیام ہو یا اللہ کی رحمانی شریعت کا نفاذ ہو، یہ عظیم الشان واقعات اسی دعوت و جہاد کی بدولت ممکن ہوئے، اور آج بھی یہ دعوت و جہاد ہی کی برکت ہے کہ یہاں ایک دفعہ پھر غلبہ اسلام کا وہ خواب شرمندہ تعبیر ہو رہا ہے جس کا تصور بھی کوئی جمہوری سیاست میں نہیں کر سکتا [وللہ الحمد والمنۃ کہ یہ خواب آج شرمندۂ تعبیر ہو چکا ہے، شریعتِ مطہرہ افغانستان میں نافذ ہے، نظامِ صلاۃ و زکاۃ قائم ہے، حدود اللہ جاری ہیں، افغانستان دنیا کا وہ واحد خطہ ہے جہاں طاغوت نہیں اللہ جل جلالہ کے دین کی حکمرانی ہے، اللہ پاک ایمان و اسلام کی یہ بادِ بہاری چہار سو چلا دے!!]، فرعونِ عصر امریکہ کی قیادت میں پورے عالمِ کفر کو شکست فاش ہوئی اور یہاں امارت اسلامی کا مبارک پرچم آج امتِ مسلمہ کو بالعموم اور مسلمانانِ پاکستان کو بالخصوص گویا یہ حقیقت یاد دلاتا ہے کہ اقامتِ دین اور غلبۂ دین کا راستہ جمہوری جدوجہد نہیں ہے بلکہ اس کا راستہ یہی دعوت و جہاد ہے!

عزیز بھائیو اور بزرگو!

اپنی باتیں آخری اس نقطے پر سمیٹتا ہوں اور وہ یہ کہ اندھیرا اپنی کوئی زندگی نہیں رکھتا، اندھیرا اپنی کوئی حقیقت نہیں رکھتا بلکہ روشنی کی غیر موجودگی اندھیرا کہلاتا ہے، روشنی پھوٹتی ہے تو اندھیرا بھاگتا اور ختم ہو جاتا ہے، اس لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ”اور کہو کہ حق آگیا اور باطل ختم ہو گیا“ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ”بیشک باطل نے ختم ہونا ہوتا ہے“۔

تفسیر سعدی میں اس آیت کی تفسیر میں درج ہے:

> ”باطل کے پاس سطوت و غلبہ بھی ہو سکتا ہے، مگر اس کی یہ بقا اس وقت تک ہے جب تک کہ حق کے ساتھ اس کا سامنا نہیں ہوا ہو اور حق کا سامنا کرتے ہی وہ کمزور ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔“

پس پاکستان میں باطل کی اگر سطوت و غلبہ ہے اور یہ غلبہ آج آئے روز بڑھ رہا ہے تو اس کا سبب اس کے سوا کوئی نہیں ہے کہ ہم اہل دین نے بحیثیت مجموعی اہلِ حق ہونے کا حق ادا نہیں کیا ہے اور دعوت و کردار میں اللہ کو مطلوب راستہ ہم نے اپنایا نہیں ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا وعدہ ہے: وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا ”اور پریشان نہ ہو اور غم زدہ نہ ہو“ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ ”اور تم ہی غالب ہوں گے، مگر اس وعدے کے ساتھ ایک شرط بھی رکھ دی ہے، اس انعام کی ایک قیمت بھی رکھی ہے، فرمایا“ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ”اگر تم (صحیح) مومن ہوئے“ لہٰذا ہم اہل دین اگر حقیقی معنوں میں اہل ایمان بن گئے، ہم نے اجتماعی طور پر اگر اللہ کی رسی کو تھاما اور یوں اپنی قوم کے لیے روشنی کے مینار اگر ہم ثابت ہوئے تو اللہ کی قسم یہ اندھیرے ختم ہو کر رہیں گے اور اللہ کا یہ دین یہاں غالب بن کر نظر آئے گا، تب اللہ کی رحمتیں اور برکتیں بھی اس قوم پر اترنا شروع ہوں گی اور اس مظلوم قوم کو امن و امان، چین و سکون اور پاکیزہ خوشحالی والی زندگی بھی ان شاء اللہ نصیب ہوگی۔ (باقی صفحہ نمبر 17 پر)

تبدیلی کا راستہ

مولانا محمد مثنیٰ حسّان

وطن عزیز کے ناگفتہ بہ حالات اور ان میں منعقد ہونے والے انتخابات، کیا ہونا چاہیے اور کیا ہو گا؟ اس موضوع پر اس وقت سبھی طبقات کی طرف سے بہت کچھ کہا اور لکھا جا رہا ہے۔ کئی مرتبہ سوچا گیا کہ کچھ لکھا جائے، مگر ہر دفعہ اس خیال کے سبب یہ سوچ عمل میں نہ ڈھل سکی کہ زبان و بیان کی اس ہنگامہ خیزی میں کیا اضافہ کرنا؟ اور کیا ہمارا اضافہ کچھ افادیت بھی رکھے گا یا نہیں؟ تاہم پھر ابلاغِ دین کی مسؤولیت اور الدین النصیحه کے حکم نبوی [علی صاحبہ الصلوۃ والسلام] نے مجبور کر دیا کہ جس بات کو دین اور عقل کے لحاظ سے درست اور برحق جانا ہے، اسے اپنی قوم اور ملت تک پہنچایا جائے۔

بات کو مختصر رکھتے ہوئے دو نکات بیان کرنے کا ارادہ ہے۔ ایک نقطہ تو سیاست سے تعلق رکھنے والے حضرات کو مخاطب ہے، جبکہ دوسرا نقطہ وطنِ عزیز کے اہلِ دین [جماعات، علماء و مدارس، عوام] سے مخاطب ہے، اگرچہ دونوں نکات ہر دو طبقات کے لیے ہیں۔

پہلا نقطہ ایک حقیقت کا بیان ہے جسے اگرچہ ہر ایک پاکستانی جانتا ہے، مگر بعض وقتی مصالح اور شخصی مفادات کی خاطر اس حقیقت سے صرفِ نظر کر لیا جاتا ہے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان جیسے تیسری دنیا کے ممالک میں جمہوری انتخابات، جمہوریت کی روح سے عاری، اسٹیبلشمنٹ کی مرضی اور من مانی کو نافذ کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ ان ممالک میں الیکشن کے نتیجے میں وہی حکومت قائم ہوتی ہے اور وہی لوگ حکمران بنتے ہیں جنہیں اسٹیبلشمنٹ پہلے سے منتخب کر چکی ہوتی ہے، تاکہ اسٹیبلشمنٹ کی دھونس اور استبداد کو جاری رکھنے کے لیے عوامی مہرے دستیاب ہو جائیں۔ اور اسٹیبلشمنٹ ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے جو ان ریاستوں سے اوپر موجودہ عالمی طاقتوں کی خواہشات اور پالیسیوں کو جاری رکھنے کا دم بھرتے ہیں۔ آج کی عقلیت اور صحافتی آزادی کے دور میں یہ ایک معلوم حقیقت ہے، مگر تعجب ہے کہ جمہوریت کا دم بھرنے اور جمہوری اقدار کی بالادستی کا دعویٰ کرنے والے افراد اور جماعتیں سب سے پہلے، اپنے نظریات کا خون کر کے، اس حقیقت سے نظریں چراتی ہیں اور اسٹیبلشمنٹ کے دامِ فریب میں جا پھنستی ہیں۔ بعض لوگوں کا مطمع نظر تو شخصی مفاد ہی ہوتا ہے، جمہوری اقدار اور ملک و قوم کے خوشحالی کے منشور ایسوں کے یہاں وہ دعوے ہوتے ہیں جنہیں استعمال کر کے اپنا شخصی مفاد پورا کر لیا جائے۔ تاہم بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو یہ سوچ کر مداہنت کر لیتے ہیں کہ حکومت میں آنے کے بعد وہ اسٹیبلشمنٹ کا زور توڑ دیں گے، مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ ایسا آج تک کہاں دیکھنے میں آیا ہے؟ خود پاکستان کی تاریخ میں ایسا کب ہوا؟ آج تک کی جمہوری حکومتوں نے فوج اور اسٹیبلشمنٹ کی مرضی چلائی ہے اور جہاں اس سے ہٹنے کی کوشش کی گئی تو خود حکومت ہی باقی نہ رہی۔

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ یہ تجربہ رکھنے والے خود دوبارہ تجربہ کرنے کو، بلکہ تجربہ بننے کو آمادہ ہوتے ہیں، اور ملک کے حالات بدتر سے بدترین ہو جاتے ہیں۔ کیا سمجھنے کی بات یہ نہیں کہ ہمارے ملکوں میں تبدیلی کا راستہ یہ نہیں ہے جو اپنایا جاتا ہے اور در حقیقت یہ ایک ناکام تجربہ دہرایا جاتا ہے؟ بلکہ تبدیلی کا راستہ یہ ہے کہ اسٹیبلشمنٹ کو تبدیل کیا جائے اور ہر اس شخص کو جو ملک و قوم کا غدار اور غیروں (عالمی طاغوتوں) کا وفادار ہو، اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ وطنِ عزیز میں موجود اس قوت کا پہلے مقابلہ کیا جائے جو اپنے وطن سے مخلص نہیں ہے، اور اس کی جگہ ایسی صالح قوت فراہم کی جائے جو اسلام سے بھی مخلص ہو اور اپنے ملک و قوم کا مفاد بھی اسے عزیز ہو۔ الیکشنوں میں چہروں کی تبدیلی سے کچھ حاصل نہ ہو گا، بلکہ الٹا انفرادی اور اجتماعی سطح پر مزید آفتوں، حادثات اور کوارث کا شکار ہوں گے، والعیاذ باللہ۔

دوسرا نقطہ اہل دین سے مخاطب یہ ہے کہ آج پھر سے ہمیں تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے کہ دین کے نقطۂ نظر سے ہم ملک میں کیا تبدیلی لانا چاہتے ہیں اور اس تبدیلی کے لیے ملک میں رائج انتخاباتی سیاست کا راستہ کتنا کارگر ہے؟ چونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ملک اسلام کے نام پر ہی بنا ہے اور اسے اسلام کا گہوارہ بنانے کی بنیادی ذمہ داری بھی اہل دین طبقہ پر ہی عائد ہوتی ہے، اس لیے ذرا تفصیل سے اس نقطے پر بات کرتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ بہت سے اہل دین حضرات اور اہل علم جمہوری نظام کو موجودہ دور میں جائز متبادل کے طور پر قبول کر رہے ہیں۔ یہ سوچ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بنتی گئی۔ ہمارے خطے ہی کو دیکھیں تو آغاز میں علمائے کرام اضطرار اور أهون البليتين کے اصول کے تحت اس میں شامل ہونے پر مجبور ہوئے تھے[1]، جیسا کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ[2] اور شیخ الاسلام

[1] جب مغرب کے سیاسی غلبے کے زیرِ اثر جمہوری نظام غالب ہو گیا تو اہلِ دین کی ایک تعداد اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے چار و ناچار اس نظام میں شامل ہو گئی، وگرنہ اس سے پہلے وہ عدم موالات اور جنگ و جہاد کے راستے سے ہی کوشاں تھے۔ آج کے اہل دین کے سامنے یہ تاریخ بیان ہونا ضروری ہے، تاکہ وہ جان سکیں کہ یہ من پسند راستہ نہیں تھا اور نہ ہو سکتا ہے۔ پھر جب ایک صدی کی تاریخ سے معلوم ہو گیا کہ اس راستے سے کسی ایک ملک میں بھی اسلامی نظام قائم نہیں ہو سکا، الٹا اس نظام سے اسلام انحطاط پذیر ہے، تو اب وقت کا تقاضا ہے کہ دوبارہ عدمِ موالات اور قوت پیدا کر کے اسے گرانے کی طرف لوٹا جائے۔

[2] حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ان کے ملفوظات و مکتوبات میں کئی جگہوں پر واضح ہوتا ہے، وہاں متعلقہ جگہوں پر دیکھا جا سکتا ہے۔ یہاں ایک اقتباس کا کچھ حصہ نقل کرتا ہوں جو آپ کے نواسے مولانا سلمان منصور پوری حفظہ اللہ

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ[3] کی تصریحات موجود ہیں۔ بعد میں علمائے کرام نے چاہا کہ جمہوریت کے اسلام مخالف اصولوں کو تبدیل کر کے اسلام موافق بنایا جائے اور اس کے سبب انتخابِ ممبران اور قانون سازی کے باب میں قدغنیں لگائی گئیں، مگر واقعاتی حقیقت یہ رہی کہ ایسی کوئی تبدیلی عملاً رونما نہ ہوئی، گو اس کے باوجود جمہوری نظام 'اسلامی' ہو گیا۔ یہ دیکھتے ہوئے بہت سے اکابر علمائے کرام اس کھیل تماشے سے لاتعلق ہو گئے۔

مسئلہ تکفیر کا یا کفر کے فتووں کا نہیں ہے کہ جسے بہانا بنا کر جمہوریت کے حامی بعض حضرات مسئلے کو جذباتی رنگ دے دیتے ہیں، الحمد للہ داعش جیسے گروہوں کے زوال کے ساتھ تکفیریت بھی دم توڑ چکی ہے۔ مسئلہ کہیں زیادہ حساس ہے، اسلام کے حقیقی اقتدار کے حصول کا ہے، اسلام اور مسلمانوں کے مصالح کے حصول کا ہے۔ جمہوری انتخابی سیاست میں شمولیت اضطرار اور أھون البلیتین کے اختیار کے سبب ہوئی تھی، مگر اسے اسلامی حکومت کے قیام کا راستہ قرار دے کر اور خود ساختہ آئین سے ہٹ کر ہر قسم کی جدوجہد کو ناجائز قرار دے کر یہ مسئلہ أضر البلیتین بن گیا ہے۔ علمائے کرام اور اہلِ دین کے سامنے دردِ دل کے ساتھ گزارش ہے کہ اس پہلو سے ضرور اپنے مواقف پر نظر ثانی کی جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اقتدار بغیر قوت کے حاصل نہیں ہوتا، اور اسلام کا اقتدار اور شریعت کا حاکمانہ نفاذ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس کے پیچھے اسلام اور شریعت سے مخلص قوت نہ ہو۔ پارلیمان تک پہنچنے والے افراد کے پاس کوئی قوت نہیں ہوتی، قوت تو ریاست کے محافظ اداروں کے پاس ہوتی ہے۔ جب وہ قوت اسلام اور شریعت سے مخلص نہیں تو پھر پارلیمان میں اہلِ دین کی اکثریت بھی ہو جائے تو وہ اسلام کو حاکم نہیں کر سکتی۔ الجزائر اور مصر کے تجربات اس کے واقعاتی شاہد ہیں۔ لہٰذا یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ملک میں اسلام مخالف قوت کچلے اور اسلام سے مخلص قوت پیدا کیے بغیر اسلامی نظامِ حکومت کا قیام ناممکن ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ آج وطنِ عزیز میں قوت کے حامل فوجی ادارے ایسی قیادت کے ہاتھ میں ہیں جو فکر و عمل کے لحاظ سے اسلام سے مخلص نہیں ہیں، بلکہ مغربی طاقتوں کی مرضی کے پابند ہیں۔ پھر نظام بھی اس طریقے پر قائم ہے کہ ان کی قیادت پر صالح لوگ فائز ہو بھی نہیں سکتے۔ ملک کی ۷۵ سالہ تاریخ اس پر گواہ ہے۔

ایسی قوت کے ہوتے ہوئے یہ خیال کرنا کہ پارلیمان میں اکثریت جمع کر لینے سے اسلامی نظامِ حکومت عمل میں آ جائے گا، محال ہے۔

لہٰذا شریعت اور عقل، ہر دو اعتبار سے، تبدیلی کا راستہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وطنِ عزیز میں اسلام اور مسلمانوں سے مخلص قوت پیدا کی جائے اور اسلام مخالف قوت کو کمزور کیا جائے۔ یقیناً ملک کے عسکری اداروں کے تمام لوگ ایک سے نہیں ہیں، تاہم ۷۵ سالہ تاریخ شاہد ہے کہ آج تک جو قیادت بھی آئی ہے وہ غیروں کی وفادار تھی۔ اور نتیجتاً ہر چڑھتے سورج کے ساتھ یہ ملکِ عزیز انحطاط کا شکار ہوا اور یہاں اسلام اور اہلِ دین پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہوئے۔ ۷۵ سال گزرنے کے بعد آج ملک اقتصادی طور پر دیوالیہ ہونے کے قریب ہے اور دفاعی طور پر اس قدر کمزور ہے کہ کسی بھی پڑوسی ملک کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(باقی صفحہ نمبر 92 پر)

---

[3] علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاست اول روز سے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط پر استوار تھی، اور وہ تھی عدم موالات۔ یہاں تک کہ جب کانگریس کے زیرِ اثر ۱۹۲۰ء میں جمعیۃ علمائے ہند میں نظامِ جمہوریت میں شامل ہونے کا مسئلہ اٹھا، تو علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کھل کر اس کی مخالفت کی۔ یہ واقعہ آنکھوں دیکھا علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۴۵ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کی حمایت کے دوران آپ نے فرمایا:

> ''آج کل الیکشن کی ہماہمی بڑے زوروں پر ہے۔ اس معاملے میں اصل بات تو یہ ہے کہ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کونسلوں کے متعلق جس مسئلے پر ہم نے بیس پچیس سال پہلے دستخط کیے اور بحثیں کی ہیں، اس سے کسی وقت رجوع نہیں کیا۔ لیکن ہندوستان بلکہ دنیا میں جو طرزِ حکومت رائج ہے، اس کی لپیٹ میں طوعاً یا کرہاً سب آ رہے ہیں۔ بہت مشکل ہے کہ دریا کی موجوں میں گھر کر تر دامنی سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔ اب جبکہ لوگ ناگزیر طور پر الیکشن میں مبتلا ہو گئے یا مبتلا کر دیے گئے تو دیکھنا یہ ہے کہ کون سا پہلو قومی حیثیت سے ہمارے حق میں مفید اور باعتبار نتائج کے محفوظ و مامون ہے''۔ [خطبات عثمانی، مرتبہ پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی، ص ۸۴، نذر سنز، لاہور]

اور آج نتائج کے اعتبار سے واضح ہے کہ اس شمولیت میں دین، ملک اور قوم کے کتنے مفاسد ہیں۔ مضمون میں اختصار کو ملحوظ رکھا گیا تھا، مگر یہاں حوالوں میں تطویل کر لی گئی کہ آج ہندوستان اور پاکستان کی موجودہ سیاست میں شامل اہلِ دین انھی دونوں شخصیات کو دلیل سمجھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح فکر اور صائب عمل کی طرف ہدایت دیں، آمین۔

نے فتاوی شیخ الاسلام میں مخطوطات سے ذکر کیا ہے جو حضرت کی وفات سے چند ماہ قبل [یعنی جولائی ۵۷ء میں] لکھا گیا ہے:

> ''میں نے کسی جگہ کتاب مذکور میں [اشارہ نقشِ حیات کی طرف ہے] اس سیکولر اسٹیٹ کو دار الاسلام نہیں لکھا، نہ جمہور کے قول پر، نہ حضرت شاہ [عبد العزیز] صاحب کے قول پر۔ پھر میں نہیں سمجھتا کہ آپ کا اعتراض کس طرح وارد ہوتا ہے۔ جو وجوہ موجودہ حکومت کے شرمناک کارناموں کے آپ ذکر فرما رہے ہیں، مجھ کو انکار نہیں ہے۔ پھر میں کس طرح اس کو دار الاسلام قرار دے سکتا ہوں۔ اور کسی جگہ موجودہ سیکولر اسٹیٹ کی تائید کرنے کے الفاظ سے آپ نے اس کو سمجھا ہے تو وہ از قبیل أھون البلیتین ہے، نہ بحیثیت دار الاسلام۔۔۔ آپ کا یہ اعتراض ہے کہ حضرت سید صاحب [یعنی سید احمد شہیدؒ] کو سیکولر اسٹیٹ بنانے کا ارادہ کرنے والا اور صرف انگریزوں کا نکالنے والا میں قرار دیتا ہوں، بالکل خلافِ واقع اور تصریحات سے روگردانی ہے۔ بہر حال یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض کوئی عبارت ایسی ہے جس کی دلالت مطابقی یہی ہے، دوسری توجیہ اس میں نہیں ہو سکتی، تو وہ غلط ہے، میں اس سے رجوع کرتا ہوں''۔ [فتاوی شیخ الاسلام، ص ۲۲۶، جمعیۃ پبلیکیشنز، لاہور]

یہاں اس عبارت سے مقصود اتنا ظاہر کرنا تھا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاست اسی اصول کے تحت تھی، اسے اصل قرار دے دینا، ان کے ساتھ بھی ناانصافی ہے اور خود اپنے ساتھ بھی۔ 'نقشِ حیات' کی طباعت کرنے والے کاش کہ آئندہ کتاب کے آخر میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اس رجوع کو بطور ضمیمہ نشر کیا کریں، تاکہ مسلمانوں… بالخصوص مسلمانانِ ہند… کے سامنے راستہ واضح ہو جائے۔

الیکشن سلیکشن – ۲۰۲۴ء

حذیفہ خالد

اس دفعہ ہونے والے الیکشن کے حوالے سے تقریباً تمام ہی مبصرین وتجزیہ نگار متفق ہیں کہ فوج پہلے سے فیصلہ کر چکی ہے کہ کسی ایک پارٹی کی مضبوط حکومت بنوانے کے بجائے مخلوط حکومت کا بندوبست کیا جائے۔ اس منصوبے کے نقاط جی ایچ کیو میں کور کمانڈرز کے سامنے پیش کی جانے والی پریزنٹیشن کے لیک ہونے سے بھی منظر عام پر آئے۔ اس بات سے قطع نظر کہ قرعہ کن غلاموں کے نام کا نکلتا ہے، پچھلی دو دہائیوں میں اسٹیبلشمنٹ نے سیاسی میدان میں اپنا اثر و رسوخ اور اتھارٹی بر قرار رکھنے کے لیے جو ہتھکنڈے استعمال کیے اس نے پاکستان کے سیاسی کلچر کو ایک مخصوص انداز پر ترتیب دینے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اسٹیبلشمنٹ جس سیاسی جماعت کو اقتدار دینا چاہتی ہے انہیں مخالفین کی خامیوں، کمزوریوں اور کرپشن کی انٹیلی جنس معلومات دیتی ہے اور وہ اس بارے میں جلسوں میں اور میڈیا پر پوائنٹ سکورنگ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اسٹیبلشمنٹ اگر یہ سیاسی مداخلت نہ بھی کرے تب بھی یہ جمہوری نظام کی وہ بنیاد ہے جو سیاسی جماعتوں اور سیاستدانوں کے مابین خواہ مخواہ کی مخاصمت کی فضا مستقل برقرار رکھنے کے اسباب پیدا کرتی ہے۔ اور یہ مخاصمت الیکشن سے قبل عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ اسکے اثرات معاشرے میں نچلی سطح تک بھی منتقل ہوتے ہیں۔ حال ہی میں ایک باپ نے اپنے بیٹے کو گھر کی چھت پر دوسری پارٹی کا جھنڈا لگانے کے سبب گولی مار کر قتل کر دیا۔

مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ الیکشن کی انہی خرابیوں کے متعلق پوچھے گئے سوالات کے جواب میں لکھتے ہیں۔

> ”اوّل: سب سے پہلے تو یہی بات اسلام کی رُوح اور اس کے مزاج کے خلاف ہے کہ کوئی شخص مسندِ اقتدار کے لیے اپنے آپ کو پیش کرے، اسلام ان لوگوں کو حکومت کا اہل سمجھتا ہے جو اس کو ایک مقدس امانت سمجھتے ہوں اور عہدہ و منصب سے اس بنا پر خائف ہوں کہ وہ اس امانت کا حق بھی ادا کر سکیں گے یا نہیں؟ اس کے برعکس موجودہ طریقِ انتخاب، اقتدار کو ایک مقدس امانت قرار دینے کے بجائے حریصانِ اقتدار کا کھلونا بنادیتا ہے، حدیث میں ہے کہ: ’ہم ایسے شخص کو عہدہ نہیں دیا کرتے جو اس کا طلب گار ہو یا اس کی خواہش رکھتا ہو‘۔ (بخاری و مسلم)
>
> دوم: مروّجہ طریقِ انتخاب میں الیکشن جیتنے کے لیے جو کچھ کیا جاتا ہے وہ اوّل سے آخر تک غلط ہے، رائے عامہ کو متاثر کرنے کے لیے سبز باغ دِکھانا، غلط پروپیگنڈہ، جوڑ توڑ، نعرے بازی، دَھن، دھونس، یہ ساری چیزیں اسلام کی نظر میں ناروا ہیں، اور یہ غلط رَوِش قوم کے اخلاق کو تباہ کرنے کا ایک مستقل ذریعہ ہے۔
>
> سوم: موجودہ طریقِ انتخاب میں فریقِ مخالف کو نیچا دِکھانے کے لیے اس پر کیچڑ اُچھالنا اور اس کے خلاف نت نئے افسانے تراشنا لازمۂ سیاست سمجھا جاتا ہے، اور تکبر، غیبت، بہتان، مسلمان کی بے آبروئی جیسے اخلاقِ ذمیمہ کی کھلی چھٹی مل جاتی ہے، افراد و اشخاص اور جماعتوں کے درمیان بُغض و منافرت جنم لیتی ہے اور پورے معاشرے میں تلخی، کشیدگی اور بیزاری کا زہر گھل جاتا ہے، یہ ساری چیزیں اسلام کی نظر میں حرام اور قبیح ہیں، کیونکہ ملک وملت کے انتشار وافتراق کا ذریعہ ہیں۔
>
> چہارم: اس طریقِ انتخاب کو نام تو ’جمہوریت‘ کا دیا جاتا ہے، لیکن واقعتاً جو چیز سامنے آتی ہے وہ جمہوریت نہیں ’جبریت‘ ہے، الیکشن کے پردے میں شر و فتنہ کی جو آگ بھڑکتی ہے، ہلڑبازی، ہنگامہ آرائی، لڑائی جھگڑا، دنگا فساد، مارپٹائی سے آگے بڑھ کر کئی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں، یہ ساری چیزیں اسی جبریت کا شاخسانہ ہے جس کا خوبصورت نام شیطان نے ’جمہوریت‘ رکھ دیا ہے۔
>
> پنجم: ان ساری ناہموار گھاٹیوں کو عبور کرنے کے بعد بھی جمہوریت کا جو مذاق اُڑتا ہے وہ اس طریقِ انتخاب کی بدمذاقی کی دلیل ہے، ہوتا یہ ہے کہ ایک ایک حلقے میں دس دس پہلوانوں کا انتخابی دنگل ہوتا ہے، اور ان میں سے ایک شخص پندرہ فیصد ووٹ لے کر اپنے دُوسرے حریفوں پر برتری حاصل کرلیتا ہے، اور چشم بد دُور! یہ صاحب ’جمہور کے نمائندے‘ بن جاتے ہیں۔ یعنی اپنے حلقے کے پچاسی فیصد رائے دہندگان جس شخص کو مسترد کر دیں، ہماری جمہوریت صاحبہ اس کو ’نمائندۂ جمہور‘ کا خطاب دیتی ہے۔
>
> ششم: تمام عقلاء کا مُسلّمہ اُصول ہے کہ کسی معاملے میں صرف اس کے ماہرین سے رائے طلب کی جاتی ہے، لیکن سیاست اور حکمرانی شاید دُنیا کی ایسی ذلیل ترین چیز ہے کہ اس میں ہر کس و ناکس کو مشورہ دینے کا اہل سمجھا جاتا ہے اور ایک بھنگی کی رائے بھی وہی قدر و قیمت اور وزن رکھتی ہے جو سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی، اور چونکہ عوام ذاتی اور وقتی مسائل سے

آگے ملک وملت کے وسیع ترین مفادات کو نہ سوچ سکتے ہیں اور نہ سوچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اس لیے جو شخص رائے عامہ کو ہنگامی و جذباتی نعروں کے ذریعہ گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جائے وہ ملک وملت کی قسمت کا ناخدا بن بیٹھتا ہے، یہی وہ بنیادی غلطی ہے جسے اِبلیس نے 'سلطانی جمہور' کا نام دے کر دُنیا کے دِل و دِماغ پر مسلط کر دیا ہے۔ اسلام اس احمقانہ نظریے کا قائل نہیں، وہ انتخابِ حکومت میں اہلِ بصیرت اور اربابِ بست وکشاد کو رائے دہندگی کا اہل سمجھتا ہے۔"[1]

عَنْ الْمُسْتَوْرِدِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَكْلَةً فَإِنَّ اللَّهَ يُطْعِمُهُ مِثْلَهَا مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ كُسِيَ ثَوْبًا بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَكْسُوهُ مِثْلَهُ مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَقُومُ بِهِ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[2]

"سیدنا مستورد (مستورد بن شداد (رضی اللہ عنہ)) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا 'جس نے کسی مسلمان کی وجہ سے ایک بھی لقمہ کھایا ہو گا (اس کی غیبت یا ہتک وغیرہ کر کے کسی سے کوئی عوض لیا ہو گا) تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے اسی طرح کا لقمہ کھلائے گا۔ اور جسے کسی مسلمان کی وجہ سے کوئی کپڑا پہنایا گیا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے اسی طرح کا کپڑا پہنائے گا۔ اور جس نے کسی کی تشہیر کی اور اسے دکھلاوے کے مقام پر پہنچایا ہو (اس کا چرچا کیا ہو) تو اللہ قیامت کے روز اس کی تشہیر کرے گا اور دکھلاوے کے مقام پر کھڑا کرے گا۔' (ایسا عذاب دے گا یا ایسی جگہ عذاب دے گا کہ اس کا سب لوگوں میں چرچا ہو گا)۔"

مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"جو شخص دوسرے مسلمان کو تکلیف پہنچا کر شہرت کے مقام تک پہنچے، جیسے بعض لوگ دوسروں کی برائی کر کے اپنی اچھائی ثابت کرتے ہیں، چنانچہ الیکشن کے دوران لوگ یہ کام کرتے ہیں کہ انتخابی جلسوں میں دوسروں کی خرابی بیان کر کے اپنی اچھائی بیان کرتے ہیں ، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بدنامی کے مقام پر کھڑا کریں گے۔ یہاں دنیا میں تو اس نے شہرت حاصل کر لی، لیکن اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ وہاں اس کو بُری شہرت عطا فرمائیں گے اور بر سرعام اس کو رسوا کریں گے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے مسلمان کو تکلیف پہنچا کر شہرت کا مقام حاصل کیا ہے۔ اس حدیث سے آپ اندازہ لگائیں کہ کسی کو تکلیف پہنچانا اور اس کے حق کو پامال کرنا کتنا خطرناک کام ہے اور یہ کتنی بری بلا ہے؟ اس لیے میں بار بار یہ عرض کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنے برتاؤ اور اپنے طرز عمل میں اس بات کو مدنظر رکھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے کا حق پامال ہو جائے اور پھر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کا حساب ہم سے لیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔"[3]

الیکشن اور جمہوری سیاسی نظام کے جن بنیادی مفسدات اور حرام افعال کا تذکرہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے کیا یا مولانا یوسف لدھیانوی شہید ﷫ نے دہائیاں قبل کیا یہ تو وہ بنیادی مفسدات ہیں جو جمہوری نظام کا خاصہ ہیں چاہے فوج اور اسٹیبلشمنٹ اس میں اپنا حصہ نہ بھی ڈالے تب بھی ان خرافات کا پھلنا پھولنا ناگزیر ہے۔ لیکن یہ گلا سڑا جمہوری نظام اس وقت پورے معاشرے کے لیے بھیانک صورتحال اختیار کرتا ہے جب فوج و اسٹیبلشمنٹ مغربی مفادات کے تحفظ کو ممکن بنانے کے لیے ملک کے نام نہاد جمہوری سیاسی نظام کو بھی مکمل اپنے قبضے میں رکھنے کے لیے اور اسے مطلوبہ رخ پر ڈھالنے کے لیے نہ صرف تمام ریاستی وسائل جھونکتی ہے بلکہ اس مقصد کے حصول کے لیے ایسے افعال بھی سرانجام دیتی ہے جو کسی مغربی ملک میں بھی نہیں ہوتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مشرف کے اقتدار پر قبضے سے پہلے تک تو فوج نے جوڑ توڑ اور ایک کے بعد ایک کو دوسرے کے خلاف استعمال کرنے کی پالیسی اپنائی۔ فوج نے سیاسی جماعتوں کی اندرونی سیاست کو یرغمال بنائے رکھا جس کے سبب کرپٹ لیڈر ہی اوپر آسکتے تھے۔ اب ان کرپٹ لیڈروں کو باری باری استعمال کر کے فوج نے یہ ذہن سازی کی کہ اس ملک کے پاس ایماندار قیادت نہیں اور اگر فوج نہ ہو تو یہ سب مل بانٹ کر ملک کھا جائیں۔ اب جب کرپشن بیانیہ پٹ چکا اور سیاستدانوں پر کرپشن کیسز سے انہیں مطلوبہ اہداف حاصل ہونے میں مشکلات پیش آنے لگیں اور ملکی نظام پر انہیں اپنی گرفت ڈھیلی محسوس ہونے لگی تو ان کے شیطانی دماغوں نے ایک نیا فارمولہ ایجاد کیا جس طرح پہلے یہ انہی کے مفاد میں تھا کہ سیاسی جماعتیں کرپٹ افراد کو اوپر لائیں جن کی کرپشن کے مکمل ثبوت ان کے پاس ہوں، اس طرح وہ فوج کے ہاتھوں بلیک میل ہو کر کبھی جرأت نہیں کریں گے کہ فوج کی پالیسیوں اور لوٹ مار پر لب کشائی کریں بالکل اسی طرح فوج اب کم وقت میں کسی بھی شخصیت کو اپنے تابع بنانے کا اپنا فارمولا استعمال کر رہی ہے کہ اس شخصیت کی کوئی غیر اخلاقی ویڈیو ان کے پاس موجود ہو۔ اس مقصد کے حصول میں ملک بھر کے بڑے شہروں میں ہائی کلاس سوسائٹی کے علاقوں میں قحبہ خانے، شراب خانے اور مساج سینٹرز کا نیٹ ورک ان کی زیر نگرانی چل رہا ہے،

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۸

[2] ابوداود، کتاب الادب، باب الغیبة

[3] ماہنامہ الفاروق جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ

جہاں آنے والا کوئی جج، سیاستدان، صحافی، بیوروکریٹ یا تاجر ایک دفعہ ویڈیو بنوا بیٹھے تو پھر ساری عمر ہی ان کا غلام رہتا ہے۔ لیکن مذہبی سیاسی جماعتوں کی قیادت نہ پہلے فارمولے (کرپشن) میں ہاتھ آتی تھی اور نہ ہی اس فارمولے (غیر اخلاقی ویڈیو) میں ہاتھ آسکتی ہے، پھر یہ یقینی بات ہے کہ ایسے افراد فوج واسٹیبلشمنٹ کی اس طرح تابعداری کرنے سے قاصر رہیں گے جس طرح کرپشن اور "ویڈیو زدہ" افراد تابعداری دکھاسکتے ہیں۔ کرپشن بیانیے کی شیلف لائف توکافی رہی کہ اسے استعمال کرتے ہوئے فوج واسٹیبلشمنٹ نے تقریباً ۶۰ سال عوام کو بے وقوف بنالیا لیکن غیر اخلاقی ویڈیوز کی بنیاد پر پاکستانی سیاست اور نظام کو یرغمال بنانے کی شیلف لائف تو لگتا ہے دو دہائیوں میں ہی پوری ہو رہی ہے۔ پھر اس کے بعد کون سا نیا فارمولا یا ہتھکنڈا ہوگا؟ اور ان ویڈیوز کے دھندے نے پاکستانی معاشرے کی جو بنیادیں ہلا ڈالی ہیں اس کا سدباب کیسے ہوگا؟ آج ویڈیو زدہ سیاسی قیادت کے پیروکاروں کو جب اپنی قیادت، اپنے رہنماؤں کی غیر اخلاقی حرکتوں سے فرق نہیں پڑتا تو لازمی بات ہے کہ ان کی اپنی نظر میں بے حیائی کوئی مسئلہ نہیں ہے اور وہ خود بھی بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہوں گے۔

اس سارے سیاسی منظر نامے کا ایک زاویہ یہ بھی ہے کہ سبھی مذہبی جماعتیں چونکہ خود تو اقتدار حاصل نہیں کرسکتیں اس لیے کسی نہ کسی سیکولر اور دین دشمن جماعت کی اتحادی بنی ہوئی ہیں، جبکہ الیکشن کے موقع پر یہ مذہبی جماعتیں ایک دوسرے کے خلاف ہیں، ان کے کارکنان ایک دوسرے کے خلاف ہی زہر اگل رہے ہیں۔ مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مذہبی سیاسی جماعتوں کی اس گروہی تقسیم سے متعلق چار دہائیاں قبل جو لکھا ایسا لگتا ہے جیسے آج بھی وہی منظر نامہ ہو۔

> "جو لوگ اس ملک میں دینی اقتدار کو بلند دیکھنا چاہتے ہیں اور جن سے یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ لادینیت کے سامنے سینہ سپر ہوں گے، ان کا شیرازہ کچھ اس طرح بکھیر دیا گیا ہے کہ کوئی معجزہ ہی ان کو متحد کرسکتا ہے۔ نہ جانے یہ حضرات حالات وواقعات کا صحیح تجزیہ کرنے کی صلاحیت ہی سے محروم ہو چکے ہیں، یا مسلمانوں کی بدقسمتی نے ان کی دُور اندیشی وژرف نگاہی پر پردے ڈال دیے ہیں، کس قدر افسوس ناک اور لائق صد ماتم ہے یہ منظر کہ جن حضرات کے کندھوں پر ملک وملت کی قیادت و رہنمائی کا بار ہے ان کی نظر سے راہ ورسم منزل او جھل ہو رہی ہے اور وہ حزبی وگروہی بھول بھلیوں میں بھٹک رہے ہیں۔"[4]

باوجود اس کے کہ سب ہی کو معلوم ہے کہ فوج الیکشن پر براہ راست اثرانداز ہوتی ہے تمام مذہبی غیر مذہبی سیاسی جماعتیں وسائل اور پیسے کا بے دریغ استعمال کرتی ہیں۔ انفرادی سطح پر بھی اور پارٹی کی سطح پر۔ دوسری جانب فوج واسٹیبلشمنٹ، جو اس کھیل تماشے کی سب سے بڑی پلییئر اور اسٹیک ہولڈر ہے، مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے لیے میڈیا اینکرز، صحافیوں اور سیاستدانوں پر بے دریغ پیسہ خرچ کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے کہ منظورِ نظر سیاسی جماعتیں الیکشن کیمپین کے لیے فنڈز جنریٹ کرسکیں، انہیں لوٹ مار وغیر قانونی دھندوں کی چھوٹ مل جاتی ہے، خود فوج کو بھی اس ساری سیاسی انجینئرنگ کے لیے بے تحاشا فنڈز کی ضرورت پڑتی ہے جو وہ اغوا برائے تاوان، بھتہ خوری اور منشیات کے دھندوں سے جڑے جرائم پیشہ گروہوں کو استعمال کرکے جنریٹ کرتے ہیں۔ یہ سب تو شہری سیاست کے لیے ہوا، رہی دیہی علاقوں کی سیاست تو اس کا تعلق اس جاگیردار ٹولے سے ہے جو فوج کے ایک اشارے پر پارٹیاں بدلتے ہیں اور کسی پارٹی کی جیت میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے کہ یہ جاگیردار ٹولہ اپنے ماتحت رہنے والی دیہی آبادی کو مکمل غلام رکھ سکے، انہیں بھی بہت سے غیر قانونی کاموں کی چھوٹ ملتی ہے۔ بلوچستان کا سردار عبدالرحمٰن کھیتران اس کی ایک واضح مثال ہے، جس کی نجی جیل میں ہونے والے ظلم کا چرچا پورے ملک میں ہوا۔ یہ فرعون صفت افراد جو چاہے ظلم کرسکتے ہیں، انہی کے کہنے سے لوگوں پر جھوٹے کیس بھی بنتے ہیں، انہی کے کہنے پر لوگوں کو کیسوں سے بری بھی کروایا جاتا ہے اور انہی کے کہنے پر خفیہ ادارے لوگوں کو لاپتہ بھی کردیتے ہیں۔ صحیح معنوں میں دیہی علاقوں میں عوام ان چودھریوں اور وڈیروں کے غلام ہیں۔ زمینوں کا مسئلہ ہو، کھیتوں کے لیے پانی کا یا شناختی کارڈ کا، چھوٹے سے چھوٹے کام سے لے کر ہر محکمے کا کام انہی سرداروں کے رحم وکرم اور انہی کے کہنے پر ہوتا ہے۔ یہ اتھارٹی خفیہ اداروں نے ان سرداروں کو اس لیے دے رکھی ہے تاکہ الیکشن میں لوگ ان سرداروں کے کہنے پر ہی ووٹ دیں۔ یہ جاگیر دار ٹولہ "الیکٹیبلز" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

صحافی ماجد نظامی لکھتے ہیں:

> "پنجاب میں مسلم لیگ ن کی جاری کردہ ٹکٹوں کے تحقیقی تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ مسلم لیگ ن کے زیادہ امیدوار زمیندار ہیں، جبکہ کاروباری دوسرے نمبر پر ہیں۔ مسلم لیگ ن کے ۶۰ امیدوار زمینداری سے وابستہ ہیں جبکہ ۵۳ امیدواروں کا تعلق کاروباری طبقے سے ہے۔"

پنجاب کی سیاست میں زمینداروں کے حاوی ہونے اور پھر ان کے قومی سیاست پر حاوی ہونے کے پیچھے مکمل تاریخ ہے کہ یہ طبقہ زمیندار اور جاگیر دار بنا کیسے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانوی مقبوضہ ہند سے پندرہ لاکھ فوج گئی جس میں تقریباً ۶ لاکھ تراسی ہزار سے زائد لڑاکا جنگجو تھے۔ اس تعداد کا ۶۰ فیصد پنجاب نے فراہم کیا تھا۔

(باقی صفحہ نمبر 42 پر)

4 آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۸

الیکشن اور ہم

عبد اللہ اکرم پنجابی

دین اسلام کے پانچ ارکان ہیں......

1. کلمہ توحید
2. نماز
3. روزہ
4. زکوۃ
5. حج

مندرجہ بالا ارکان اللہ کی طرف سے مقرر ہیں اور ان میں چوں چراں کی کوئی گنجائش نہیں

اسی طرح جمہوریت کے ارکان بھی پانچ ہیں۔

1. مطلق مساوات
2. رائے کی حیثیت یکساں
3. عہدے کی طلب
4. قوم کو جماعتوں میں تقسیم کرنا
5. حتمی فیصلہ اکثریت کے حوالے

ان میں سے کوئی بھی رکن نکال دو تو جمہوریت نہیں چلے گی۔

مزے کی بات یہ ہے کہ ان میں سے ایک بھی رکن اسلام کو قبول نہیں۔

1. مطلق مساوات

مطلق مساوات کی اسلام میں کوئی اجازت نہیں۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ(المآئدہ:100)

کہہ دو کہ خبیث اور طیب کبھی برابر نہیں ہو سکتے چاہے خبیث کی کثرت تمہیں تعجب میں ہی کیوں نہ ڈال دے۔

2. رائے کی حیثیت یکساں

اسلام میں عالم و جاہل کی رائے برابر نہیں ہوتی اس لیے رائے کی یکساں حیثیت کی اسلام میں اجازت نہیں۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الزمر:۹)

کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

اس کے برعکس جمہوریت میں عالم و جاہل کا ووٹ برابر ہوتا ہے۔

3. عہدے کی طلب

اس کی اسلام میں سختی سے ممانعت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

لَنْ أَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ

ہم طلب کرنے والے کو کبھی عہدہ نہیں دیتے۔ (صحیح بخاری)

إِنَّ أَخْوَنَكُمْ عِنْدِي مَنْ يَطْلُبُهُ

تم میں سے سب سے بڑا خائن وہ ہے جو کسی عہدے کا طلبگار ہو۔ (مسند احمد)

4. قوم کو جماعتوں میں تقسیم کرنا

جمہوریت میں قوم کو مختلف جماعتوں میں تقسیم کرنے کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے جبکہ اسلام میں جماعتوں اور فرقوں میں بٹنے سے منع کیا گیا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران: 103)

اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، اور آپس میں مت بٹو۔

5. حتمی فیصلہ اکثریت کے حوالے

جمہوریت اکثریت کی رائے کو ترجیح دیتی ہے جبکہ اسلام اکثریت کی رائے پر چلنے سے روکتا ہے۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ(الانعام:116)

اگر آپ زمین پر رہنے والوں کی اکثریت کی بات مانیں گے تو وہ آپ کو اللہ کے راستے سے ہٹا دیں گے۔

جمہوریت میں مختلف پارٹیوں کے وجود کو تسلیم کرنا پڑتا ہے، جب ہی تو مقابلہ ہوتا ہے، ورنہ مقابلہ کس بات کا؟ موجودہ دور میں سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح مسلمان پارٹیوں میں بٹ چکے ہیں۔ عام و خواص سب مختلف پارٹیوں میں تقسیم ہیں۔ کوئی ایک پارٹی کا حصہ ہے تو کوئی دوسری پارٹی کا۔ کوئی ایک پارٹی کو قرآن و حدیث سے سچا اور حق ثابت کر رہا

ہے تو کوئی دوسری پارٹی کو۔ یہاں تک کہ ایک جاہل تو اس حد جا پہنچا کہ اس نے کہا نبی ﷺ میرے خواب میں آئے اور وہ میری پارٹی کے سربراہ کی شکل میں تھے، نعوذ باللہ!

جمہوریت، الیکشن، ووٹ

جن چیزوں کا اسلام سے دور کا واسطہ نہیں انہیں عین اسلام ثابت کرنے کے لیے کیسی کیسی چالیں چلی جاتی ہیں۔ حیرانی اس بات کی ہے کہ پارٹیوں کے سربراہ جو گھٹیا ترین انسان ہیں، زانی ہیں، شرابی ہیں، مسلمانوں کے اموال کے لٹیرے ہیں، ملک دشمن ہیں، اسلام دشمن ہیں، کافروں کے دوست ہیں، جنگوں میں مسلمانوں کے خلاف کافروں کا ساتھ دینے والے اور اس پر فخر بھی محسوس کرنے والے ہیں، اور یہ سب گناہ وہ کوئی چھپ کر نہیں کرتے بلکہ کیمرے کے سامنے ساری قوم کو دکھا کر کرتے ہیں، پھر بھی کسی کو سمجھ نہیں آتی پھر بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو کر تصویریں بنوانا اپنے لیے باعث افتخار سمجھتے ہیں۔

اس جمہوریت میں اہلِ معصیت کو عزت دی جاتی ہے، حالانکہ شریعت میں کھلم کھلا گناہ کرنے والوں کو عزت دینے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ بدبخت الیکشن میں پیسہ پانی کی طرح بہاتے ہیں اور پھر اقتدار میں آکر اس سے کئی گنا زیادہ ملکی خزانے سے ہڑپ کر جاتے ہیں۔ غریب آدمی روٹی ایک ایک لقمے کو ترس رہا ہوتا ہے اور ان کے کتے بھی عیاشیاں کر رہے ہوتے ہیں۔ پاکستان میں یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ جو بھی اقتدار میں آیا اس نے پاکستان کو ہی لوٹا۔ یہ بدبخت اسلام کے دشمن تو ہیں ہی، یہ پاکستان کے وفادار بھی کبھی نہیں رہے، ملک دشمن بھی ہیں، عوام دشمن بھی ہیں، عوام کی عزتوں کے لٹیرے بھی ہیں اور عوام کے مال سے ان کی عزت سے کھلواڑ کرتے ہیں۔

اس دجالی نظام اور الیکشن کے ذریعے پورے معاشرے میں دھوکہ اور جھوٹ عام ہو جاتا ہے۔ ووٹ تو کسی ایک کو دینا ہوتا ہے لیکن وعدہ ہر کسی سے کرنا پڑتا ہے۔ عوام سیاسی رہنماؤں سے ان کو ووٹ دینے کے جھوٹے وعدے کرتے ہیں اور سیاسی رہنما جھوٹ بول کر دھوکہ دے کر عوام کو خیالی سبز باغ دکھاتے ہیں۔ پاکستان میں الیکشن نے ملک کو آج تک کیا فائدہ دیا؟ پاکستان کے قیام سے لے کر آج تک الیکشن نے پاکستان کو نقصان ہی پہنچایا ہے۔ ایک تو اربوں روپے الیکشن کروانے پر خرچ ہوتے ہیں، جبکہ یہی پیسے اگر پاکستان میں عوام کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کیے جاتے تو کتنا فائدہ ہوگا۔ دوسرا ہر اسمبلی ممبر کروڑوں روپے الیکشن کیمپین پر لگاتا ہے، فضول خرچی انتہائی زیادہ ہوتی ہے اور پھر وہ جتنا خرچہ کرتا ہے اس سے کئی گناہ زیادہ لوٹتا بھی ہے۔ اگر وہ کسی محکمے کا وزیر بن جائے تو محکمے میں اپنے بندے بھرتی کرتا ہے اور پھر دونوں مل کر خوب کرپشن کرتے ہیں۔

پاکستان کو جتنا اس جمہوری نظام اور الیکشن نے نقصان پہنچایا ہے اتنا کسی اور چیز نے نقصان نہیں پہنچایا۔ جتنی لوٹ کھسوٹ ہے وہ اس الیکشن کی وجہ سے ہے، جو آتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ بس پانچ سال ہیں جتنا لوٹ سکتے ہو لوٹ لو۔ جتنے کرپٹ لوگ بھرتی ہوتے ہیں اور پھر وہ جو پاکستان کو نقصان پہنچاتے ہیں وہ بھی سارا انہیں الیکشن کا ثمرہ ہے۔

پاکستان میں جتنے تعمیراتی کام ہوتے ہیں ان کے ٹھیکے ان وزیروں اور ایم این ایز کے ذریعے سے حاصل ہوتے ہیں اور ان ٹھیکوں میں وزیر اپنا بھاری کمیشن رکھتے ہیں اور کروڑوں روپے کے گھپلے کرتے ہیں، جس کی وجہ غیر معیاری تعمیرات کی جاتی ہیں جو کچھ ہی عرصہ بعد خراب ہو جاتی ہیں۔

پاکستان میں جتنے فسادات ہوتے ہیں ان کے پیچھے زیادہ تر وجہ یہی الیکشن ہی بنتا ہے۔ بھائی بھائی ایک دوسرے سے جدا ہوئے، باپ بیٹا الگ ہو گئے۔ ایک بھائی ایک پارٹی میں تو دوسرا دوسری پارٹی میں، دونوں میں لڑائی۔ پاکستان کا جتنا پیسہ چوری ہوا وہ انہی الیکشن سے اوپر آنے والے سیاست دانوں نے چوری کیا، جنہوں نے یہ مال اپنے بیرون ملک اکاؤنٹس میں منتقل کر دیا۔

اس نظام میں غریب کا کوئی پرسانِ حال نہیں، چلتی ہے تو جاگیرداروں، وڈیروں اور چودھریوں کی۔ جس جاگیردار، جس چودھری، جس نمبردار اور جس وڈیرے کے پاس ووٹ زیادہ ہوں گے اسی کی سنی جائے گی۔ تھانے دار بھی ان سے پوچھ کر مقدمہ درج کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غریبوں کا حق کھاتے ہیں اور ان کی زمینیں ہڑپ کر جاتے ہیں۔

ایک ممبر جو (ایم۔ پی۔ اے) کا الیکشن لڑ رہا تھا، اس کے ساتھ کسی گھر میں ملاقات ہوئی تو وہ پانی کا گلاس ایک ہاتھ سے منہ تک نہیں لے جا پا رہا تھا، دونوں ہاتھوں سے اس نے کانپتے ہوئے پانی پیا۔ معلومات کرنے پر پتہ چلا کہ شراب پی پی کر موصوف کے گردے ختم ہو چکے ہیں۔ یہ باتیں عوام سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں، مگر مسئلہ یہ ہے کہ صرف چہرے بدلنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ عوام سمجھتی ہے کہ ایک خراب ہے تو دوسری کو لے آؤ۔ نواز شریف، زرداری چور ہیں تو عمران خان کو لے آؤ۔ عوام نے یہ بھی دیکھ لیا کہ وہ جس کو لانا چاہتے ہیں وہ اپنی مرضی سے اسے لانے کا اختیار بھی نہیں رکھتے۔ درحقیقت مسئلہ اس نظام کا ہے، یہ نظام ہی غلط ہے، اس نظام کو ہی بدلنا ہو گا۔ جب تک دین فطرت اسلامی نظام نہیں لائیں گے تب تک یہ فساد ختم نہیں ہو گا۔ پاکستانی مسلمان بھائیوں سے گزارش ہے کہ اس فسادی نظام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے کوشاں ہو جائیں۔ اس راستے میں اگر آپ کی جان بھی چلی گئی تو ان شاء اللہ شہادت کی موت ہو گی جس پر اللہ رب العزت نے جنت کی بشارتیں دی ہیں۔

آخر میں میں حدیث بیان کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللهِ وَعَدَلَ فَإِنَّ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرًا وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ

☆☆☆☆☆

سرخ ہے خونِ شہیداں سے چناروں کی زمیں

فیصل اشفاق بٹ

۹۰ء کی دہائی میں جب کہ میں میڈیکل کے امتحانات کی تیاری کر رہا تھا، بھارتی ظلم و ستم عروج پر تھا۔ بھارتی فوج جسے چاہتی اٹھا لیتی۔ مردوزن کی عزت و آبرو ان کے ہاتھوں لٹتے ہوئے دیکھ کر نوجوانوں میں جہاد کی روح بیدار ہوئی۔ پہلے پہل تو ہم لوگ پتھروں اور خود ساختہ پیڑول بموں کے ذریعے بکتر بند گاڑیوں اور فوجیوں کو نشانہ بناتے رہے، رفتہ رفتہ یہ کارواں بڑھتا گیا اور بھارتی فوجیوں کا ظلم و ستم بھی ساتھ بڑھتا گیا۔ اور پھر اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو وہ دن بھی دکھائے جب بندوق ہمارے ہاتھوں میں تھی اور سامنے مقتل......

مقابل ہو گئے ہند میں آخر اہلِ نخوت سے
فضائیں دیکھتی تھیں سارا منظر چشمِ حیرت سے
ادھر ساماں کی تھی کثرت ادھر ایماں کی دولت
ادھر تیغ و سپر ، ثروت ادھر اللہ کی رحمت

یوں ہماری جہادی سرگرمیاں بڑھتی گئیں اور پھر ایک دن ہم لوگ اپنے پاکستانی مخلص باوفا بھائیوں سے ملے اور حالات کچھ اس طرح سے بنے کہ مجھے اور میرے چند ساتھیوں کو پاکستان کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ اس سفر میں میرے ہمراہ میرے بہت قریبی ساتھی طاہر اور زاہد بھائی بھی تھے، جو کہ خاص سری نگر کے رہنے والے تھے، اور بعد از ہجرت وہ اپنے علاقے سری نگر میں ہی شہید ہوئے۔ یہ بھائی عبادت اور خدمت میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے والے تھے، اللہ تعالیٰ ان دونوں بھائیوں کی شہادت قبول فرمائے۔ آمین۔

سرزمینِ پاکستان آنے کے بعد ہمارے سامنے پاکستانی ایجنسیوں کے مکر و فریب کا پردہ چاک ہوا۔ انہوں نے اپنے حقیر ذاتی مفادات کو حاصل کرنے کے لیے کشمیر کے جہاد کو بنیاد بنا کر کشمیری مسلمانوں کے خون کے ساتھ غداری کی جو تا حال جاری و ساری ہے۔ آج تک پاکستانی اسٹیبلشمنٹ نے امت کو دھوکے میں رکھتے ہوئے جہادِ ہند کا دروازہ بند کیا، پاکستان میں غیور مسلمانوں پر بہت ظلم ڈھائے اور جہادِ کشمیر میں شرکت پر پابندی لگا دی گئی۔

یومِ تفریق ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے مبارک حملوں کے بعد، جب ۱۹ مخلص مجاہدین نے اپنے شہیدی حملوں سے صلیبیوں کے سب سے بڑے عسکری اور معاشی قلعوں کو برباد کر دیا اور رہتی دنیا تک یہ پیغام چھوڑ دیا کہ اس آسمان کے نیچے کسی کو (سپر) کہلانے کا کوئی حق نہیں، پاکستان کی ایجنسیوں کا نفاق واضح ہوا اور آرمی چیف نے واضح انداز میں اپنی ملٹری اکیڈمی میں واضح کر دیا کہ اب ہم کشمیر کی آزادی میں کوئی رول ادا نہیں کر سکتے۔ اس وقت ہم کشمیری مجاہدین اس خوش فہمی کا شکار تھے کہ شاید یہ کوئی ڈپلومیٹک پالیسی ہو گی۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ جب پاکستانی اسٹیبلشمنٹ نے جہادِ کشمیر کو روکنے کا فیصلہ کیا تو ان خفیہ ایجنسیوں نے کشمیری مجاہدین کو کشمیر کے جہاد سے روکنے کے لیے کچھ عملی اقدامات شروع کیے، جس میں خفیہ طور پر 'را'(انڈین خفیہ ایجنسی) کے ساتھ جوائنٹ میکانیزم کے ذریعے کشمیری مجاہدین کو اپنے گھروں (مقبوضہ کشمیر) میں واپس بھیجنے کے لیے راہ ہموار کی، جس میں یہ کسی حد تک کامیاب بھی رہے۔ جو مجاہدین اپنے جہاد کو جاری رکھنے پر بضد تھے، ان کو جہاد کی غرض سے ڈرامائی طور پر بارڈر کراس کروا کر اس جوائنٹ میکانیزم اور انٹیلی جنس شیئرنگ کے ذریعے شہید کروا دیا گیا۔ (اناللہ وان الیہ راجعون)

بعض کشمیری مجاہدین نے اپنی ہجرت و جہاد کو قائم رکھتے ہوئے وزیرستان کا رخ کیا اور افغان طالبان کے ساتھ مل کر امریکہ کے خلاف جہاد میں شریک ہو گئے۔ باقی ماندہ کشمیری مجاہدین پاکستان میں ہی کاروبار میں لگ گئے۔ یوں یہ ایجنسیاں اس کھیل میں کافی حد تک کامیاب رہیں۔ یاد رہے کہ پاکستانی اسٹیبلشمنٹ مقدس جہاد اور شعائرِ اسلام کو کھیل تماشہ سمجھتی ہیں۔ اگر اس سارے قصے کو ایجنسیوں کے سامنے دہرایا جاتا ہے تو وہ وہی پرانا روایتی جواب دیتی ہیں جو ان پروفیشنل مکاروں کے ایک افسر نے بنگلہ دیش کے مسلمانوں کے ساتھ غداری کرتے وقت کہا تھا کہ (یہ کھیل کا ایک حصہ ہے)۔

ان کے سامنے عزت، غیرت، دینی حمیت اور ایمان کو خراب کرنے والی چیزیں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ اب جب کہ یہ کشمیر کے ساتھ یکجہتی کا ڈھونگ رچاتے ہیں اور پاکستان میں کشمیر ڈے یا یوم یکجہتی کشمیر منایا جاتا ہے تو ہر ذی شعور مسلمان کو فطرت سلیمہ سے کام لینا چاہیے اور ان ایجنسیوں کی چالوں سے آگاہ رہنا چاہیے۔ اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ذہن میں رکھنی چاہیے کہ مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔

پاکستان اور ہندوستان میں بسنے والے میرے غیور مسلمان بھائیوں! اپنی جان و مال اور اپنی صلاحیتوں سے اس (شریعت یا شہادت) کے قافلے کا ہر ممکن ساتھ دیجیے اور ان ایجنسیوں کے ساتھ اظہارِ برأت کر کے اپنے رب پر توکل کیجیے اور اپنے ایمان کی آبیاری کرتے ہوئے عقیدہ توحید کو اپنے سینوں اور دلوں میں راسخ کر کے، وقت ضائع کیے بغیر عشروں کے تلخ تجربات مثلاً جمہوری طریقے سے اسلام کو نافذ کرنا، اللہ کے احکامات کے خلاف کسی بھی طاغوتی ایجنسی کی تابع داری کرنا اور اقوامِ متحدہ کے سامنے بھیک مانگنے سے بہتر ہے کہ ہم نبی ملاحم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوے پر چلتے ہوئے، جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے اپنے تمام تر مسائل کا حل نکالیں۔ اسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راز چھپا ہے۔

توکل کے اسی جذبے نے ان کا دل بڑھایا تھا
یہی وہ حوصلہ تھا جو انہیں میداں میں لایا تھا

غزوۂ ہند کے حوالے سے نبی کریم ﷺ نے جو بشارتیں دیں اللہ عزوجل ہمیں اور ہماری نسلوں کو اس حدیث کا مصداق بنائے، کوئی ایک خیر دو میں سے تو ہمیں مل ہی جائے گی۔ فتح نہ بھی ملی جامِ شہادت ہاتھ آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

وآخر و دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

بقیہ: الیکشن سلیکشن ۲۰۲۴ء

بھرتی کروانے میں معاونت کرنے والے سرداروں میں زمینیں بانٹی گئیں، فوج میں اعزازی کمیشن دیے گئے اور اعزازی مجسٹریٹ بھی بنائے گئے۔ سرداروں وڈیروں کے علاوہ پیروں اور سجادہ نشینوں نے بھی انگریز کی معاونت کی۔ وہ مریدوں کو فوج میں بھرتی کرواتے اور بطور انعام زمینیں پاتے۔ استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''شیطانی مثلث'' میں لکھتے ہیں:

> ''اس سارے عمل کے نتیجے میں ایک نیا جاگیر دار طبقہ وجود میں آیا جو پوری طرح تاجِ برطانیہ کا وفادار تھا، جس نے پنجاب پر فرنگی کی گرفت کو مضبوط کر دیا۔ یہی لوگ پنجاب کی دیہی فوجی اشرافیہ کہلائے۔ ان جاگیر دار سیاسی خاندانوں کو فوج سے بالکل جدا کوئی الگ طبقہ سمجھنا مناسب نہیں۔''

۱۹۲۳ء میں جاگیرداروں اور گدی نشینوں پر مشتمل ایک جماعت یونینسٹ پارٹی کے نام سے بنی، جس نے ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔ ان کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے اس وقت مسلم لیگ کو اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ ان الیکٹیبلز کو شامل کیے بغیر الیکشن میں جیت ملنا ناممکن ہے، اور یہ ہوا بھی۔ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے جب اس جاگیر دار ٹولے کو اپنی صفوں میں شامل کیا تو بھرپور کامیابی حاصل کی۔ یہ سلسلہ قیامِ پاکستان کے بعد سے اب تک جاری ہے اور ہر وہ سیاسی جماعت جسے فوج کی حمایت حاصل ہو وہ ان الیکٹیبلز کو بآسانی اپنی پارٹی میں شامل کروا لیتی ہے۔

اب ان حالات میں جب یہ واضح ہے کہ فوج و اسٹیبلشمنٹ پچھلے ۷۵ سالوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ قوت کے ساتھ ارادہ کیے ہوئے ہے کہ وہ جنہیں چاہیں گے صرف انہیں ہی حکومت بنانے کا موقع ملے گا، پھر مذہبی سیاسی جماعتیں کس امید پر اس لاحاصل جدوجہد میں اپنے وسائل اور قیمتی وقت کو کھپا رہی ہیں؟ فوج کسی مذہبی سیاسی جماعت کو اتنی سپیس تو دے سکتی ہے کہ وہ گلیاں سڑکیں پکی کرانے کا انتظام سنبھال لیں، لیکن ایسی اہم جگہوں پر آنے نہیں دے گی کہ جہاں سے وہ ملک کی داخلہ و خارجہ پالیسی پر اثر انداز ہو سکیں۔

بقیہ: طوفان الاقصیٰ کے حوالے سے حماس کا بیانیہ

5. یہ بھی حقیقت ہے کہ غزہ کے نواح کی بستیوں میں متعدد اسرائیلی آبادکار مسلح تھے اور ۷ اکتوبر کو ان کی فلسطینی مجاہدین سے جھڑپیں ہوئیں۔ یہ لوگ عام شہریوں کے طور پر رجسٹر ہیں حالانکہ اصل میں یہ اسرائیلی فوج کے شانہ بشانہ لڑنے والے مسلح لوگ ہیں۔
6. جب اسرائیلی شہریوں کی بات کی جاتی ہے تو یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اسرائیلی فوج میں لازمی بھرتی کا اطلاق اٹھارہ سال سے زیادہ عمر کے تمام اسرائیلیوں پر ہوتا ہے، جن میں مردوں کے لیے ۳۲ ماہ تک فوج میں خدمات سرانجام دینا جبکہ عورتوں کے لیے ۲۴ ماہ تک خدمات سرانجام دینا ضروری ہے، جہاں سب اسلحہ رکھ سکتے ہیں اور استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ ''مسلح لوگوں'' کے اسرائیلی سیکیورٹی نظریے کے تحت ہے جس نے اسرائیل کو ایک 'فوج رکھنے والے ملک' کی بجائے ایک 'ملک رکھنے والی فوج' بنا دیا ہے۔
7. عام شہریوں کا وحشیانہ قتل اسرائیلی ادارے کا ایک منظم طریقہ کار اور فلسطینی عوام کو ذلیل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ غزہ میں فلسطینیوں کا قتلِ عام اس طریقہ کار کا واضح ثبوت ہے۔
8. الجزیرہ نیوز چینل کی ایک دستاویزی فلم میں کہا گیا کہ غزہ پر اسرائیلی جارحیت کے ایک ماہ کے دوران اوسطاً ۱۳۶ فلسطینی بچے غزہ میں شہید ہو رہے تھے، جبکہ یوکرین روس جنگ کے دوران، یوکرین میں مارے جانے والے بچوں کی اوسط تعداد یومیہ ایک بچہ تھی۔
9. جو لوگ اسرائیلی جارحیت کا دفاع کرتے ہیں وہ واقعات کو معروضی انداز میں نہیں دیکھتے بلکہ یہ کہہ کر اسرائیل کی طرف سے فلسطینیوں کے قتلِ عام کا جواز پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حماس کے جنگجوؤں کو نشانہ بناتے وقت عام شہریوں کی ہلاکتیں ہو جاتی ہیں۔ لیکن وہ یہ مفروضہ تب استعمال نہیں کرتے جب بات ۷ اکتوبر کے طوفان الاقصیٰ کی آتی ہے۔
10. کوئی بھی آزاد اور منصفانہ تحقیقات اس بیانیے کی سچائی کو ثابت کر دے گی اور اسرائیل کے جھوٹ اور گمراہ کن معلومات کی حقیقت بھی کھول دے گی۔ اس میں اسرائیل کی جانب سے غزہ میں ہسپتالوں کے حوالے سے الزام بھی شامل ہے کہ فلسطینی مجاہدین انہیں بطور کمانڈ سینٹر کے استعمال کر رہے تھے، یہ ایک ایسا الزام ہے جو ثابت نہیں ہو سکا اور جسے بہت سی مغربی پریس ایجنسیز کی رپورٹس میں بھی مسترد کیا جا چکا ہے۔

☆☆☆☆☆

طوفان الاقصیٰ کے حوالے سے حماس کا بیانیہ

مجلس ادارت

پیش لفظ

غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے پر حالیہ اسرائیلی جارحیت کے تناظر میں، فلسطینی مسلمان خود مختاری، وقار، اور طویل ترین قبضے سے آزادی کے حصول کے لیے جو جنگ لڑ رہے ہیں اس میں انہوں نے اسرائیلی جارحیت و بربریت کے مقابلے میں بے مثال بہادری اور جوانمردی کا مظاہرہ کیا ہے۔

کچھ عرصہ قبل حماس کی جانب سے ۷ اکتوبر کو شروع ہونے والی کارروائیوں کی حقیقت، اس کے مقاصد اور اس کا فلسطینی تحریک سے تعلق واضح کرنے کے لیے اور اس کے ساتھ ساتھ اسرائیلی الزامات کا رد کرتے ہوئے، اصل حقائق سامنے لانے کے لیے ایک بیانیہ جاری کیا گیا (هذه روايتنا،لماذا طوفان الأقصى)۔ یہاں اس بیانیے کے دو حصے طوفان الاقصیٰ کی وجوہات اور اسرائیلی الزامات کے رد کا اردو میں خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

طوفان الاقصیٰ آپریشن کی وجوہات

- استعمار اور قبضے کے خلاف فلسطینی مسلمانوں کی جنگ ۷ اکتوبر سے شروع نہیں ہوئی، بلکہ ۱۰۵ سال قبل شروع ہو چکی تھی، جس میں برطانوی استعمار کے ۳۰ سال اور صہیونی قبضے کے ۷۵ سال شامل ہیں۔ ۱۹۱۸ء تک ۹۸ فیصد اراضی کے مالک فلسطینی تھے جبکہ ان کی آبادی کا تناسب ۹۲ فیصد تھا۔ برطانوی استعمار اور صہیونی تحریک کے باہمی اشتراک سے جب یہودیوں کو بڑے پیمانے پر فلسطین لایا گیا تو ۱۹۴۸ء میں صہیونی وجود کے اعلان تک یہودیوں کے پاس صرف ۶ فیصد اراضی کی ملکیت تھی اور ان کی آبادی کا تناسب ۳۱ فیصد تھا۔ اس کے بعد فلسطینیوں سے ان کا حق خود ارادیت چھین لیا گیا اور صہیونی جتھے فلسطینیوں کی نسل کشی میں مشغول ہو گئے تا کہ انہیں ان کے علاقوں سے جلا وطن کر ڈالا جائے۔ اس کے نتیجے میں صہیونیوں نے فلسطین کے ۷۷ فیصد علاقے پر قبضہ کر لیا، ۵۷ فیصد فلسطینیوں کو جلاوطن کر ڈالا، ۵۰۰ کے قریب فلسطینی گاؤں اور قصبے تباہ و برباد کر ڈالے اور درجنوں مقامات پر فلسطینیوں کا قتل عام کیا گیا جس کے نتیجے میں ۱۹۴۸ء میں اس سرزمین پر صہیونی وجود قائم ہوا۔ اپنی جارحیت کو دوام دیتے ہوئے اسرائیلی افواج نے ۱۹۶۷ء میں مغربی کنارے، غزہ اور بیت المقدس سمیت باقی ماندہ فلسطینی علاقوں پر اور فلسطین کے اطراف کے عرب علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔
- اس طویل عرصے کے دوران فلسطینی ہر طرح کے ظلم، ناانصافی، حق تلفی اور نسل پرستانہ پالیسیوں کا شکار ہوئے۔ مثال کے طور پر، غزہ کی پٹی ۲۰۰۷ء سے شروع ہونے والی اور پچھلے ۱۷ سال سے جاری ناکہ بندی کا شکار ہے، جس نے اسے دنیا کی سب سے بڑی کھلی جیل بنا ڈالا ہے۔ غزہ میں فلسطینی عوام نے پانچ تباہ کن جنگیں برداشت کی ہیں، جن سب میں جارح فریق 'اسرائیل' ہی تھا۔ ۲۰۱۸ء میں غزہ کی عوام نے 'مسیرۃ العودۃ الکبریٰ' (عظیم واپسی کا سفر) کے نام سے اسرائیلی ناکہ بندی اور المناک انسانی صورتحال کے خلاف اور واپسی کے حق کا مطالبہ کرنے کے لیے پر امن مظاہرے شروع کیے۔ لیکن اسرائیلی غاصب افواج نے ان مظاہروں کا وحشیانہ انداز میں جواب دیا، جس کے نتیجے میں چند ماہ کے اندر ۳۶۰ فلسطینی شہید جبکہ انیس ہزار زخمی ہوئے جس میں پانچ ہزار بچے بھی شامل ہیں۔
- رسمی اعداد و شمار کے مطابق جنوری ۲۰۰۰ء سے ستمبر ۲۰۲۳ء کے درمیانی عرصے میں اسرائیلی غاصبین نے گیارہ ہزار دو سو ننانوے (۱۱،۲۹۹) فلسطینی شہید جبکہ ایک لاکھ چھپن ہزار سات سو اڑسٹھ (۱۵۶،۷۶۸) دیگر زخمی کیے، جن میں اکثریت عام شہریوں کی تھی۔ بد قسمتی سے، امریکی انتظامیہ اور اس کے اتحادیوں نے گزشتہ برسوں میں فلسطینیوں کے مصائب پر کوئی توجہ نہیں دی اور اس کی بجائے ہمیشہ اسرائیلی جارحیت پر ہی پردہ ڈالا۔ انہوں نے صرف ان اسرائیلی فوجیوں پر اظہارِ افسوس کیا جو ۷ اکتوبر کی کارروائی میں مارے گئے تھے، اور یہ جاننے کی کوشش بھی نہیں کی کہ اصل میں ہوا کیا تھا۔ امریکی انتظامیہ نے اسرائیلی غاصبین کو فلسطینیوں کا قتل عام کرنے اور غزہ کی پٹی پر جاری وحشیانہ جارحیت کے لیے مالی و عسکری امداد فراہم کی اور اب بھی امریکی حکام اسرائیلی غاصب افواج کی طرف سے غزہ میں جاری قتل عام کو مکمل طور پر نظر انداز کر رہے ہیں۔
- اسرائیلی خلاف ورزیوں اور جارحیت کو اقوام متحدہ کے متعدد اداروں اور بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیموں نے دستاویزی شکل دی ہے جس میں ایمنسٹی انٹرنیشنل، ہیومن رائٹس واچ، حتیٰ کہ بعض اسرائیلی انسانی حقوق کی تنظیمیں بھی شامل ہیں۔ لیکن ان رپورٹس اور شہادتوں کو نظر انداز کر دیا گیا اور اسرائیلی غاصبین کو اب تک ان پر جوابدہ نہیں ٹھہرایا گیا۔ مثلاً ۲۹ اکتوبر ۲۰۲۱ء کو اقوام متحدہ میں اسرائیلی سفیر گیلاد اردان (Gelad Erdan) نے جنرل اسمبلی میں خطاب کے دوران اقوام متحدہ کی ہیومن رائٹس کونسل کی رپورٹ کو پھاڑا اور اسے کچرے کی ٹوکری میں پھینک کر اقوام

متحدہ کے نظام کی توہین کی۔ لیکن اس کے باوجود اگلے سال ۲۰۲۲ء میں اسے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا نائب صدر بنادیا گیا۔

- امریکی انتظامیہ اور اس کے مغربی اتحادی ہمیشہ اسرائیل کو قانون سے بالاتر ریاست سمجھتے ہیں، اس کے قبضے کو طول دینے اور فلسطینی عوام کو کچلنے کے لیے مناسب کور فراہم کرتے ہیں، اور اسرائیل کو صورتحال کا فائدہ اٹھانے کا پورا موقع دیتے ہیں تاکہ وہ مزید فلسطینی اراضی پر قبضہ کر سکے اور مقدسات اور مقدس مقامات کو یہودی بنا سکے۔ اگرچہ اقوام متحدہ نے پچھلے ۷۵ سال میں فلسطینی عوام کے حق میں ۹۰۰ سے زائد قراردادیں منظور کیں، لیکن اسرائیل ہمیشہ ان قراردادوں کی پابندی کرنے سے انکاری رہا اور امریکی 'ویٹو' ہمیشہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں اسرائیل کی پالیسیوں اور خلاف ورزیوں کی مذمت کو روکنے کے لیے موجود رہا۔ اسی لیے امریکہ اور مغربی طاقتیں اسرائیلی قبضے، اس کے جرائم اور فلسطینی عوام پر جاری مظالم میں برابر کے شریک ہیں۔
- جہاں تک بات "پرامن تصفیہ کے عمل" کی ہے، باوجودیکہ ۱۹۹۳ء میں فلسطین لبریشن آرگنائزیشن (PLO) کے ساتھ اوسلو معاہدے میں مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی پر مشتمل ایک آزاد فلسطینی ریاست کا قیام طے پایا تھا، اسرائیل بیت المقدس اور مقبوضہ مغربی کنارے کے فلسطینی علاقوں میں یہودی آبادکاریاں اور تعمیرات کر کے فلسطینی ریاست کے قیام کے ہر امکان کو تباہ کرتا آیا ہے۔ امن عمل کی حمایت کرنے والوں کو تیس سال بعد جاکر یہ احساس ہوا ہے کہ وہ اب ایک بند گلی میں پہنچ چکے ہیں اور ایسا عمل فلسطینی عوام کے لیے تباہ کن نتائج کا حامل ہو گا۔

اسرائیلی حکام متعدد مواقع پر دہرا چکے ہیں کہ وہ فلسطینی ریاست کے قیام کو قطعی طور پر مسترد کرتے ہیں۔ طوفان الاقصیٰ آپریشن سے صرف ایک ماہ قبل اسرائیلی وزیر اعظم بنیامین نیتن یاہو نے دنیا کے سامنے نام نہاد 'نئے مشرق وسطیٰ' کا نقشہ پیش کیا، جس میں اسرائیل کی حدود کو مغربی کنارے اور غزہ سمیت دریائے اردن سے بحیرۂ روم تک مکمل علاقے تک پھیلا دکھایا گیا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں اس متکبرانہ تقریر کے جواب میں ساری دنیا خاموش اور فلسطینیوں کے حقوق سے لاتعلق بیٹھی رہی۔

۷۵ سالہ بے رحم قبضے اور سختیوں، فلسطینی عوام کی آزادی اور واپسی کی تمام کوششوں میں ناکامی اور نام نہاد امن عمل کے تباہ کن نتائج دیکھنے کے بعد دنیا فلسطینی عوام سے درج ذیل کے جواب میں کیا توقع رکھتی تھی؟

- مسجد الاقصیٰ کو یہودی مقام بنانے کا اسرائیلی منصوبہ، اس کی تقسیم کی کوششیں، اس کے ساتھ ساتھ اسرائیلی آبادکاروں کی مسجدِ مقدس میں دراندازیوں میں تیزی۔
- انتہاپسند اور دائیں بازو کی اسرائیلی حکومت جو مکمل مغربی کنارے اور بیت المقدس کو نام نہاد 'اسرائیلی ریاست' میں ضم کرنے کے لیے عملی اقدامات کر رہی ہے، اور اس کے ساتھ فلسطینیوں کو ان کے گھروں اور علاقوں سے بے دخل کرنے کے منصوبے بھی اسرائیلی حکام کی میز پر موجود ہیں۔
- اسرائیلی جیلوں میں موجود ہزاروں قیدیوں کو اپنے بنیادی حقوق سے محرومی اور فسطائی اسرائیلی وزیر اتامر بن گویر کی زیر نگرانی حملوں اور تذلیل کا سامنا ہے۔
- ۱۷ سال سے غزہ پر مسلط ناانصافی پر مبنی فضائی، بحری اور بری ناکہ بندی۔
- مغربی کنارے میں اسرائیلی نوآبادیوں میں غیر معمولی وسعت اور آبادکاروں کی جانب سے فلسطینیوں اور ان کے املاک پر روزانہ کی بنیاد پر حملے۔
- سخت ترین حالات میں مہاجر کیمپوں اور دیگر جگہوں پر رہنے والے ۷۰ لاکھ فلسطینی جو اپنی سرزمین پر واپسی چاہتے ہیں اور جنہیں ۷۵ سال پہلے جلاوطن کر دیا گیا تھا۔
- فلسطینی ریاست کے قیام میں عالمی برادری کی ناکامی اور اس کو روکنے میں عالمی طاقتوں کا کردار۔

اس سب کے جواب میں فلسطینی عوام سے کیا توقع کی جا رہی تھی؟ کہ وہ انتظار کریں اور بے بس اقوام متحدہ پر انحصار کیے رکھیں؟ یا فلسطینی عوام، زمین، حقوق اور مقدسات کے دفاع کے لیے قدم بڑھائیں، یہ جانتے ہوئے کہ دفاع کرنے کا حق عالمی قوانین، روایات اور قراردادوں میں ثبت ہے۔

مندرجہ بالا امور کو دیکھتے ہوئے، ۷ اکتوبر کا آپریشن طوفان الاقصیٰ فلسطینی عوام اور ان کی تحریک کے خلاف اسرائیلی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک ضروری اقدام اور فطری رد عمل تھا۔ یہ اسرائیلی قبضے سے نجات، فلسطینیوں کے حقوق کے حصول اور دنیا کے تمام دیگر لوگوں کی طرح آزادی و خود مختاری کے حصول کی خاطر ایک دفاعی اقدام تھا۔

۷ اکتوبر کے واقعات اور اسرائیلی الزامات کا رد

11. ۷ اکتوبر کو آپریشن طوفان الاقصیٰ نے اسرائیلی فوجی تنصیبات کو نشانہ بنایا اور دشمن کے سپاہیوں کو گرفتار کرنے کی کوشش کی تاکہ اسرائیلی حکام پر دباؤ ڈالا جا سکے کہ وہ قیدیوں کے تبادلے کے عمل کے ذریعے اسرائیلی جیلوں میں بند ہزاروں فلسطینیوں کو رہا کرے۔ اس لیے اس آپریشن میں پوری توجہ اسرائیلی فوج کے غزہ ڈویژن اور غزہ کے نواح کی اسرائیلی آبادیوں میں اسرائیلی فوجی تنصیبات کو تباہ کرنے پر مرکوز تھی۔
12. عام شہریوں بالخصوص بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو نقصان پہنچانے سے اجتناب کرنا مجاہدین کا دینی اور اخلاقی فریضہ ہے۔ آپریشن کے دوران فلسطینی مجاہدین مکمل طور پر منظم اور دینی اقدار کے پابند رہے اور انہوں نے صرف قابض فوجیوں کو اور ان کو نشانہ بنایا جنہوں نے فلسطینیوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔ اس دوران فلسطینی مجاہدین عام شہریوں کو نقصان پہنچانے سے بچنے کی پوری کوشش کر رہے تھے حالانکہ ان کے پاس

اس مقصد کے لیے مناسب ہتھیار بھی نہیں تھے۔ مزید بر آں اگر عام شہریوں کو نشانہ بنانے کا کوئی واقعہ ہوا بھی تو وہ حادثاتی طور پر ہوا اور قابض فوجیوں کے ساتھ تصادم کے دوران ہوا۔

۱۹۹۴ء میں مقبوضہ الخلیل کی الابراہیمی مسجد میں صہیونی مجرم بروچ گولڈ سٹین کی جانب سے فلسطینی نمازیوں کے قتل عام کے بعد، فلسطینی مجاہدین نے یک طرفہ طور پر اعلان کیا کہ تمام فریق عام شہریوں کو نشانہ بنانے سے گریز کریں۔ لیکن اسرائیلی غاصبین نے اسے مسترد کر دیا اور اس پر کوئی تبصرہ کرنا تک گوارا نہیں کیا۔ فلسطینی مزاحمتی تحریک نے بارہا اس مطالبے کا اعادہ کیا لیکن اسرائیلی غاصبین ہمیشہ اسے سنی ان سنی کرتے رہے اور انہوں نے فلسطینی عوام کو نشانہ بنانے اور انہیں شہید کرنے کا عمل جاری رکھا۔

13. طوفان الاقصیٰ پر عمل درآمد کے دوران اسرائیلی سیکیورٹی اور فوجی نظام کی فوری ناکامی اور غزہ کی سرحد پر افراتفری مچ جانے کے نتیجے میں ممکن ہے کچھ غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہوں۔

لیکن جیسا کہ بہت سے لوگوں نے گواہی دی ہے کہ مجاہدین نے غزہ میں رکھے جانے والے تمام قیدیوں کے ساتھ مثبت اور نرمی والا رویہ رکھا اور جارحیت کے ابتدائی ایام سے ہی ان کی رہائی کے لیے کوششیں کرتے رہے اور ایک ہفتہ پر محیط انسانی بنیادوں پر کی گئی جنگ بندی کے دوران ہوا بھی یہی، جب اسرائیلی جیلوں سے فلسطینی عورتوں اور بچوں کی رہائی کے بدلے ان عام شہریوں کو رہا کیا گیا۔

14. اسرائیلی غاصبین جو الزامات کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں کہ مجاہدین نے ۷ اکتوبر کو اسرائیلی عام شہریوں کو نشانہ بنایا یہ مکمل طور پر جھوٹ اور حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ ایسے الزامات اسرائیلی حکام کی طرف سے لگائے جا رہے ہیں اور انہیں کسی آزاد ذرائع سے ثابت نہیں کیا جا سکا۔ یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ اسرائیلی بیانیہ ہمیشہ فلسطینی مزاحمتی تحریک کو شیطانی روپ دینے اور غزہ پر اپنی وحشیانہ جارحیت کو قانونی روپ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

درج ذیل تفاصیل اسرائیلی الزامات کا رد کرتی ہیں:

- ۷ اکتوبر کو خود اسرائیلیوں کی بنائی گئی ویڈیوز اور ان کی شہادتیں جنہیں بعد میں نشر کیا گیا، ظاہر کرتی ہیں کہ مجاہدین نے عام شہریوں کو نشانہ نہیں بنایا، اور ابہام کی وجہ سے بہت سے اسرائیلی خود اسرائیلی فوج اور پولیس کے ہاتھوں مارے گئے۔
- فلسطینی مجاہدین کے ہاتھوں چالیس بچوں کے سر قلم کرنے کے الزام کی بھی سختی سے تردید کی جا چکی ہے اور خود اسرائیلی میڈیا بھی اس جھوٹ کی تردید کر چکا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے بہت سے مغربی میڈیا اداروں نے اس الزام کو اٹھایا اور اس کو بہت اچھالا ہے۔
- یہ الزام کہ فلسطینی مجاہدین نے اسرائیلی عورتوں کی عصمت دری کی اس کی مکمل طور پر تردید کی گئی ہے۔ یکم دسمبر ۲۰۲۳ء کو Mondoweiss نیوز ویب سائٹ کی ایک رپورٹ اور اس طرح کی دیگر رپورٹس میں کہا گیا کہ ۷ اکتوبر کو فلسطینی مجاہدین کے ہاتھوں اجتماعی زیادتیوں کے کوئی شواہد موجود نہیں ہیں اور یہ کہ اسرائیل ایسے الزامات کو غزہ میں نسل کشی کو بھڑکانے کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ [(بے شک مجاہدینِ اسلام ایسے خسیس اعمال سے بری ہیں! (ادارہ)]
- ۱۰ اکتوبر کو اسرائیلی اخبار Yedioth Ahronoth اور ۱۸ اکتوبر کو Haaretz اخبار کی رپورٹس کے مطابق بہت سے اسرائیلی شہری اسرائیلی فوجی ہیلی کاپٹر سے مارے گئے بالخصوص وہ جو غزہ کے قریب Nova میوزیکل فیسٹویل میں شریک تھے، جہاں ۳۶۴ اسرائیلی شہری مارے گئے۔ رپورٹ کے مطابق فلسطینی مجاہدین جب فیسٹول کے مقام پر پہنچے تو انہیں اس فیسٹول کا پہلے سے علم نہیں تھا، جبکہ اسرائیلی ہیلی کاپٹر نے مجاہدین اور فیسٹویل کے شرکاء دونوں پر فائر کھول دیا۔ Yedioth Ahronoth اخبار نے مزید کہا کہ اسرائیلی فوج نے غزہ سے مزید دراندازی اور فلسطینی مجاہدین کے ہاتھوں اسرائیلیوں کی گرفتاری کو روکنے کے لیے غزہ کی پٹی سے ملحقہ علاقے میں تین سو اہداف کو نشانہ بنایا۔
- دیگر اسرائیلی شہادتوں سے تصدیق ہوگئی کہ اسرائیلی فوج کے حملوں اور سپاہیوں کی کارروائیوں کے نتیجے میں کئی اسرائیلی قیدی مارے گئے اور ان کو قید کرنے والے بھی شہید ہوئے۔ اسرائیلی غاصب فوج نے اسرائیلی آبادیوں کے ان گھروں پر بھی بمباری کی جہاں فلسطینی مجاہدین اور اسرائیلی شہری دونوں موجود تھے جو کہ اسرائیلی فوج کے بدنام زمانہ "ہینی بال ڈائریکٹو (Hannibal Directive)" کا واضح استعمال تھا، جس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ "کسی شہری یا سپاہی کے قیدی بننے سے بہتر ہے کہ اسے مار ڈالا جائے" تاکہ فلسطینی مزاحمتی تحریک سے قیدیوں کے تبادلے کے عمل میں پھنسنے سے بچا جا سکے۔
- مزید بر آں قابض حکام نے مارے جانے والے فوجیوں اور شہریوں کی تعداد ۱۴۰۰ سے گھٹا کر ۱۲۰۰ کر دی، جب انہیں علم ہوا کہ ۲۰۰ جلی ہوئی لاشیں فلسطینی مجاہدین کی تھیں جو وہاں شہید ہوئے اور اسرائیلیوں کی لاشوں میں ان کی لاشیں شامل ہوگئیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس نے مجاہدین کو شہید کیا اسی نے اسرائیلی شہریوں کو بھی قتل کیا اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ کام اسرائیلی جنگی جہازوں کا تھا۔
- پورے غزہ میں شدید اسرائیلی فضائی حملوں کے نتیجے میں ساٹھ اسرائیلی قیدی ہلاک ہوگئے، یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ اسرائیلی غاصبین کو غزہ میں اپنے قیدیوں کی جانوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ (باقی صفحہ نمبر 42 پر)

طوفان الاقصیٰ اور جمہوریت

عامر سلیم خان (سابقہ افسر پاکستان آرمڈ فورسز)

طوفان الاقصیٰ نے حق و باطل میں تفریق مزید واضح کر دی۔ جیسے جمہوریت کے فریب کو ہی لے لیجیے۔ طوفان الاقصیٰ نے اس کو بھی مزید واضح کیا کہ جمہوریت ہمارے مسائل کا حل نہیں بلکہ یہ تو خود ایک مسئلہ ہے ہمارے لیے۔ اس حوالے سے ایک کہانی یاد آگئی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے ایک رشتہ دار نے الیکشن کے دنوں میں ایک سیاسی شخصیت کا ساتھ اس لیے دیا تھا کہ ان کے کاروبار میں ایک رکاوٹ تھی جس کا لائسنس ان سیاسی شخصیت نے مہیا کیا تھا۔

کالج دور میں مطالعہ پاکستان کے استاد جی بہت جمہوریت پسند تھے۔ وہ جمہوریت کے 'ووٹ' انتخاب کو کبھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ مقرر ہونے سے ثابت کرتے تو کبھی پارلیمنٹ کو شوریٰ سے۔ بہر حال ان کی یہ بات مجھ پر اثر کر گئی تھی کہ ووٹ اپنے ذاتی فائدے، مقصد کے لیے نہ دیں بلکہ اجتماعی فائدے و ضرورت کے لیے دیں کیونکہ آپ پورے ملک کے لیے قانون ساز افراد کو چن رہے ہوتے ہیں نہ کہ فقط اپنی ذاتی خدمت کرنے والوں کو۔

اس اصول کے مطابق تو ہمارے وہ رشتہ دار غلط ہی ٹھہرے کہ اپنے کاروباری لائسنس کے لیے سیاست دان کا ساتھ دیا۔ لیکن جیسے ہی وقت گزرتا گیا تو یہ بات سمجھ میں آنا شروع ہوئی کہ رشتہ دار صاحب نے عین سمجھداری کا کام کیا تھا۔ جاننا چاہیں گے کیوں؟

تو عرض یہ ہے کہ جس سسٹم سے یا جس آلے (instrument) سے ایک کام ہو ہی نہیں سکتا اگر کوئی اس سے وہ کام لینا چاہے تو یہ کہاں کی عقلمندی ہے؟ مثال کے طور پر ایک بھائی ہتھوڑے سے زمین کھود رہا ہے تو آپ یہی کہیں گے ناں کہ بھائی جان ہتھوڑے سے زمین نہیں کھدے گی بلکہ اس کے لیے کدال کی ضرورت ہے۔ ہتھوڑا تو کیل ٹھونکنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

بالکل اسی طرح مسلم ممالک میں رائج عالمی طاغوتی نظام سے منسلک جمہوریتیں بالکل ایک غلط سسٹم ہے جس سے مسلمانوں کے مسائل حل نہیں کیے جا سکتے، کیونکہ یہ بنیادی طور پر اسلام کے نظریات کے خلاف ہے اور اسی لیے جو دین سے وابستہ افراد اس نظام کا حصہ بنتے ہیں وہ بھی اس میں شمولیت کے لیے تاویلات کا سہارا لیتے ہیں اور انسان اپنے لیے قوانین وضع کرنے میں بااختیار ہو اس کفریہ عقیدے سے وہ برات کرتے ہیں۔

اس نظام میں شامل افراد سے ذاتی مسائل جیسے کاروبار کا لائسنس، بیٹے کے لیے نوکری دلوانا، گلی پکی کر لینا، گیس کا میٹر لگوا لینا، سرکاری یونیورسٹی میں بچے کا داخلہ کروا لینا وغیرہ وغیرہ کا حل تو نکالا جا سکتا ہے لیکن امتِ مسلمہ کو درپیش اصل مسائل کا حل اس سے نکالنا ناممکن ہے۔

امت کے بنیادی مسائل کیا ہیں؟

پہلے تو اس جمہوری نظام میں اس بارے میں گفتگو ہی نہیں ہوتی کیونکہ ہماری جتنی بھی سیاسی پارٹیاں ہیں ان کو اس نظام میں رہنے کے لئے، دیگر الفاظ میں سلیکٹ ہونے کے لیے سب سے پہلے امریکہ و یورپ کو خوش کرنا ہوتا ہے اور بعد میں ان کے مسلط کردہ جرنیلی ٹولے کو۔ اب جب بات امریکہ کی آگئی تو میرے اور آپ کے اجتماعی مسائل کے حل ہونے کے سوال کا تو سوچ کی دنیا میں ہی خاتمہ ہو جاتا ہے۔

اس کی واضح مثال حالیہ تناظر میں مسئلۂ فلسطین ہے۔ غزہ میں جاری مسلمانوں کا قتلِ عام۔ پاکستان، امتِ مسلمہ، بلکہ پوری دنیا کی عوام اس ظلم کے خلاف ہیں لیکن ہمارے حکمران (فوج کی طرف سے مسلط نگران کٹھ پتلیاں) اور وہ سیاسی قائدین جو الیکشن (سلیکشن) کمپین چلا رہے ہیں، اس حوالے سے بالکل ڈھیلے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ اگر ان میں سے کوئی اس طرح کے ایشو (کشمیر و فلسطین وغیرہ) کو اپنے منشور کا بنیادی حصہ بنائیں گے تو ان کی سلیکشن تو خطرے میں پڑ جائے گی۔

اس لیے ہمارے ملک کی سیکولر جماعتوں کے ساتھ ساتھ ہماری مذہبی جمہوری جماعتیں بھی بہت احتیاط سے اس مسئلہ کا نیم سا، بے اثر تذکرہ کرتی نظر آتی ہیں۔ مطلب اگر کوئی بات کرتا بھی ہے تو اس حد تک کہ غزہ کے لیے امداد (مالی، خوراکی وغیرہ) بھیجی جائے اور اصل مسئلہ کے حل، جس کے لیے خود اہلِ غزہ کٹ مر رہے ہیں، یعنی ظالم صہیونی یہودیوں سے جہاد و قتال، اس پر بحث یا کوئی ایجنڈا موجود نہیں۔

اس لیے سوشل میڈیا پر یہ ٹرینڈ بہت مشہور ہوا کہ:

> Do not just support them when they are dying but support them when they are fighting.
>
> ان کی حمایت صرف تب مت کرو جب وہ مر رہے ہوں بلکہ تب کرو جب وہ لڑ رہے ہوں۔

لیکن اس بنیادی نقطے پر جمہوری سسٹم و ماحول کے اندر رہتے ہوئے عمل کرنا ناممکن ہے اور یہی امتِ مسلمہ کے تمام مسائل کی روداد ہے۔

بس پھر فائدے میں وہ ہی رہا جس نے اس سسٹم سے ذاتی مفاد حاصل کیا کیونکہ امت کا اجتماعی مفاد یا بالفاظ دیگر امت کا دفاع اس نظام سے، جو خود ہمارے عظیم دشمن انگریز نے ہمیں دیا ہے، ناممکن ہی ہے اور اسی لیے ہمارے دشمن نے جمہوریت کا یہ آلہ ہمارے ہاتھ میں تھما دیا تھا کہ اس سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا بلکہ الٹا یہ اپنا نقصان ہے اور بس۔

اس نظام میں کامیاب وہ ہے جو سب سے زیادہ امریکہ کا وفادار ہے، اس لیے ہر پارٹی کی کوشش ہوتی ہے کہ امریکی ایماء پر چلے۔ اس کی تازہ مثال موجودہ وزیر اعظم کا امریکہ کی خوشنودی کے لیے فلسطین کے حوالے سے اپنے روایتی موقف سے انحراف کرنا ہے۔ ظاہر ہے کاکڑ صاحب نے آگے بھی حکومت میں جگہ بنانی ہے، اس کے لیے وہ اس حد تک نیچے جانے کو تیار ہیں کہ بانیٔ پاکستان کے اسرائیل کے بارے میں موقف کہ 'اسرائیل کوئی سٹیٹ ہے ہی نہیں' کو تبدیل کرنے لگ جاتے ہیں اور مسئلہ فلسطین پر 'دو قومی نظریہ' کا اطلاق کرتے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ......

حالانکہ جناح صاحب کا اسرائیل کے بارے میں سخت موقف ان کے اس جملے سے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ:

Israel is the bastard child of Europe.

اسرائیل یورپ کی ناجائز اولاد ہے۔

تو یہ ہے اس جمہوری سسٹم کا اصل چہرہ۔ بہر حال اب تو حالات اتنے ابتر ہو چکے ہیں کہ اس سسٹم سے تو لوگ اب اپنے ذاتی مفادات بھی حاصل نہیں کر پا رہے۔

طوفان الاقصیٰ نے اس جمہوری سسٹم کی ایک اور خامی واضح کی، وہ یہ کہ پوری دنیا میں، امریکہ سے لے کر عرب و پاکستان تک عوام اسرائیلی ظلم کے اور اسرائیلی نسل کشی کے سخت مخالف ہیں، جبکہ ریاستیں اس کے برعکس ہیں۔ یہاں جمہوریت کا یہ دعویٰ بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ جمہوریت عوام کی حکمرانی یا عوام کی چاہت و امنگوں کی ترجمانی کرتی ہے۔

مسلم ممالک کی عوام ہر پلیٹ فارم پر اپنی افواج کو اہلِ غزہ کی عسکری مدد کے لیے پکار رہی ہیں لیکن وہیں پر تمام جمہوریتیں اس حوالے سے خاموش ہیں اور اپنی افواج کو کسی ادنیٰ درجے میں بھی متحرک نہیں کر سکتیں۔ اسی طرح امریکہ و یورپ میں عوام اس جنگ میں اسرائیل کی مدد کرنے کے خلاف ہے اور فوری طور پر جنگ بندی کا مطالبہ کر رہی ہے لیکن ان کی ریاستیں اسرائیل کے لیے اپنا سب کچھ نچھاور کر رہی ہیں۔ تو یہ ہے جمہوریت کی اصلیت۔

طوفان الاقصیٰ نے دنیا کے جمہوریتوں کے پیچھے کھڑے عالمی اداروں جیسے اقوام متحدہ یا عالمی عدالت برائے انصاف (آئی سی جی) کی حقیقت و وقعت بھی سب پر واضح کر دی۔ یہود و امریکہ جو اقوام متحدہ کے قوانین و فرامین کی دھجیاں اڑا رہے ہیں وہ بالکل بھی مسئلہ نہیں جبکہ دوسری طرف کوئی دوسرا غریب ملک تھوڑا بھی ریسپانس دکھائے تو فوراً پابندیوں و قیود کی بھرمار۔ اس دجالی نظام کی سب سے بڑی برائی اس کا یہی ڈبل سٹینڈرڈ ہے جو مظلوم و کمزور کے لیے الگ اور طاقتور و ظالم کے لئے الگ ہے۔

پس اے میرے پاکستان کے مسلمان بھائیو!

اگر اپنے اور امت کے مسائل حل کرنا چاہتے ہیں تو اس جمہوری کھیل تماشوں کو خیر باد کہہ دیں اور اسلامی نظام کے لیے اسلام کے بتائے ہوئے طریقے پر گامزن ہو جائیں۔ اسلامی طریقہ پیچیدہ نہیں بلکہ بہت واضح ہے جو ہمیں ہمارے پیارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر دکھلایا کہ دعوت، اعداد و قتال سے نظام قائم کیا اور رہتی دنیا تک ایک بے مثال مملکت و ریاست کی بنیاد رکھی۔ پس ہمیں اپنے مسائل کے حل کرنے کے لیے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے طریقے پر ہی چلنا ہو گا۔

بقیہ: فلسطینی بچے

وطنِ عزیز میں بچوں کی تربیت

ایک طرف فلسطین کے یہ بہادر اور شوقِ شہادت سے سرشار بچے اور دوسری طرف وطنِ عزیز کے ٹک ٹاکر بچے...... جن کے والدین کے لیے فخر کی بات ہی یہ ہے کہ بچے کو ڈانس کرنا آتا ہو...... انگریزی میں بات کرنا آتا ہو...... پھر چاہے وہ جو بھی کرتا پھرے کوئی بات نہیں...... پہلے بچیوں کے لباس پہ لوگ خاص توجہ دیتے تھے، اب تو اس چیز کی فکر ہی ختم ہو گئی ہے کہ لباس کیسا ہونا چاہیے۔ اب تو دیندار اور مذہبی گھرانوں کے بچے بچیوں کا لباس دیکھ کر بھی انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ اگر کسی کے بچے گانے اور ڈانس سے بچے ہوئے ہیں تو انہیں ان کے والدین نے کارٹون دیکھنے کا عادی بنا دیا ہے، جس میں جن چیزوں کو بچے بچپن سے دیکھتے ہوئے آتے ہیں وہ چیزیں انہیں ہلکی محسوس ہونے لگتی ہیں اور اگر کوئی اصلاح کی نیت سے اس کے خلاف بات کرے تو ان کو متشدد کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے۔ اللھم ارحمنا۔

بچوں کی درست تربیت

بچوں کی تربیت کے حوالے سے شیخ صالح العصیمی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

> ”اے خواتین کی جماعت! مال اور لذیذ کھانوں سے بڑھ کر رجالِ کار کی تیاری پر توجہ دیجیے، امت کا مستقبل پلی پلائی بھیڑوں کا نہیں بلکہ ایسے مضبوط اجسام کا متقاضی ہے جن میں ایمان سے معمور دل ہوں اور بچے اپنی ماؤں کے دین پر ہی تو ہوتے ہیں۔“

اب عہدِ غلامی کی سب عادات بھلا دو
ہر بچے کو اسلام پہ مر مٹنا سکھا دو

نہ دنیا ہے نہ دیں

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

۷ اکتوبر ۲۰۲۳ء سے غزہ کا ایک منظر وہ ہے جو تین ماہ کے بعد بھی جاری بلاناغہ بمباری، اموات اور خوفناک انسانی المیے کی صورت میں سبھی دیکھ رہے ہیں۔ دوسرا منظر سیاسی جوڑ توڑ، امریکہ، یورپ کی قیادت کا پوری ڈھٹائی سے جنگ بندی سے انکار ہے۔ تیسرا منظر ان تھک مظاہروں کا ہے جس کا تمام تر جوش وخروش مغربی عوام کے مظاہروں، مختلف فورمز پر آواز اٹھانے کا ہے۔ مسلم ممالک کا حال نہ پوچھا جانا ہی بہتر ہے۔ سبھی مسلمان ریموٹ کنٹرول غلامی کے دور سے گزر رہے ہیں۔ امریکی، مغربی عوام جب اس فکری، نظریاتی، زمینی، نوآبادیاتی تسلط کے خلاف تحریک میں کامیاب ہوگئے تو آکر ہمیں بھی آزاد کرا دیں گے۔ اس وقت تک ہم سیکولرازم اور غیر جانبداری کا ڈھنڈورا پیٹے، مغربی حکمرانوں کی معاشی فکری غلامی نبھائیں۔ مغرب میں بہتوں نے نظام سے بغاوت کر ڈالی! ڈٹ کر، بلند آہنگ، مالی، معاشی نقصانات، متنازع ہو جانے کے جھٹکے برداشت کر کے روشن ضمیری سے فلسطین کی مظلومیت کو دردِ سر، دردِ جگر بنا لیا ہے! امریکی انتخابات، عوام کے اتنے واضح دوٹوک موقف کے ہاتھوں گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کی کشمکش میں ہیں۔ غزہ والا سچ بولیں تو یہودی سرمایہ دار 'جمہوریت' کو ٹکا نہ دیں، جمہوری بیساکھیاں کھینچ لیں۔ اسرائیل کی ہم نوائی کریں تو ووٹ بینک کا دیوالیہ پٹ جائے۔ جمہوریت کی قلعی بھی کھل گئی کہ یہ جھوٹ، دجل، مفادات اور پیسے کا کھیل ہے! عوام کے لیے جھوٹے وعدے لارے لپے۔ عوام سے ٹیکسوں کا پیسہ نچوڑ کر غزہ کے بچے مارنے پر نچھاور!

دنیا بھر میں نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ ملک کے مستقبل کی صورت گری کرتا ہے۔ ہر ملک میں بالعموم اور مغرب میں بالخصوص اعلیٰ تعلیمی اداروں سے قیادتیں بن کر نکلتی ہیں۔ بڑی پرائیویٹ یونیورسٹیاں فیڈرل فنڈ تو وصول کرتی ہیں مگر آزادیٔ اظہار اور تعلیم وتدریس کی آزادی ان کی روایت رہی ہے۔ ناگوار، ناپسندیدہ تصورات پر بھی اظہار ہوتا رہا۔ ویتنام کی ناحق جنگ پر یونیورسٹیوں کے کیمپس ہی تھے جہاں سے نوجوانوں نے بھرپور مخالفت کی تھی۔ ملک کا دماغ، یہی باشعور طبقہ، بعد ازاں ملکی اداروں، سیاست، تجارت پر ہر جا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ امریکی، مغربی اعلیٰ پائے کے تعلیمی مراکز دنیا بھر میں معلم، مدرس، حکمران فراہم کرتے ہیں۔ تکنیکی اور علمی فراست وصلاحیت اپنی جگہ، مگر ہماری تیسری دنیا کے ممالک کے ایسے افراد عموماً دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ مغربی ممالک کے مفادات کے محافظ بن کر اپنے ملکوں میں، ورلڈ بینک، آئی ایم ایف میں انہی کے آلۂ کار بنتے ہیں۔ جیسے اشرف غنی، زلمے خلیل زاد افغانستان میں امریکی ایجنڈے پر کام کرتے رہے! آزاد ممالک کے روشن ضمیر دنیا بھر کے معاملات کو بے لاگ عدل وانصاف کے پیمانے پر جانچتے تولتے آواز اٹھاتے رہتے ہیں۔ جنوبی افریقہ میں نسلی منافرت ہو یا خود امریکہ میں سیاہ فام آبادی کے حقوق کا مسئلہ۔ اب فلسطین میں محافظین قبلہ اول کو امت نے بھلا دیا۔ بدترین غلامی، جبر وتشدد میں گھٹ گھٹ کر مسجد اقصیٰ کے لیے قربانیاں دینے والوں سے ہم بے پروا رہے۔ (سب سے پہلے پاکستان! نہ امت نہ مقدسات نہ شعائر اللہ!) امریکہ میں اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں کے طلبہ واساتذہ، باشعور طبقہ طوفانِ اقصیٰ سے دو ماہ پہلے ہی اقدام کر چکا تھا۔ ۲ اگست ۲۰۲۳ء کو ایک کھلا خط جاری ہوا۔ اس میں امریکہ میں مقیم یہودی (۶۳ لاکھ) اور ان کی قیادت کو ناراض اسکالرز نے فلسطین میں جاری نسلی منافرت پر مبنی اسرائیلی پالیسیوں اور اس کے ہولناک نتائج پر متوجہ کیا۔ یہ خط بنیادی انسانی حقوق سے فلسطینیوں کی محرومی اور یہودی برتری کے زعم کا پردہ چاک کرتا ہے۔ 'اپارتھائیڈ' قرار دیتے ہوئے، قوانین کی تبدیلی کا مطالبہ کرتے ہوئے کہتا ہے: 'مزید خاموشی نہیں رہے گی۔ عمل پیرا ہونے کا یہی وقت ہے' یہودی امریکی قیادت کو مچھر چھاننے اور اونٹ نگلنے کے رویے پر متوجہ کرتا ہے، کہ وہ چھوٹے مسائل اور مہمات پر تو خوب متحرک رہتے ہیں مگر اسرائیل میں فلسطینیوں کے خلاف جاری اپارتھائیڈ پالیسیاں یکسر نظر انداز کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ 'اپارتھائیڈ' اصطلاح بین الاقوامی سیاسی سطح پر ایک گالی سمجھی جاتی ہے۔ یعنی نسل رنگ کی بنیاد پر کسی قوم کو محکوم رکھ کر ان کی ہمہ گیر تذلیل، استحصال کو قانونی شکل دینا۔ جیسے (ڈچ) ولندیزیوں نے وسائل سے پُر بڑے ملک جنوبی افریقہ پر نوآبادیاتی تسلط کے تحت مقامی آبادی کو ہر سطح پر اچھوت بنا کر رکھا۔ قوانین بنا کر پسماندگی کی دلدل میں دھکیل کر سفید فام نسلی برتری کے زعم میں لوٹا، رگیدا! (مقامی اور گلوبل تحریک نے مکمل نظام بدل ڈالا۔)

۷ اکتوبر، طوفان اقصیٰ نے مذکورہ بالا خط کی مکمل تائید کر دی۔ اسرائیل بے نقاب ہو گیا۔ مغرب میں عوام اور امریکہ میں ہارورڈ، پنسلوینیا، ایم آئی ٹی جیسی مایہ ناز کئی یونیورسٹیاں ملک بھر میں بیک زبان فلسطین کی آزادی کے لیے مظاہروں، مہمات میں جت گئیں۔ حکومت اور یہودی لابی تھرا اٹھی۔ چنانچہ تینوں یونیورسٹیوں کے صدور کو کانگریس ممبران نے لائن حاضر کر دیا۔ Anti-Semitism، یہود مخالفت کے الزام پر گھیر کر تند وتیز سوالات کی بوچھاڑ رہی۔ Penn یونیورسٹی کی صدر الزبتھ مگِل نے استعفیٰ دے دیا۔ ہارورڈ کی (سیاہ فام) صدر پر شدید دباؤ، سوشل میڈیا پر دھمکیاں اور نسلی کمتری کے طعنوں سے تنگ آکر انہوں (کلاڈائن گے) نے بھی استعفیٰ دے دیا۔ (اس پر شدید تنقید امریکی میڈیا میں، یونیورسٹیوں میں ہوئی۔) شدید دباؤ، دھونس دھمکی، نوکریوں سے محرومی کے باوجود مظاہرے جاری رہے۔ خط پر بھی بہت نامی گرامی شخصیات نے دستخط کر کے مکمل اتفاق رائے کا اظہار کیا۔ اس میں اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں کے پروفیسر، پروفیسر ایمریطس، نوبل انعام یافتگان، محقق، مصنفین، اسکالر،

ڈاکٹر، فلم میکر، امریکہ، یورپ سے دستخط کنندگان ہیں۔ یہ تعداد بہت جلد ۲۸۹۸ پر پہنچ گئی تو دستخط وصولی کے لیے یہ فورم بند کر دیا گیا۔

ایک اور خط بائیڈن کے نام دسمبر ۲۰۲۳ء میں جاری کیا گیا جس کا عنوان تھا: بائیڈن! 'غزہ پر حملہ بند کرو!' اس خط میں فلسطینیوں کی ۷۵ سالہ بے دخلی، دربدری، ۵۶ سالہ (اسرائیلی) قبضہ اور 16 سالہ ناکہ بندی کو بدترین تشدد اپارتھائیڈ، تاریخی ظلم، عدم انصاف کا ذمہ دار ٹھہرایا، اور غزہ پر بمباری سے بدترین انسانی بحران سے دوچار کرنے کے ظالمانہ جرائم کا بھرپور تذکرہ کیا ہے۔ صدر بائیڈن سے مطالبہ کیا کہ وہ غزہ پر اسرائیلی حملے کی غیر مشروط حمایت بند کرے۔ اسرائیل کی بین الاقوامی قوانین کی دیدہ دلیرانہ خلاف ورزی بھی اسی حمایت کا شاخسانہ ہے۔ تاریخی ظلم، عدم انصاف بلاروک ٹوک جاری ہے کیونکہ امریکہ اسرائیل کو اجازت دیتا ہے کہ یو این کی پابند کرنے والی قراردادوں کے عملاً پرزے اڑائے جائیں، مذاق بنا ڈالا جائے۔ امریکہ کو لازماً بنیادی فکر و فلسفے کی مکمل تبدیلی کی راہ ہموار کرنا ہوگی۔ مختصر اور مناسب دورانیے میں تنازع حل کرنا ہوگا۔ بائیڈن کو فوری، دیرپا جنگ بندی، غزہ کو انسانی ضروریات کی فی الفور فراہمی اور یرغمالیوں/قیدیوں کے تبادلے میں رہنما کردار ادا کرنے کو کہا گیا ہے۔ اس خط پر بھی دستخط کنندگان دنیا بھر کے اعلیٰ ترین دماغ، صاحبانِ تحقیق و تعلیمی جاہ وجلال و وقار کی حیران کن فہرست ہے۔ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، یورپ کے بڑے ناموں پر مشتمل ۲۲۹۵ افراد دستخط کنندگان ہیں۔ مسلمان طالب علم، اساتذہ، علمی شخصیات کہاں ہیں؟ ہمارے ہاں ۲۰۰۱ سے یونیورسٹیوں کالجوں کو رواداری، برداشت، روشن خیالی، کھالے پی لے ناچ گا بجا لے پر رواں کر دیا گیا۔ طالب علم کو (اعلیٰ نظریات، فکر و نظر، شعور کی آبیاری کی جگہ) ہالووین، ویلنٹائن، ہولی، دیوالی، بون فائر، عشق عاشقی کی 'ہم نصابی' سرگرمیوں میں مصروف کر دیا گیا۔ سیاسی شعور، لسانی، صوبائی تعصبات پر اٹھائی گئی تنظیموں کی نذر ہوا۔ سو اب اس پر سر پھٹول، فائرنگ، جھگڑے، سوشل میڈیا زہریلی پوسٹیں چلتی ہیں۔ تعلیمی معیار زوال کی فری فال پر ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے بیرون ملک بھی چھوٹی گلی محلے کی یونیورسٹیوں تک کی اہلیت پیسے کے زور پر بنتی ہے۔ سو عالمی منظرنامے پر نگاہ، انقلابی سوچ فکر کی صلاحیت بانیانِ پاکستان اور پچھلی نسلوں کے ساتھ دفن ہوگئی۔ اسلام سے تو پہلے ہی عصری تعلیم یافتہ طبقہ ہاتھ دھوئے بیٹھا تھا۔ سو نہ غزہ کی اعلیٰ ایمانی کیفیات، بے مثل شجاعت صبر و ثبات سے بہرہ مند ہوئے، نہ ہی اقوامِ عالم میں قابلِ ذکر کردار کے لائق ہو پائے۔

بے دلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے کسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

[یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے۔ مستعار مضامین مجلے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں (ادارہ)]

☆☆☆☆☆

میں تمام عالم اسلامی بالخصوص عرب ممالک کے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ............ فلسطین کے مخلص مجاہدین کے ساتھ جان و مال کے ذریعے تعاون کریں اور اسلامی تاریخ کے اس نازک موڑ میں اپنی شرعی ذمہ داری کو کماحقہ ادا کریں۔ خاص طور پر صاحبِ علم حضرات پر لازم ہے کہ وہ مجاہدین کی سرپرستی اور رہنمائی کریں۔ مجھے یقین ہے کہ افغانستان کی مانند وہاں بھی جہاد کی برکت سے عنقریب محکومین آزادی اور اسلامی شریعت سے مستفید ہوں گے۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاهد رحمۃ اللہ علیہ

فلسطینی بچے

حیدر علی

جب بھی فلسطینی بچوں کو دیکھیں تو ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ ہیں تو وہ بھی بچے ہی، لیکن عام بچوں کی طرح نہیں، ایمان، صبر، جذبہ، استقامت، توکل، شوقِ شہادت، ہر چیز میں ہی بے مثال، آئیڈیل بچے ہیں۔

فلسطین کے ان معصوموں کی صورت میں ایمان مجسم ہے...... بچے بچے کی تربیت اور مضبوط ایمان دیکھ کر رشک آتا ہے، اتنے مبارک بچے ہیں یہ کہ جب کھیل کھیلتے ہیں تو وہ بھی شہید شہید والا کھیل......یہودیوں کو یہ احساس ہی نہیں کہ وہ ایک ایسی بہادر قوم کا سامنا کر رہے ہیں، جس کے بچے شہیدوں کے جنازے کا کھیل کھیلتے ہیں اور شہید کا روپ اختیار کرنے والا بچہ ہی ان میں سب سے زیادہ خوش نظر آتا ہے۔

شوقِ شہادت سے معمور

فلسطینی بچوں میں شوقِ شہادت بھی بے مثال دیکھنے کو ملتا ہے، اسرائیلی بمباری میں شہید ہو کر ملبے تلے دب جانے کی صورت میں ان کے جسموں کی پہچان ہو سکے، اس لیے ان ننھے پھولوں نے خوشی خوشی اپنے ہاتھوں، پیروں پر اپنے نام لکھوانے شروع کیے اور جنت کے مہمان بننے کے لیے پہلے سے ہی مکمل تیار ہو گئے۔

جی ہاں! بہادر اور ایمان سے معمور دلوں کے مالک یہ معصوم بچے فلسطین کے ہی بچے ہیں جو اپنے ہاتھوں سے مٹی نکال کر ملبے کے نیچے تلے دبے ہوئے اپنے پیاروں کو تلاش کرتے ہیں۔

اسرائیل کے دشمن

فرعون مصر کو خوف تھا کہ بنی اسرائیل میں کوئی ایک بچہ اس کے اقتدار کا خاتمہ کر دے گا لہٰذا اس نے بچوں کا قتل عام کروادیا۔ آج بھی وقت کے فرعون کو خوف ہے کہ فلسطینی بچے اس کی ناجائز ریاست کا خاتمہ کر دیں گے، لہٰذا وہ بھی بچوں کا قتل عام کر رہا ہے۔

یہودی ان معصوم بچوں کو بھی اپنا حقیقی دشمن ہی سمجھتے ہیں۔ ۷ اکتوبر سے اب تک تقریباً پندرہ ہزار بچے شہید ہو چکے ہیں جبکہ صہیونی جیلوں میں ۴۰۰ فلسطینی بچے اب بھی قید ہیں۔ اللھم فک اسرانا واسر المسلمین

انسانی حقوق کے نعرے لگانے والے اور ہر بات پر مغرب کی مثالیں دینے والے آج کہاں ہیں؟ کہاں گئی ان کی انسانیت؟ کہاں گئی ان کی تہذیب و ثقافت؟ کہاں گئی ان کی سوچ و فکر کی وسعتِ نظری؟

یا پھر یہ سب کچھ صرف کفار کے بچوں کے لیے ہی ہے......؟

قرآن سے تعلق

قرآن پاک وہ عظیم الشان کتاب ہے جو زندگی کی ہر راہ میں مومن کو تقویت بخشتا ہے، رہنمائی کرتا ہے، حوصلہ بڑھاتا ہے، تسلی دیتا ہے، سکون بخشتا ہے، خوشخبریاں سناتا ہے، مایوسیوں سے نکال کر یقین کا جگنو ہاتھ میں تھماتا ہے۔

اس مبارک کتاب سے تعلق میں بھی فلسطین کے بچوں کا کوئی ثانی نہیں۔ بدترین بمباری اور چوبیس گھنٹے سروں پہ ڈرون طیارے منڈلاتے رہنے کے باوجود بھی حفظ قرآن کی مجالس اسی شان و شوکت سے جاری ہیں۔ رب العالمین اور قرآن عظیم الشان سے جس قوم کا تعلق اتنا مظبوط ہو اسے بھلا کون شکست دے سکتا ہے؟

ایک فلسطینی بچے اور صحافی کے درمیان مکالمہ

صحافی: ”آپ کو کیا پسند ہے؟“

بچہ: ”جوانی......“

صحافی: ”کیا مطلب؟“

بچہ: ”ہم بچے فطری طور پر کمزور ہوتے ہیں، جوان آدمی کے پاس طاقت ہوتی ہے، اس کی سوچنے کی صلاحیت ہم سے زیادہ ہوتی ہے، وہ با اختیار ہوتا ہے اور مجھے اس دن کا شدت سے انتظار ہے کہ جب میں اپنی جوانی کو اقصیٰ پر فدا کروں گا تاکہ روزِ محشر اللہ مجھے ملامت نہ کریں کہ میں نے تمہاری پیدائش کے لیے دنیا کا بہترین مقام چنا، بتا تو نے میرے لیے کیا کیا؟ چچا جان! میں اس سوال سے بچنا چاہتا ہوں یا کم از کم میرے پاس بہترین جواب ہونا چاہیے۔“

یہ سوال تو سب سے ہونا ہے...... عام آدمی سے لے کر بادشاہ، جنرل، وزیر مشیر وغیرہ سب سے...... تو کیا ہم نے کچھ سوچا اس کا جواب......؟

(باقی صفحہ نمبر 47 پر)

اجنبی ___ کل اور آج

الشیخ المجاہد انجنیئر احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ

الشیخ المجاہد احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی آج سے بیس سال قبل تصنیف کردہ نابغہ تحریر 'اجنبی ___ کل اور آج'، آنکھوں کو رلاتی، دلوں کو نرماتی، گرماتی، آسان و سہل انداز میں فرضیتِ جہاد اور اقامتِ دین سمجھانے کا ذریعہ ہے۔ جو فرضیتِ جہاد اور اقامتِ دین (گھر تا ایوانِ حکومت) کا منہج سمجھ جائیں تو یہ تحریر ان کو اس راہ میں جتے رہنے اور ڈٹے رہنے کا عزم عطا کرتی ہے، یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہادت ان کو اپنے آغوش میں لے لے (اللھم ارزقنا شہادۃ في سبیلك واجعل موتنا في بلد رسولك صلی اللہ علیه وسلم یا اللہ!)۔ ایمان کو جِلا بخشتی یہ تحریر مجلہ 'نوائے غزوۂ ہند' میں قسط وار شائع کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

فتح ہے جس کی منتظر، تھمی وہ کاروان ہو

سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ایک موقع پر بڑی دلچسپ بات فرمائی تھی، مفہوم جس کا یہ ہے کہ:

> ”آج آپ کو مغرب کی جو چکا چوند، ایجادات اور مادی ترقی نظر آتی ہے جسے اختیار کر کے وہ چاند تک پہنچ چکے ہیں تو بھلا یہ کیسے ممکن ہوئی؟ ظاہر ہے ایسے ہی کہ انہوں نے اپنے بہترین اذہان اس کام پر لگا دیے ہیں۔ تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ انھوں نے اپنے بہترین اذہان صرف اسی کام پر لگائے ہوئے ہیں؟ نہیں ___ بلکہ اس سے کہیں زیادہ ذہین لوگ انھوں نے آپ کے پیچھے اور آپ کے خلاف سازشوں کے لیے لگا دیے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ پہلی طرح کے لوگ نظر آتے ہیں جب کہ دوسرے پس پردہ ہیں۔“

اور پھر اسی موضوع کا تسلسل کہیے کہ جسے امام عبد اللہ عزام شہیدؒ نے بیان فرمایا ___ خلاصہ جس کا کچھ یہ ہے کہ:

> ”اسلام کے خلاف کفار نے پچھلے ۱۴۰۰ سال میں جتنی سازشیں کی ہیں اگر ہمارے اس دینِ حق کی جگہ کوئی اور دین ہوتا تو کئی بار مٹ کر ختم ہو چکا ہوتا۔“

ان سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے پندرہویں صدی ہجری کے آغاز میں جہادِ افغانستان میں شریک ہونے والے عالمِ اسلام کے مجاہدین کو شیخ عبد اللہ عزامؒ نے ایک اہم نصیحت کی، جس کا نچوڑ یہ ہے کہ:

> ”روس کو افغانستان سے نکال چکنے کے بعد بھی آپ افغانستان کی سرزمین کو ہرگزنہ چھوڑیں الّا یہ کہ یہاں کی قوم ہی آپ کو نکال دے ___ اور اگر جہاد اس خطے میں ختم بھی ہو گیا تو آپ کا یہاں (افغانستان میں) ٹھہرنا رباط (جہادی پڑاؤ) ہو گا، اور پھر یہ اعداد (تیاری)، فلسطین سمیت دیگر تمام اسلامی مقبوضات کی بازیابی اور امتِ مسلمہ کی عالمگیر اٹھان، اور اسلامی خلافت کے احیاء کا ذریعہ بنے گا۔“

آج اہلِ اسلام کو علمی، اقتصادی، عسکری لحاظ سے دشمن نے گھیر رکھا ہے۔ لیکن ہمیں یہ یقین رکھنا چاہیے کہ کفار کی ساری منصوبہ بندیوں، منافقین کی سازشوں، اہلِ اسلام کی کمزوریوں کے باوجود بھی یہی امتِ مسلمہ ہے جو انسانیت کے لیے امید کی آخری کرن ہے۔ یہی امتِ وسط ہے، عدل کی میزان اسی کے ہاتھ میں ہے، آسمانی شریعت کی وارث و امین یہی ہے، آسمان سے زمین والوں کا آخری حقیقی تعلق اسی امت کے دم سے ہے، یہ کبھی شر پر جمع نہ ہو گی۔ دین کی سچی دعوت اسی کے پاس ہے اور اللہ اپنے اس نور کی حفاظت کرتا رہے گا چاہے مشرکین کو یہ بات کتنی ہی ناگوار ہو۔ حکام چاہے جتنی بھی خیانتیں کر لیں، علمائے سُو حق کی لاکھ تلبیس کر لیں، ارتداد کی کیسی ہی آندھیاں چلیں، کافروں اور مسلمانوں میں فاصلے مٹانے اور قربتیں بڑھانے والے جتنا بھی زور لگا لیں، حق ظاہر رہے گا اور حق والے موجود رہیں گے۔ اللہ کی طرف دعوت دی جاتی رہے گی اور جہاد کرنے والے جہاد کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ قیامت آ جائے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو جائے۔ اور ظاہر ہے کہ جب مہدیؒ کا ظہور ہو گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا، تو وہ جہاد کے اسی عمل کو آگے بڑھائیں گے، مجاہدین نے جسے اُس دن تک زندہ رکھا ہو گا۔ جہاد کے تسلسل میں ہی دنیا بھر میں خلافت علیٰ منہاج النّبوۃ قائم ہو گی، جس کے وعدے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک بشارتوں سے ثابت ہیں۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَا فَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَا فَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ
>
> (رواہ احمد، اوّل مسند کوفیین)

(باقی صفحہ نمبر 63 پر)

مسلمانوں کے ساتھ موالات، کفار کے ساتھ دشمنی اور مسلمانوں کے لیے راہِ عمل!

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ علیہ

بقیۃ السلف، امامِ عزیمت، امیر المجاہدین، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے بیسویں صدی کے آغاز میں جہاد و اقامتِ دین و اقامتِ خلافۃ علی منہاج النبوۃ کی عالمی تحریک المعروف 'تحریکِ ریشمی رومال' کو منظم کیا اور دس برس تک خونِ جگر سے اس کی آبیاری فرمائی لیکن دنیوی طور پر وہ تحریک بظاہر کامیاب نہ ہو سکی اور نتیجتاً حضرت شیخ الہند اُس وقت کے 'گوانتاناموں' مالٹا کے جزیرے میں قید میں ڈال دیے گئے اور وہاں چار سال تک رہے۔ حضرت شیخ الہند کی ذیل میں شائع کی جا رہی تقریر میں 'الولاء والبراء' کا موضوع بھی ہے اور 'اہلِ ایمان کے لیے عمل کی راہ' کا اہم تر موضوع بھی، جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اہلِ ایمان کو تین کام کرنے کو کہا ہے: 'اول، اپنے مسلمان مظلوم بھائیوں کی نصرت و اعانت، دوم، مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت، سوم، خلیفۃ المسلمین کے اقتدار کی برقراری میں کوشش، خلافتِ اسلامیہ کے استحکام کی سعی کرنا' [تیسرے نقطے کو سقوطِ خلافت کے بعد اقامتِ خلافت بھی کہا جا سکتا ہے، بلکہ حق تو یہ ہے کہ اگر بوقتِ تقریر (۱۹۲۰ء میں) شیخ الہند خلافت کی موجودگی میں استحکامِ خلافت کی بات کر رہے ہیں تو سقوطِ خلافت کے بعد تو اقامتِ خلافت فی نفسہٖ خود فریضہ ٹھہرتا ہے]۔ آج بعض حضرات، شیخ الہند ہی کے بقول 'جو کسی خوف کی وجہ سے جو ان کے دلوں پر مسلط ہو گیا ہے'، دین کا عملی طور پر کچھ اور 'بیانیہ' اور 'تعبیر' پیش کرتے ہیں۔ ذیل میں شائع کی جانے والی حضرت شیخ الہند کی تقریر ایسے لوگوں اور ان کے پھیلائے شبہات کا بھی کافی و شافی رد کرتی ہے اور کمال تو یہ ہے کہ شیخ الہند نے یہ تقریر مالٹا کے جزیرے سے رہائی پانے کے بعد فرمائی ہے، گویا کہ قید و بند کی صعوبتیں آپ کا پایۂ استقلال بفضل اللہ ہلا نہ سکیں اور آپ اسی منہجِ سلفِ صالحین پر قائم رہے جس کے اتباع کی پاداش میں آپ قید کیے گئے تھے۔ تحدیثِ نعمت اور اہلِ حق کی نشاندہی کے طور پر یہ عرض کرنا بھی موزوں ہے کہ آج سے سو برس قبل حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً اقامتِ دین اور دین پر عمل کا جو 'منہج' بیان کر رہے ہیں یہی منہج آج عالمی تحریکِ جہاد کا بھی ہے، وہ عالمی تحریکِ جہاد جو ایک طرف دعوت و جہاد کے محاذ آج کے طاغوتِ اکبر امریکہ کے خلاف عالمی طور پر برپا کیے ہوئے ہے تو دوسری طرف اسی عالمی جہاد کا ایک رخ یمن و صومالیہ تا افغانستان و قبائلِ پاکستان میں اس عالمی طاغوت کے مقامی ٹوڈیوں اور غلاموں کے خلاف بھی جنگ آزما ہونا ہے، بالکل اسی طرح جیسے سو برس قبل عالمی طواغیت کی ٹھیکے داری برطانیہ کے پاس تھی تو عرب میں مقامی ٹوڈی و غلام شریفِ مکہ تھا اور حضرت شیخ الہند ان کے نافذ نظاموں کو غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے ان کے خلاف جد و جہد کا وعظ و حکم فرما رہے تھے۔ بالکل آج بھی وہی صورتِ حال ہے، بلکہ صورتِ حال سو سالوں میں سو گنا بدتر ہو چکی ہے۔ آج عالمی ٹھیکے داری امریکہ کے پاس ہے تو مقامی طور پر کہیں ابنِ سلمان بیٹھا ہے تو کہیں ابنِ زاید، کہیں قطری تمیم، کہیں مصری سیسی، کہیں اسی شریفِ مکہ کی براہِ راست نسل کا اردن میں عبد اللہ اور کہیں للأسف 'سیّد' پرویز مشرف سے 'سیّد' عاصم منیر تک۔ یہ وہی جنگ ہے، بس چہرے مہرے بدلے ہیں۔ اور جس طرح جنگ وہی پرانی ہے، اسی طرح اس جنگ کے تقاضے بھی وہی پرانے ہیں۔ شیخ الہند کے مقام پر کبھی عبد اللہ عزام ہوتا ہے، کبھی ملا عمر و اختر منصور ہوتا ہے تو کبھی اسامہ بن لادن اور ایمن الظواہری۔ دیدۂ بینا سے شیخ الہند، نوّر اللہ مرقدہٗ، کی ذیل میں شائع کردہ تقریر پڑھیے اور دعوت و جہاد کے میدانوں میں اس طرح اتریے جیسا کہ اللہ نے شریعتِ محمدی (علی صاحبہا اَلف صلاۃ و سلام) میں سالکینِ شریعت کے لیے فرض کیا ہے! (مدیر)

رہا یہ سوال کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو بیرون ہند کے مسلمانوں کے ساتھ ایسا کون سا شدید تعلق ہے جس کی وجہ سے ان پر سات سمندر پار کے رہنے والوں کی جانی اور مالی امداد فرض ہو جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے اپنے پیروؤں اور کلمہ گوؤں کے درمیان ایک ایسا رشتۂ اتحاد و اخوت قائم کیا ہے جو تمام قومی مصنوعی اتحادات سے بالاتر ہے اس میں قومیت اور لباس اور رنگت کا امتیاز نہیں صرف خدائے واحد پر ایمان لانا ایک مغربی شخص کو اقصائے مشرق میں رہنے والے کا بھائی بنا دیتا ہے اور ان بعدُ المشرقین کے رہنے والوں کے درمیان وہ تمام تعلقات قائم ہو جاتے ہیں جو ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت حق جل شانہٗ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

> إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (سورۃ الحجرات: ۱۰)
>
> "تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں"۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

> "إن حقاً على المؤمنين أن يتوجع بعضهم بعض كما يألم الجسد للرأس." (كنز العمال)
>
> "مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے لیے ایسے دردمند ہوں جیسے سر کے درد میں باقی اعضائے بدن دکھ پاتے ہیں۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ:

> "المؤمنون كرجل واحد إن اشتكى عينه اشتكى كله وإن اشتكى راسهٗ اشتكى كلهٗ." (رواه أحمد)
>
> "تمام مسلمان مثل ایک جسم ہیں اگر آنکھ میں درد ہو تو تمام بدن دکھ اٹھاتا ہے اور سر میں درد ہو تو تمام بدن تکلیف پاتا ہے۔"

اسی طرح ایک مسلمان کے درد اور دکھ سے تمام مسلمانوں کو درد اور تکلیف پہنچنا ضروری ہے۔ خدائے تعالیٰ کے پاک فرمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ارشاد سے صاف ثابت ہو گیا کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے درد سے اسی قدر صدمہ ہونا چاہیے جس قدر ایک عضو کی تکلیف سے دوسرے اعضاء کو تکلیف ہوتی ہے اور اس مثال سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایمان اسی وقت کامل ہو گا جب کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی تکلیف سے ایسی ہی بے اختیاری اور اضطراری طور پر تکلیف پہنچے جس طرح ایک عضو کی تکلیف سے دوسرے اعضاء کی تکلیف بے اختیاری اور اضطراری ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا ہے:

> "المسلم أخو المسلم لايظلمه ولا يسلمهٗ" وفي رواية المسلم "ولا يظلمه ولا يخذله ولا ينصره".
>
> "ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے دشمن کے پنجہ میں چھوڑدے" اور صحیح مسلم میں دوسری روایت ہے کہ

”نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کی نصرت و مدد سے منہ موڑے اور نہ اسے حقیر کرے“۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

”مَا مِن امْرِئٍ يَخْذُلُ مُسْلِمًا فِي مَوْطِنٍ يُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ، وَيُنْتَهَكُ فِيهِ مِنْ حُرْمَتِهِ إِلا خَذَلَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ، وَمَا مِن امْرِئٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ، وَيُنْتَهَكُ فِيهِ مِنْ حُرْمَتِهِ إِلا نَصَرَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ۔“ (شرح السنة)

”جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی ایسے موقع پر مدد نہ کرے جہاں اس کی بے عزتی کی جاتی ہو اور آبرو پامال ہوتی ہو تو خدا اس کی اس جگہ مدد نہیں کرے گا جہاں یہ خدا کی مدد چاہتا ہے اور جو مسلمان کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرے جہاں اس کی عزت خراب کی جاتی ہے اور بے آبرو ہو رہی ہے تو خدا اس کی جگہ مدد کرے گا جہاں یہ اس کی مدد چاہتا ہے۔“

یہ خدائے برتر اور اس کے پاک رسول ﷺ کے صریح فرمان ہیں اور یہ مقدس مذہب اسلام کے جلیل القدر احکام ہیں، جن کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمان اپنے سمندر پار کے دینی بھائیوں کی امداد و اعانت کو اپنا دینی پاک فریضہ سمجھتے ہیں۔ اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ اگر ہم نے اس دردناک مصیبت میں بھی ان کی بات نہ پوچھی، کانوں میں تیل ڈالے بیٹھے رہے اور ان کو دشمنوں کا تختۂ مشق بن جانے کے لیے چھوڑ دیا اور ان کی امداد و اعانت میں امکانی کوشش نہ کی تو قیامت کے دن خدائے جلیل و جبار کے قہر سے چھٹکارا مشکل ہے۔

مسلمانانِ عالم بغیر کسی معاہدہ کے رشتۂ اخوت میں منسلک ہیں

اسلام سے پہلے قومی زندگی قائم رکھنے اور بنی نوع کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے اقوام عالم کے ہاں کیا طریقہ تھا؟ وہ ایک دوسرے کے ساتھ حِلف یعنی معاہدہ کر لیتے تھے اور دونوں معاہد قومیں ایک دوسرے کی مددگار ہوتی تھیں ایک دوسرے کی طرف سے دشمنوں سے لڑتی تھیں۔ معاہدے کی یہ رسم غیر مسلم اقوام میں آج تک جاری ہے، اسلام نے حلف یعنی 'معاہدۂ نصرت' کو مسلمانوں کے آپس میں غیر ضروری قرار دیا، مگر غیر ضروری قرار کا منشا یہ نہ تھا کہ مسلمانوں کو متفقہ قومی طاقت یا باہمی معاونت کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کو خود ان کے پاک مذہب نے باہمی نصرت و اعانت کی ایسی مضبوط زنجیر میں جکڑ دیا ہے جو انسانی 'معاہدۂ نصرت' سے کہیں زیادہ مضبوط اور استوار ہے۔ جس وقت کسی شخص نے کلمہ کہہ لیا اسی وقت سے وہ مسلمانوں کا بھائی ہو گیا۔ خواہ وہ اقصائے مغرب کا رہنے والا ہو یا منتہائے مشرق کا گورا ہو یا کالا، کچھ تفاوت نہیں۔ بات یہ ہے کہ معاہدہ کرنے والے معاہدہ سے تین فائدے حاصل کرتے تھے، اول یہ کہ ایک معاہد دوسرے کے حملے سے محفوظ ہو جاتا تھا، دوسرے یہ کہ کسی تیسرے حملہ آور دشمن کے ساتھ مل کر لڑنے کا خطرہ نہیں رہتا تھا، تیسرے یہ کہ اگر یہ کسی دشمن پر حملہ کرے تو معاہد اس کی مدد کرے۔ یہ تینوں باتیں ہر مسلمان پر اسلام لاتے ہی فرض ہو جاتی ہیں۔

پہلی بات

مثلاً پہلی بات کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے حملے سے محفوظ ہو جائے اس کے متعلق ارشاد ہے:

”سباب المسلم فسق وقتاله كفر۔“ (بخاری)

”مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس پر حملہ کرنا کفر ہے۔“

دوسری حدیث میں فرمایا:

كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه۔ (مسندِ احمد)

”مسلمان کو دوسرے مسلمان کے جان و مال اور آبرو پر حملہ کرنا حرام ہے۔“

تیسری حدیث میں ارشاد ہے:

”الا لاترجعن بعدی كفاراً يضرب بعضكم رقاب بعض۔“ (ترمذی)

”دیکھو میرے بعد کافروں کی طرح نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارو۔“

اور حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيهَا وَغَضِبَ اللّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيماً○ (سورۃ النساء: ۹۳)

”جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر خدا کا غضب اور لعنت نازل ہو گی اور اس کے لیے خدا تعالیٰ نے بڑا عذاب مہیا کیا ہے۔“

دوسری بات

اور دوسری بات کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی جانب سے یہ خوف نہ کرے کہ وہ میرے دشمن کے ساتھ ہو کر میرے اوپر حملہ کرے گا اس کے متعلق ارشاد ہے:

لَّا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ (سورۃ آلِ عمران: ۲۸)

”مسلمان کافروں کو اپنا دوست مسلمانوں کے خلاف نہ بنائیں کہ کفار کی طرف ہو کر مسلمانوں سے لڑیں۔“

تفسیر ابن جریر میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

”ومعنى ذالک لاتتخذوا ایها المؤمنون الکفار ظهراً وانصارا توالونهم على دینهم وتظاهرونهم على المسلمين۔“ (ابن جریر)

”معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ اے مسلمانو! کفار کو اپنا مددگار اور حمایتی نہ بناؤ کہ ان کافروں سے تم ان کے دین میں دوستی کرو اور ان کی مسلمانوں کے خلاف مدد کرو۔“

تیسری بات

تیسری بات کہ اگر مسلمان کسی دشمن اسلام پر حملہ کرے تو تمام مسلمان اس کی مدد کریں اس کے متعلق حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا صاف و صریح ارشاد موجود ہے کہ

”المؤمنون ید على من سواهم۔“ (ابوداؤد)

”تمام مسلمان دشمنان اسلام کے مقابلہ میں ایک ہی ہاتھ ہیں۔“

یعنی دشمنان اسلام کے مقابلہ میں تمام مسلمانوں کو اس طرح متفقہ طاقت سے کام لینا چاہیے کہ گویا ان سب کی حرکت ایک ہاتھ کی حرکت ہے۔ پس جبکہ مسلمانوں کے لیے رسمی معاہدے کی تمام ذمہ داریاں صرف اسلام لانے سے حاصل ہو جاتی ہیں تو مسلمان کو مسلمان سے معاہدہ کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ رہا مسلمانوں کا کسی دوسری قوم سے معاہدہ کرنا اور جب تک کوئی دوسرا فریق بدعہدی نہ کرے اس پر قائم رہنا، یہ علیحدہ چیز ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آج کل دنیا کی وہ قومیں جو اپنے رسمی معاہدوں کو واجب الاحترام سمجھتی ہیں آیا ان کو یہ حق ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس آسمانی معاہدے اور مذہبی حِلف سے روک دیں یا یہ کہہ سکیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ٹرکی[1] یا عراق یا شام کے مسلمانوں سے کیا واسطہ یہ خواہ مخواہ کیوں اس کے لیے چیخ و پکار کرتے ہیں؟ ہم تمام ایسے لوگوں سے ببانگ دہل کہے دیتے ہیں کہ مسلمانوں میں باہمی نصرت و معاونت کا معاہدہ انسانی معاہدہ نہیں ہے بلکہ خدائے قدوس کے قائم کیے ہوئے معاہدے تمہیں مجبور کرتے ہیں کہ امریکہ والے آکر یورپ میں تمہاری مدد کریں اور ان کی یہ مدد تمہارے آئین و انصاف کے خلاف نہ سمجھی جائے تو مسلمانوں کو ان کا خدا ان کا رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ان کا پاک مذہب حکم کرتا ہے کہ وہ اپنے دینی بھائیوں کی مدد کریں خواہ وہ کہیں کے رہنے والے ہوں۔ کسی انسانی قانون اور طاقت کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے مذہبی فرائض سے روکے یا ان کی جائز مذہبی جدوجہد کو غیر آئینی قرار دے۔

مسلمانوں کی بے چینی کے اسباب

یہاں یہ سوال پیدا ہوگا کہ وہ کون سے واقعات ہیں کہ جنہوں نے مسلمانوں کو اس قدر بے چین و مضطرب کر دیا ہے اور کیا اسباب ہیں کہ جن کی وجہ سے بیرون ہند کے رہنے والے بھائیوں سے ہمدردی اور اعانت فرض ہوگئی ہے۔ اس کا جواب دینے اور سننے کے لیے پتھر کا دل اور فولاد کا کلیجہ درکار ہے۔ اور اس کی تفصیل کے لیے بہت زیادہ وقت کی ضرورت ہے اس لیے اول اپنے ضعف کی وجہ سے دوسرے اس لیے بھی کہ بہت سے واقعات اور مظالم اخباروں اور تقریروں کے ذریعے سے عالم آشکارا ہو چکے ہیں میں صرف چند جملوں پر اختصار کرتا ہوں۔

معزز حاضرین!

دنیائے اسلام میں گزشتہ چند صدیوں سے سلطان ٹرکی کی واحد سلطنت اسلامی شوکت کی ضامن تھی اور حرمین محترمین، بیت المقدس، عراق وغیرہ کے تمام اماکن مقدسہ و مقامات محترمہ کی حفاظت کی کفیل تھی، جمہور اہل اسلام کے اتفاق سے سلطان ٹرکی خلیفۃ المسلمین مانے جاتے تھے اور خلافت کے فرائض نہایت خوبی سے انجام دیتے تھے ان کا عروج و ترقی اور ان کی سلطنت کی وسعت جابر و غاصب مسیحی سلطنتوں کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی اور وہ ہمیشہ اسی طرح فکر میں لگی رہتی تھی کہ خلیفۃ المسلمین کا اقتدار گھٹایا جاوے اور مستقر خلافت پر قبضہ کر کے یورپ سے اسلام کا نام و نشان مٹا دیا جاوے۔ اگرچہ سلطان ٹرکی پر ان مسیحی بھیڑیوں کے درمیان بالکل بتیس دانتوں میں ایک زبان کی مثل صادق تھی مگر خلیفۃ المسلمین کی اسلام کے لیے جانبازانہ مقاومت ان غاصبوں کی متعصبانہ خواہشیں پوری نہ ہونے دیتی تھی۔ تاہم ان دشمنان اسلام کے دندان غریب ٹرکی کے بدن میں سے گوشت کے لوتھڑے نوچتے رہے اور 1877ء سے تو اس لوٹ کھسوٹ کا متواتر ایک سلسلہ قائم ہوگیا۔ مصر جیسا زرخیز علاقہ جزیرہ قبرص، طرابلس، سالونیکا، یونان، بلغاریہ، سربیا، البانیا وغیرہ ٹرکی علاقے یکے بعد دیگرے ان ظالموں کی جوع الذئب کی بھینٹ چڑھ گئے اور یہ ان بڑے بڑے لقموں کو ایسا ہضم کر گئے کہ ڈکار تک نہ لی۔ یہاں تک کہ جنگ عظیم چھڑ گئی۔ جس کا واحد سبب طمع ملک گیری تھا کچھ ایسے اسباب پیدا ہوگئے کہ ٹرکی کو بھی شریک جنگ ہونا پڑا۔ اور شریک بھی اس فریق میں جو برطانیہ سے برسرپیکار تھا۔ اس وقت تمام عالم کے مسلمان جس مصیبت میں مبتلا ہوئے اور بالخصوص برطانوی حکومت میں رہنے والے مسلمانوں کو جو مشکلات پیش آئیں اس کو

[1] حضرت شیخ الہند نوّر اللہ مرقدہٗ نے اس تقریر میں ’ترکی‘ جسے آج کل ’ترکیہ‘ کہا جاتا ہے کے لیے ’ٹرکی‘ ہی استعمال کیا ہے۔

خدائے علیم وحکیم ہی بہتر جانتا ہے۔ برطانوی مدبرین نے اپنی مسلمان رعایا کی تسلی کے لیے وقتاً فوقتاً چند اعلان شائع کئے جن میں مسلمانوں کو اطمینان دلایا کہ ان کے مقامات مقدسہ پر کوئی آنچ نہ آئے گی۔ اور مستقر خلافت پر کوئی معاندانہ قبضہ نہ کیا جائے گا۔ اگرچہ مسلمانوں کا ان وعدوں پر یقین کر کے مطمئن ہو جانا ایک سخت غلطی تھی جس کا تلخ ترین مزہ آج ان کے روحانی ذائقے کو تلخ بنا رہا ہے۔ لیکن واقعہ یوں ہے کہ مسلمان اس وعدے پر مطمئن ہو گئے اور سلطنت برطانوی کی جانی ومالی امداد کر کے شاندار فتح حاصل ہونے کے باعث بنے شاطرین برطانیہ نے جیسے ہی ہوا کا رخ اپنے موافق دیکھا فوراً عیاری کے داؤ چلنے لگے اور تمام دنیا کی مہذیب قوموں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر تمام وعدے نسیاً منسیاً کر دیے۔

مقامات مقدسہ پر قبضہ کر لیا، مستقر خلافت یعنی قسطنطنیہ کو فوجی قبضہ میں دبوچ لیا، سمرنا پر یونانیوں کو قبضہ دلا دیا، عرب کو ترغیب اور لالچ دے کر خلیفۃ المسلمین سے باغی بنا دیا، ٹرکی فوجوں سے ہتھیار رکھوا لیے اور اس غریب کو زمانہ التوا میں بے دست وپا کر کے نہایت ذلت آمیز شرائط صلح پر دستخط کرنے کے لیے مجبور کیا شرائط صلح میں خاص طور پر اقتدار خلافت کو زائل کرنے والی شرطیں لگائی گئیں۔ اور تمام دیگر مسلمان رعایا کا خلیفۃ المسلمین سے مذہبی سرپرستی کا تعلق منقطع کر دیا گیا۔ ولی عہد ٹرکی کو حراست میں کر لیا اور اسی قسم کے ہزاروں غیر منصفانہ سلوک کیے گئے ان لڑائیوں میں شام، عراق، عرب، سمرنا، ٹرکی کے مسلمانوں پر مصیبت کے پہاڑ توڑے گئے، لاکھوں مسلمان قتل کیے گئے لاکھوں عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوئے، ہزاروں کلمہ گو خانہ ویران ہو کر وطن سے بھاگ نکلے اور آج غیر ملکوں میں سڑکوں اور میدانوں پر بے یارومددگار پڑے ہوئے ہیں سینکڑوں کے بدن پر کپڑا اور جان بچانے کے لیے قوت لایموت بھی میسر نہیں۔ سمرنا میں ہزاروں بے گناہ قتل کر دیے گئے، عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔ یہ ہیں وہ روح فرسا اور جاں سوز واقعات جنہوں نے تمام عالم کے مسلمانوں کو بے چین کر دیا ہے اور جس کے دل میں ذرا سا بھی ایمان باقی ہے وہ سیماب وار بے قرار ہے اور اپنا شرعی اخلاقی اور قانونی حق سمجھتا ہے کہ اپنے مظلوم بھائیوں کی نصرت واعانت کے لیے اٹھ کھڑا ہو اور جس طرح ممکن ہو اپنے بھائیوں کو دشمن کے نرغے سے نکالے اور ان کے پنجۂ ظلم سے نجات دلائے۔

اخوت ایمانی کی ایک عالم گیر لہر اٹھی اور طرفۃ العین میں مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک دوڑ گئی سوتے ہوؤں کو بیدار کر دیا بیداروں کو اٹھا کر کھڑا اور کھڑے ہوؤں کو بے محابا دوڑا دیا۔ حجرہ نشین زاہد، کتاب کے کیڑے طالب علم، مدرسوں میں درس دینے والے برق تقریر عالم، دکانوں میں بیٹھنے والے تاجر، اسباب ڈھونڈنے والے مزدور، سب ایک صف میں آکر کھڑے ہو گئے۔

مسلمانوں کے فرائض مقامات مقدسہ کے احترام اور خلافت اسلامیہ کے استحکام کے لیے سعی کرنا

اس کے بعد دوسرا فریضہ حمایت مذہب اور اماکن مقدسہ کا احترام باقی رکھنے کے متعلق ہے جو مسلمانوں پر ان کے پاک مذہب نے عائد کیا ہے حضور ﷺ کی وہ آخری وصیت جو دنیا سے تشریف لے جاتے وقت مسلمانوں کو فرمائی تھی وہ یہ تھی

”اخرجو المشركين من جزيرة العرب“

”مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو“

اور دوسری روایت میں ہے کہ

”اخرجو اليهود والنصارىٰ من جزيرة العرب“

”یہود اور نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو“

ان احکام میں تمام مسلمان مخاطب ہیں عرب وعجم کی کوئی تفریق نہیں، شامی یا ٹرکی یا ہندی کا کوئی امتیاز نہیں۔ ان احکام کی وجہ یہ ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اسلام کے اصلی سرچشمے ہیں، حجاز کی مقدس سرزمین پہلی جگہ ہے کہ جہاں سے توحید ربانی کا آفتاب طلوع ہوا اور اس کے ذروں کو روشن کر کے ہر ذرے کو دنیا کے مختلف حصوں کے لیے ایک ایک آفتاب بنا دیا۔ اس پاک اور مقدس سرزمین پر اسلام کے حقیقی جاں نثاروں اور خدائے پاک کی توحید پر جان قربان کرنے والوں کے خون کے محترم قطرے گرے ہیں اور انہوں نے نہایت جلیل القدر قربانیوں کے بعد ان مقامات کو کفر وشرک کی نجاست سے پاک کیا ہے۔ پس اس لیے کہ جزیرۂ عرب اسلام کا اصلی سرچشمہ ہے، آفتاب توحید کا مطلع ہے، اسلامی شوکت کا مرکز اور تجلیات الٰہی کا مظہر ہے، اس میں خدا کے سب سے زیادہ مقدس اور محبوب رسول ﷺ کی آرام گاہ ہے، اس میں دنیا کا سب سے پہلا توحید کا عبادت خانہ ہے، اس کے ریگستان کے ذرے صحابہ کے خون سے سیراب کیے گئے ہیں، اس میں اسلام کے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی یادگاریں ہیں۔ ضروری ہے کہ کسی غیر طاقت اور دشمن اسلام سلطنت کے قبضے اور تسلط سے پاک رہے۔ کیا تین خدا ماننے والوں، کیا مادی قوت کے پرستاروں، کیا دنیا کی تمام سرزمین کو اپنی جاگیر سمجھنے والوں سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ ان کے تسلط اور قبضے کے بعد رسول پاک ﷺ کی روضہ مطہرہ کا احترام اور بیت الحرام کی حرمت باقی رہے گی اور دشمنان توحید اس کی تقدیس وتعلیم کو اپنے نقطۂ خیال سے ضروری سمجھیں گے؟ رعایا کے مذہبی جذبات سے خوف کھا کر اور عام ہیجان کے خطرے سے دفعتاً کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے عالم اسلامی میں ایک دم طوفان برپا ہو جائے تو یہ اور بات ہے لیکن کوئی تجربہ کار جسے یورپین طاقتوں کی اس مذہبی عصبیت کا تجربہ ہے جس کی وجہ سے برطانیہ کے ذمہ دار ارکین، فتح بیت المقدس کو

شاندار صلیبی فتح قرار دیتے ہیں اور سالونیکا پر یونانیوں کے قبضے کے وقت یہ کہہ کر خوشی مناتے ہیں کہ یورپ میں عیسائی مذہب کے داخل ہونے کا پہلا دروازہ پھر عیسائیوں کے پاس آ گیا۔ مسلمان ایک منٹ کے لیے مطمئن نہیں ہو سکتا کہ ان دوست نما اعدائے اسلام کے تسلط کے بعد بھی مقاماتِ مقدسہ کی حقیقی حرمت باقی رہ سکتی ہے۔ بہت سے ظاہر بین مسلمان بھی اس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ انگریزی تسلط کے بعد حج جاری رہے گا بلکہ آرام و آسائش کے سامان زیادہ ہو جائیں گے۔ میں ان حضرات سے صرف اسی قدر عرض کرتا ہوں کہ آپ نے ایک ظاہری سفر کو حقیقی حج سمجھ لیا ہے اور ظاہری سفر کے آرام و آسائش کو حضور قلب اور اخلاص و حلاوت ایمانی کی جگہ دے دی ہے اور پھر ظاہری آرام و آسائش کا بھی آپ کو تجربہ ہو جائے گا، ابھی ذرا ٹھہر جایئے اور یہ سنہرا طوفان جو خود غرضی اور عیاری کے ساتھ عرب کی سطح پر محیط ہو گیا تھا ذرا کھل جانے دیجیے پھر آپ کو آرام و آسائش کا بھی پتہ چل جائے گا۔

یہاں پر یہ کہا جاتا ہے کہ حجاز پر انگریزی قبضہ نہیں ہے بلکہ شریف مکہ کی حکومت ہے میں عرض کروں گا کہ شریف مکہ کی حکومت کی حقیقت بھی واقف کار نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ بھلا وہ شریف جس نے اپنے قدیمی ولی نعمت اور واجب الاحترام آقا اور مفروض الطاعة خلیفۃ المسلمین سے ایک مسیحی طاقت کی ترغیب اور راطبہ فریبی کی وجہ سے بغاوت کی ہو، وہ شریف جو انگلستان کا وظیفہ خوار ہو، وہ شریف جو مسیحی سرداروں کی تصویر کو سینہ سے لگاتا ہو، وہ شریف جو خدا کے مقدس جائے امن سے مسلمانوں کو گرفتار کر کے کفار کے حوالے کر دے، کیا اس کی حکومت صحیح معنوں میں اسلامی حکومت ہو سکتی ہے اور اس کا نام نہاد اقتدار اسلامی اقتدار کہلا سکتا ہے؟ حاشا وکلا۔ الغرض بیت المقدس، حجاز کی مقدس سرزمین، عراق، عرب یہ سب مسلمانوں کے اماکن مقدسہ ہیں، مستقر خلافت یعنی قسطنطنیہ اور ایڈریا نوپل قدیم اسلامی یادگاریں ہیں۔ ان تمام مقامات کو اسلامی شوکت و وقار کا مرکز اور خلافت اسلامیہ کا محور ہونے کی وجہ سے مذہبی احکام کے بموجب غیر مسلم اثر سے پاک و صاف رکھنا مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے یہاں تک اس کا بیان تھا کہ اس وقت مسلمانوں کے مذہبی فرائض کیا ہیں گزشتہ بیان سے معلوم ہو گیا کہ وہ فرائض یہ ہیں:

1. اپنے مسلمان مظلوم بھائیوں کی نصرت و اعانت
2. مقامات مقدسہ کی حفاظت
3. خلیفۃ المسلمین کے اقتدار کی برقراری میں کوشش، خلافت اسلامیہ کے استحکام کی سعی کرنا۔

مسلمانوں کے ادائے فرائض کی صورت

اب سوال یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ان فرائض کے ادا کرنے کی کیا سبیل ہے؟ میں پہلے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے نہ صرف ہندوستان بلکہ اقصائے عالم میں کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نہ ہو گا جو ان فرائض کی واقعیت سے منکر ہو بلکہ اس میں تردد اور شبہ رکھنے والا بھی غالباً کوئی متنفس نہ نکلے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ایک تلاطم برپا ہے۔ ہر شخص بے چین اور مضطرب ہے۔ خلافت کمیٹیوں کی کثرت اور عام قومی مظاہروں اور جلسوں کی نوعیت اس کی بیّن دلیل ہے۔ مگر بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کسی خوف کی وجہ سے جو ان کے دلوں پر مسلط ہو گیا ہے اس فریضے کے عائد ہونے میں طرح طرح کے شبہات نکالتے ہیں یا کسی دنیوی طمع اور لالچ اور اپنی سنہری روپہلی مصلحتوں کے باعث حیلے حوالے تراشتے ہیں۔

مسلمانوں کا اولین فرض ہے کہ وہ دشمن اسلام کو دشمن کے مرتبہ میں رکھیں اور ایسے تعلقات جو میل جول اور دوستی اور محبت پیدا کرنیوالے ہیں ایک دم چھوڑ دیں اس اخلاقی جنگ کا نام ترکِ موالات ہے جس کے متعلق قرآن پاک میں صریح احکام موجود ہیں۔ حق تعالیٰ نے سورۃ ممتحنہ میں ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ

”ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست اور مددگار نہ بناؤ۔“

اس آیت میں حضرت حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو دشمنان خدا اور دشمنان اہل اسلام کے ساتھ موالات کرنے سے منع فرمایا ہے اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جس وقت نبی کریم ﷺ نے غزوہ فتح مکہ کا ارادہ فرمایا اور اس کا سامان ہونے لگا تو حاطب بن ابی بلتعہ صحابی نے مشرکین عرب کو ایک خفیہ اطلاع کا خط لکھا جس میں انکو متنبہ کیا گیا تھا کہ رسول خدا ﷺ تمہارے اوپر حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں تم اپنا بھلا برا سوچ لو۔ چونکہ قریش کے ساتھ ان کا کوئی نسبتی تعلق نہ تھا اس لیے انہوں نے چاہا کہ میں ان کے ساتھ یہ احسان کر دوں اور اس کے بدلے میں وہ میرے اہل و عیال اور جائیداد وغیرہ کی جو مکہ میں ہے حفاظت کریں۔ حضور ﷺ کو وحی سے اطلاع ہو گئی اور راستہ میں سے وہ خط پکڑا گیا اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس میں کئی باتیں خاص توجہ کے لائق ہیں اول یہ کہ اس میں حضرت حق تعالیٰ نے عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ فرمایا ہے جس میں صاف طور پر سمجھا جاتا ہے کہ دشمنان خدا اور دشمنان اہل اسلام سے ترک موالات کا حکم دینے کی علت ان کی عداوت اور دشمنی ہے۔ تو جہاں کہیں عداوت اور دشمنی موجود ہو گی وہاں ترک موالات کا حکم اسی طرح عائد ہو گا جس طرح آیت شریفہ کے نزول کے واقعہ میں ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے کفار مکہ کی محبت یا قلبی میلان یا ان کے کفر سے راضی ہونے کی وجہ سے یہ کام نہ کیا تھا بلکہ محض ایک دنیوی مصلحت کی وجہ سے کیا تھا اور مصلحت بھی ایسی کہ ان کے اہل و عیال کی حفاظت کی اور کوئی سبیل نہ تھی کیونکہ وہ دشمنوں کے تسلط کے مقام میں تھے گویا ان کا یہ خبر دینا دشمنوں کی ایک خدمت (محافظت جائیداد اور اہل و عیال) کا معاوضہ تھا باوجود اس کے حضرت حق تعالیٰ نے اس کو موالات سے تعبیر فرمایا۔ اور ممانعت کا حکم بھیجا۔

تیسرے یہ کہ حاطب رضی اللہ عنہ کا یہ فعل یعنی خبر دینا کفار مکہ کی کوئی مادی مدد کرنا نہ تھا بلکہ صرف ان کو ان کے برے انجام سے خبر دار کرنا اور اپنی نجات کا طریقہ سوچ لینے کے لیے ہلاکت کا وقت سر پر آنے سے پہلے موقعہ بہم پہنچانا تھا۔ مگر صرف اتنی بات کو بھی حق تعالیٰ نے موالات ممنوعہ میں داخل فرما کر موالات کی ممانعت کا حکم نازل فرما دیا۔ حاطب رضی اللہ عنہ کے اس خفیہ خط کے یہ الفاظ اس مضمون پر پوری روشنی ڈالتے ہیں:

”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یریدکم فخذوا حذرکم۔“(خازن)

”رسول اللہ ﷺ تمہارے اوپر حملہ کا ارادہ فرما رہے ہیں تو تم اپنا بچاؤ اختیار کر لو۔“

اور جب حضور ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ کیوں حاطب یہ کیا حرکت کی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا:

”مافعلته کفراً ولا ارتداد عن دینی ولا رضا بالکفر بعد الاسلام۔“

”حضور ﷺ میں نے یہ کام کفر کی وجہ سے یا اسلام سے پھر جانے کے باعث یا اسلام لانے کے بعد کفر کے ساتھ راضی ہونے کے سبب سے نہیں کیا۔“

”کان اھلی بین ظھرانیھم فخشیت علی اھلی فاردت ان اتخذنی عندھم یداً وقد علمت ان اللہ تعالیٰ ینزل بھم باسۂ وان کتابی لا یغنی عنھم شیئا۔“ (خازن)

”میرے اہل و عیال کفار مکہ کے نرغہ میں تھے، مجھے ان کی جان کا خوف تھا تو میں نے چاہا کہ ان کے ساتھ ایک احسان کر دوں اور بیشک میں جانتا تھا کہ خدا تعالیٰ ان کافروں پر اپنا عذاب نازل کرے گا اور میرے خط سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔“

چوتھے یہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حاطب رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو نکث بیعت اور مظاہرت سے تعبیر فرمایا۔

لکنہ قد نکث وظاھرا اعدائک علیک۔ (ابن جریر طبری)

”یا رسول اللہ ﷺ اس (حاطب رضی اللہ عنہ) نے اسلام کی بیعت توڑ دی اور آپ ﷺ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کی“

اس کے بعد حضرت حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا يَنۡهٰٮكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيۡنَ قَاتَلُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ وَاَخۡرَجُوۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِكُمۡ وَظٰهَرُوۡا عَلٰٓى اِخۡرَاجِكُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡهُمۡ‌ۚ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ(الممتحنه)

”حق تعالیٰ تم کو ایسے لوگوں کی موالات سے منع کرتا ہے جو تم سے مذہبی لڑائی لڑے اور (جنہوں نے) تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور نکالنے والوں کے مددگار ہوئے اور جو لوگ ان سے موالات کریں گے وہ ظالم ہیں۔“

جن کافروں میں یہ تین چیزیں پائی جائیں ان کی موالات کو یہ آیت حرام قرار دیتی ہے (مگر یہ مطلب نہیں ہے کہ جن کافروں نے یہ کام کیے ہوں ان کے ساتھ مدت العمر موالات حرام ہے اس لیے ان کاموں کے کرنے والے جب مسلمان ہو جائیں تو ان کی گزشتہ کارروائیاں اسلام لاتے ہی کالعدم ہو جاتی ہیں یا ان سے مسلمان صلح کر لیں تو صلح کی شرائط کی تکمیل ضروری ہوتی ہے جیسے کفار مکہ سے صلح حدیبیہ کی شرائط کے ماتحت حضور ﷺ نے ان مسلمانوں کو واپس کر دیا جو کفار مکہ ان کی قید سے کسی طرح نکل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے):

اول: مسلمانوں سے دینی لڑائی۔

دوم: مسلمانوں کو گھروں سے نکالنا اور خانہ ویران کرنا۔

سوم: نکالنے والوں کی مدد کرنا۔

پہلی بات: مسلمانوں سے دینی لڑائی

پہلی بات کہ برطانیہ کی مسلمانوں سے مذہبی لڑائی تھی یا نہیں برطانیہ کے وزیر اعظم کے ان الفاظ سے جو جنرل ایلن بی کو فتح بیت المقدس کی مبارکباد دیتے وقت کہے گئے تھے اور اس فتح کو شاندار صلیبی فتح قرار دیا گیا تھا، صاف ظاہر ہے اور ٹرکی کے ساتھ التواء جنگ اور صلح کے شرائط پر نظر ڈالنے سے موٹی نظر والے کو بھی حقیقت حال نظر آجاتی ہے۔ تھریس پر یونانیوں کو قبضہ دلانا، قسطنطنیہ پر قبضہ کر لینا، اپنے صریح و صاف وعدوں کی خلاف ورزی کرنا، سمرنا میں یونانیوں کے مظالم کو نہ روکنا، یہ تمام چیزیں ایسی ہیں کہ انکے بعد کسی کو اس بات میں شبہ باقی نہ رہ سکتا کہ ترکوں کے ساتھ صرف ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے یہ تمام ناانصافیاں روا رکھی گئی ہیں۔

دوسری و تیسری بات: مسلمانوں کو گھروں سے نکالنا

قسطنطنیہ اوراس کے اطراف سے ہزاروں محبان وطن نکل بھاگے، خود ولی عہد سلطنت نے اسلامی حمیت کی وجہ سے کئی مرتبہ نکلنے کا ارادہ کیا۔ مگر ان کو سخت حراست میں کر دیا گیا۔ یونانیوں کے مظالم سے ہزاروں مسلمان سمرنا سے گھر بار چھوڑ کر بھاگے قسطنطنیہ سے بہت سے معززین اور مقتدر افراد کو جلاوطن کر کے مالٹاوغیرہ میں بھیج دیا گیا یہ تمام واقعات ہیں جن سے اخراج من الدیار اور مظاہرت علی الاخراج میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ مالٹامیں ٹرکی کے بہت سے مقتدر افراد میری موجودگی کے زمانے میں نظر بند تھے۔

پس جبکہ یہ تینوں باتیں سلطنت برطانیہ کے ذمہ داروزراء کی طرف سے واقع ہوگئیں تو اب بھی کسی مسلمان کو برطانیہ کے ساتھ موالات کے حرام ہونے میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے۔ رہا یہ شبہہ کہ موالات اور چیز ہے اور معاملہ اور چیز ہے۔ آیت موالات کو منع کرتی ہے نہ کہ معاملات کو۔ تو میں کہوں گا کہ ہاں موالات کے مفہوم کے لحاظ سے فرق ضرور ہے لیکن موالات کے مفہوم میں قربت اور نزدیکی پیدا کرنے والے تعلقات اور باہمی نصرت و معاونت کے تمام ارتباطات لغوی معنی کے لحاظ سے داخل ہیں پس تمام ایسے معاملات جن کی وجہ سے دشمن کے ساتھ میل جول، ربط واتحاد بڑھے ایسے معاملات جو ان کی معاندانہ طاقت کو بڑھائیں ایسے تعلقات (فوجی ملازمت وغیرہ) جو مسلمانوں کی ہلاکت اور شوکت اسلامیہ کے مٹانے میں دخل رکھتے ہوں ایسے روابط جن کی وجہ سے انہیں موقع ملے کہ مسلمانوں کی رضامندی پر استدلال کر سکیں۔ ایسے مراسم جن سے ان کے ساتھ محبت والفت کا اظہار ہوتا ہو۔ براہ راست یا بالواسطہ موالات ممنوعہ محرمہ میں داخل ہیں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو بغور دیکھا جائے۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ایمانی عینک سے مشاہدہ کیا جائے تو پھر کوئی شبہہ واقع نہیں ہو سکتا۔ اس کی تفصیل کا یہ وقت نہیں ہے اس لیے صرف اس قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔

دوسرا شبہہ یہ کیا جاتا ہے کہ مسلمان ترک موالات سے تکلیف اور نقصان اٹھائیں گے اس کے جواب میں بھی مختصراً یہ واقعہ ذکر کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ جس وقت یہود بنو قینقاع سے مسلمانوں کی لڑائی ہوئی تو عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

قال عبادة ان لی اولیآء من الیھود کثیر عددھم شدیدة شوکتھم وانی ابراء الی اللہ والی رسولہ من ولایتھم وحلفھم ولامولی لی الااللہ ورسولہ وقال عبداللہ ابن ابی لکنی لا ابراء من ولائ یھود انا رجل لا بدلی منھم (ابن جریر وخازن)

”حضور ﷺ میری یہود کی ایسی جماعت سے موالات تھی جن کی تعداد بہت ہے اور طاقت زبردست ہے آج میں ان کی موالات سے دست برداری کرتا ہوں اور اب خدا اور رسول ﷺ کے سوا میرا کوئی مولا نہیں۔ اس پر عبداللہ بن ابی (منافق) بولا میں تو یہود کی موالات سے دست برداری نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میری تو ان کے بغیر گزر مشکل ہے۔“

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡيَهُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوۡلِيَآءَ

”ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ اور ان سے موالات نہ رکھو۔“

اور منافقین کا یہ قول کہ ہمیں تکالیف اور مصیبتیں پہنچنے کا خوف ہے، جواز موالات کے لیے کافی نہ ہوا اور ان کو موالات کی اجازت نہ دی گئی۔ بلکہ ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت حق تعالیٰ نے فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فرمایا ہے اور ان کے اس قول کا کہ ہمیں تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچنے کا خوف ہے یہ جواب دیا کہ عنقریب حق تعالیٰ اپنی طرف سے مسلمانوں کی فتح یا اور کوئی مہتم بالشان امر ظاہر کرے گا۔ جس سے یہ تمام ڈرنے والے اپنے نفسانی منصوبوں پر نادم ہو جائیں گے۔

آج بھی ایک میدان عمل آپ کے سامنے ہے ابتلاء وامتحان کی کڑی منزل درپیش ہے مگر آپ دور نہ جائیں صرف اپنے آقائے نامدار خاتم النبیین کے حالات پر غور کریں۔ آپ ﷺ کو مشرکین عرب نے اس قدر سخت تکلیفیں پہنچائیں کہ الامان والحفیظ۔ مگر آپ ﷺ تمام جان گزار تکلیفوں کو نہایت استقامت کے ساتھ برداشت فرماتے رہے اور اپنے فرضِ تبلیغ کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ کفار مکہ نے آپ کے قتل کا منصوبہ باندھ کر آپ ﷺ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت آپ ﷺ خدا تعالیٰ کے حکم سے مکان چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ اور تین دن غار ثور میں رہ کر مدینہ منورہ چلے گئے۔ وہ زمانہ مسلمانوں کے لیے سخت ابتلاء و آزمائش کا زمانہ تھا مسلمانوں کی تعداد نہایت قلیل اور مالی حالت نہایت تنگی کی تھی۔ مگر ان کے ایمان پختہ اور قلب مطمئن تھے۔ ان کی صداقت و استقامت کی برکت تھی کہ کفار کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ اور خوار و ذلیل ہو کر مغلوب ہوئے اور خدا کا نور تمام دنیا میں پھیل گیا۔

مسلمانوں کی کامیابی یقینی ہے

میری عرض اس بیان سے صرف یہ ہے کہ آج اگر مسلمانوں کے ایمان پختہ ہو جائیں اور خدا تعالیٰ کے وعدہ نصرت وَكَانَ حَقًّا عَلَيۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ پر ان کو پورا بھروسہ ہو جائے اور تکالیف کی برداشت میں ذرا صبر و استقامت سے کام لیں تو ان کی کامیابی یقینی ہے۔ کیونکہ آج دنیا میں مسلمانوں کی تعداد چالیس کروڑ ہے جس میں سے صرف ہندوستان میں ساڑھے سات کروڑ آباد ہیں۔ اگر یہ سب متفقہ طور پر اسلامی خدمت کیلیے صبر و استقامت کی ڈھال لے کر کھڑے ہو جائیں تو کیا کوئی طاقت ہے جو توحید کی بجلی پر غالب آجائے۔ دشمنان خدا ہمیشہ اسلام

اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کی نصرت اور توفیق سے مومنین کی قوت ایمانی اور استقامت ہمیشہ ان کی کوششوں کے سامنے سد سکندری ثابت ہوئی ہے۔ اسلام خدا کا نور ہے جو ان کور چشموں کی معاندانہ پھونک سے کبھی نہیں بجھ سکتا۔

فرزندان توحید! آج تمہارے ایمان اور اخلاص کا امتحان لیا جارہا ہے خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ کون اس کے جلال وجبروت کے سامنے سر جھکاتا ہے اور کون ہے جو دنیا کی ناپائیدار ہستیوں کے خوف سے خدا کی امانت میں خیانت کرتا ہے۔ اگر تم کو میدان محشر میں خدا کے سامنے پیش ہونا ہے، اگر تم کو رسول پاک ﷺ کی شفاعت کی آرزو ہے، تو اس کے پاک دین کی حفاظت کرو، اس کے مقدس احکامات کی اطاعت کرو، اس کی امانتِ توحید کو برباد نہ ہونے دو اور اس کی دی ہوئی عزت کو حقیقی عزت سمجھو۔ اسلام صرف عبادات کا نام نہیں ہے بلکہ وہ تمام مذہبی تمدنی، اخلاقی، سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل و مکمل نظام رکھتا ہے جو لوگ زمانہ موجودہ کی کشمکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور صرف حجرہ میں بیٹھ رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ وہ اسلام کے پاک وصاف دامن پر ایک بدنما دھبہ لگاتے ہیں ان کے فرائض صرف نماز روزہ پر منحصر نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی اسلام کی عزت برقرار رکھنے اور اسلامی شوکت کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری بھی ان پر عائد ہوتی ہے۔

علماء کا فرض

جماعتِ علماء جو حقیقتاً مسلمانوں کے مذہبی قائد ہیں، ان کا فرض ہے کہ اس وقت موقع کی نزاکت اور اہمیت کو نظرانداز نہ کریں آپس کے نزاع اور اختلاف میں پڑ کر اصل مقصود کو خراب نہ کریں ورنہ مسلمانوں کی خرابی اور بربادی کی تمام تر ذمہ داری انہیں پر عائد ہوگی۔ علمی تدقیقات کے لیے آپ کے واسطے بہت سے میدان کھلے ہوئے ہیں۔ عبادات و ریاضت کے لیے بہت سی راتیں آپ کو بِلا شرکت غیرے حاصل ہیں۔ مگر جو کام جبل احد اور میدان بدر میں ہوا وہ مسجد نبوی جیسی مقدس جگہ کے مناسب نہ تھا۔

برطانیہ اور مذہبی آزادی

معزز حاضرین!

برطانیہ کا یہ دعویٰ کہ وہ کسی کے مذہبی امور میں مداخلت نہیں کرتا آپ ہمیشہ سنتے آئے ہیں، مگر میں پوچھتا ہوں کہ کیا ہندوستان کے مسلمان اپنے مذہبی امور میں آزادی کے ساتھ عمل کر سکتے ہیں؟ کیا سلطنت کا زبردست پنجہ ان کا گلا گھونٹنے کے لیے ہر وقت تیار نہیں ہے؟ آج مولوی ظفر علی خاں اور مولوی لقاء اللہ، صوفی اقبال احمد، مولوی محمد فاخر اور اسی طرح دوسرے فرزندان ہند کس جرم میں قید خانوں میں بند ہیں؟ کیا انہوں نے مذہبی احکام کی تبلیغ کے سوا اور کوئی گناہ کیا تھا۔ کیا مسلمانوں کے مذہبی احکام کے فتوے ضبط نہیں ہوئے کیا مسلمانوں کی ہزاروں خواتین کو اپنے نکاح وطلاق کے مقدمات میں غیر مسلم عدالتوں کے سامنے جا کر اسلامی احکام کے خلاف فیصلے کرانے پر مجبور نہیں کیا؟ شفعہ وقبضہ مخالفانہ وغیرہ کے قوانین شریعت اسلامیہ کے موافق ہیں؟ یہ تمام چیزیں ہیں جن کی پوری نگہداشت جمعیۃ العلماء کے اہم فرائض میں سے ہے۔

اسی طرح مذہبی تعلیم کے لیے مفید نظام قائم کرنا اور تمام اسلامی درسگاہوں کو ایک سلسلہ میں منسلک کرنا بھی علماء کے ضروری فرائض میں داخل ہے۔ درسگاہوں کو ایک سلسلے میں منسلک کرنا بھی علماء کے ضروری فرائض میں داخل ہے۔ اسلامی اوقاف کا وسیع وعریض سلسلہ بھی ایک خاص نظم کا محتاج ہے۔ غرض کہ بہت سی اسلامی ضروریات ہیں جو علماء کے ایک مرکز پر جمع نہ ہونے کی وجہ سے منتشر حالت میں ہیں۔ قبل اس کے کہ میں اپنے بیان کو ختم کروں آپ حضرات سے ایک التجا کرتا ہوں وہ یہ کہ ہر حال میں خدائے قدوس پر بھروسہ رکھیں اور اپنی تدبیر کو تدبیر ہی کے مرتبہ میں سمجھیں اسلامی احکام کی تعمیل کریں اور مذہبی فرائض ادا کرنے کا مضبوط اور مستحکم عہد باندھ لیں۔ خدا کی رحمت نیک بندوں کے ساتھ رہتی ہے اور اس کا رحم ضعیفوں اور خدا پر بھروسہ رکھنے والوں کی مدد کرتا ہے۔

دعا

اے زندہ اور قدوس خدا، اے ارحم الراحمین، اے شہنشاہ رب العالمین ہمارے گناہوں سے درگزر فرما اور ہمارے ضعف وناتوانی پر رحم کر، ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق دے اور اپنے دین کی خدمت کے لیے ہمارے دل مضبوط کر دے، ہماری کلائیوں میں طاقت عنایت فرما، ہمارے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کر، حق کو فتح اور باطل کو شکست دے، آمین یا ارحم الراحمین!

وآخردعونا اَنِ الحمد للہ رب العالمین والصَّلوٰۃ والسلام علی رسولہ وآلہ واصحابہ اجمعین

(جمعیۃ العلماء کے دوسرے سالانہ جلسے (۱۹ تا ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء) میں وفات سے ایک سال قبل صدارتی خطاب)

☆☆☆☆☆

اکیسویں صدی میں

جمہوری نظام تباہی کے دہانے پر!

(سورۃ العصر کی روشنی میں)

حضرت الامیر، مولانا عاصم عمر شہید رحمۃ اللہ علیہ

إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پس انسانیت خسارے میں ہے......

کون اس خسارے سے بچ سکتا ہے۔اسے آگے بیان فرمایا:

﴿إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾

’سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے‘۔

اللہ تعالیٰ نے إلا الذین اٰمنوا کہہ کر یہ بتادیا کہ اس خسارے سے وہی بچ سکتے ہیں جو اللہ کے غیر کی عبادات چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائیں۔جو کلمہ پڑھا ہے اس کے تقاضوں کو پورا کریں اور کلمے میں جو عہد اللہ کے ساتھ کیا ہے اسے کسی بھی مرحلے پر نہ توڑیں۔ایسے لوگ کامیاب ہیں۔

ایمان کیا ہے؟

اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ جس نے کلمہ توحید کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ پڑھا اور اس کے بعد کسی ایسے قول و فعل میں مبتلاء نہیں ہوا جو اس کلمہ سے خارج کر دیتا ہے، وہ مسلمان ہے اور وہ ایک دن ضرور جنت میں داخل ہوگا۔جیسا کہ متعدد احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال : يَخْرُجُ مِنْ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ شَعِيرَةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنْ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنْ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم سے ہر وہ شخص (اپنی سزا پوری کر لینے کے بعد) نکل آئے گا جس نے لا الہ الا اللہ (محمد رسول اللہ) پڑھا اور اس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی بھلائی پائی گئی، اور جہنم سے ہر وہ شخص (اپنی سزا پوری کر لینے کے بعد) نکل آئے گا جس نے لا الہ الا اللہ (محمد رسول اللہ) پڑھا اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر بھی بھلائی پائی گئی، اور جہنم سے ہر وہ شخص (اپنی سزا پوری کر لینے کے بعد) نکل آئے گا جس نے لا الہ الا اللہ (محمد رسول اللہ) پڑھا اور اس کے دل میں ذرے کے برابر بھی بھلائی پائی گئی۔[1]

مسلمان سے ایمان کے تقاضے

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اہل سنت والجماعت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ کلمہ اسی حال میں فائدہ دے سکتا ہے جبکہ اس کی شرائط کے ساتھ اسے پڑھا جائے اور اس کے بعد اس کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔چنانچہ بعض شرائط ایسی ہیں جنھیں پورا کیے بغیر، زبان سے کلمہ پڑھنے کے باوجود انسان کافر ہو جاتا ہے۔اسی طرح بعض چیزیں ایسی ہیں جن کے کہنے یا کرنے سے انسان کلمہ پڑھنے کے بعد کلمہ سے نکل جاتا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ﴾ [البقرۃ:217]

”اور تم میں سے جو کوئی بھی اپنے دین سے پھر گیا اور اسی کفر کی حالت میں مر گیا تو برباد ہو گئے اس کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں اور ایسے لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے“۔

اللہ کا قرآن کتنے ہی ایسے لوگوں کے ناکام و نامراد ہونے کا اعلان کر رہا ہے جو زبان سے کلمہ پڑھنے کا دعویٰ کر رہے تھے۔منافقین کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ وہ جہنم کے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔اگر صرف زبان سے کلمہ پڑھنا آخرت کی نجات کا سبب ہوتا تو منافقین کو کافروں سے سخت عذاب کیوں دیا جاتا؟ معلوم ہوا کہ زبان سے کلمہ پڑھنا کچھ شرائط کے ساتھ عند اللہ قبول کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کی حالت کو یوں بیان فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ [البقرۃ:8]

”اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ اور آخرت کے دن پر، حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں“۔

---

[1] متفق عليه واللفظ للبخاري

﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ.﴾[المنافقون:1]

”جب منافق لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ آپ واقعی اس کے رسول ہیں، اور اللہ (یہ بھی) گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق لوگ جھوٹے ہیں“۔

یہ طبقہ کافروں سے بھی زیادہ خسارے میں ہے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾ [النسآء:145]

”یقیناً منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے، اور آپ ان کے لیے ہرگز کوئی مددگار نہیں پائیں گے“۔

اسی طرح جو اس کلمہ کو پڑھنے کے بعد ایسی بات کر بیٹھا جو اسلام سے خارج کر دیتی ہے، اور اسی حال میں مر گیا تو ایسا شخص بھی عظیم خسارے سے نہیں بچ سکتا۔

معلوم ہوا کہ جو لوگ زبان سے کلمہ پڑھنے کے باجود ایسے کام کریں جو اس کلمے سے خارج کر دیتے ہیں، یہ کلمہ انھیں کوئی فائدہ نہیں دے گا... خواہ وہ مسلمانوں جیسے نام رکھتے ہوں، نمازیں پڑھتے ہوں یا حج کرتے ہوں۔

ایمان کے صحیح ہونے کی شرائط کی جانب اشارہ کرتے ہوئے امام شامی رحمۃ اللہ علیہ رد المحتار میں فرماتے ہیں:

”اس شخص کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں جو ضروریاتِ اسلام[2] کا مخالف ہو...... اگرچہ وہ اہلِ قبلہ میں سے ہو اور ساری عمر عبادات واطاعات کا پابند رہا ہو“۔[3]

نیز علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ’اکفار الملحدین‘ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ“ یعنی ’جو شخص ہماری (طرح) نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کو اختیار کرے، اور ہمارے ذبیحہ کو (حلال سمجھے اور) کھائے، وہ مسلمان ہے‘ کی مراد بھی یہی ہے کہ تمام دین کو مانتا ہو اور کسی بھی موجبِ کفر عقیدہ، قول یا فعل کا مرتکب نہ ہو، نہ یہ کہ ہر وہ شخص جو یہ تین کام کرے، وہ مسلمان ہے... اگرچہ کیسے ہی کفریہ عقائد واعمال کا مرتکب ہو“۔

امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری کی شرح میں حدیث [أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله، فإذا قالوها عصموا مني دماءهم وأموالهم] کی مراد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فتوهم طائفة من الصحابة أن مراده أن مجرد هذه الكلمة يعصم الدم حتى توقفوا في قتال من منع الزكاة، حتى بين لهم أبو بكر- ورجع الصحابة إلى قوله- أن المراد: الكلمتان بحقوقهما ولوازمهما، وهو الإتيان ببقية مباني الإسلام۔[4]

”بعض صحابہ کو یہ گمان ہوا کہ محض یہ کلمہ پڑھ لینا جان کو محفوظ بنا دے گا، جس کے نتیجے میں وہ مانعین زکات کے خلاف قتال میں حضرت ابو بکر صدیق کا ساتھ دینے سے رک گئے۔ پھر جب حضرت ابو بکر صدیق نے انھیں اس حدیث کا مطلب سمجھایا کہ کلمہ پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ کلمہ اس کے حقوق اور اس کے تقاضوں کے ساتھ پڑھا جائے یعنی اسلام کی باقی بنیادوں کا بھی اقرار کیا جائے۔ پھر وہ صحابہ بھی سمجھ گئے“۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب جزیرۃ العرب میں ارتداد کا فتنہ اٹھا تو ان میں بعض لوگ وہ تھے جو زکات دینے سے انکار کر رہے تھے۔ پھر ان میں وہ لوگ بھی تھے جو زکات کی فرضیت کا تو انکار نہیں کر رہے تھے بلکہ صرف یہ کہتے تھے کہ زکات لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا اب ہم خود زکات ادا کریں گے، ابو بکر کو نہیں دیں گے، اس پر حضرت ابو بکر صدیق نے ان سے قتال کا اعلان فرمایا:

فَقَالَ ابوُ بَكْرٍ: وَاللهِ، لاقَاتِلَن مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكاة. فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقّ المالِ.[5]

تو حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ تو کلمہ گو ہیں، آپ ان سے قتال کس طرح کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ حدیث میں بیان کیا گیا کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا، اس کی جان ومال محفوظ ہو گئی۔

اس پر حضرت ابو بکر صدیق نے اسی حدیث سے دلیل دی، فرمایا: اسی حدیث میں ہے: إلا بحقها یعنی اس کی جان ومال محفوظ نہیں ہوئی جس نے کلمہ پڑھنے کے باوجود اسلام کا حق ادا نہیں کیا، اور زکات اسلام کا حق ہے۔ اس لیے میں ان سے اس وقت تک قتال کروں گا جب

---

[2] دین کے وہ یقینی اور قطعی عقائد واحکام جن کا علم ہر خاص وعام مسلمان کو ہوتا ہے، مثلاً نماز، زکات، روزہ، حج وجہاد وغیرہ۔ راقم

[3] رد المحتار؛ كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب البدعة خمسة أقسام

[4] فتح الباري لابن رجب الحنبلي؛ كتاب مواقيت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها

[5] إكمال المعلم شرح صحيح مسلم للقاضي عياض (1/ 278)

تک کہ یہ زکات ادا نہ کریں، یہاں تک کہ ایک اونٹ کی نکیل بھی جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے۔

یہ سن کر حضرت عمر بھی متفق ہوگئے اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! اللہ نے ابو بکر کے سینے کو کھول دیا تھا۔ اور صحابہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں دین سے پھر جانے سے ابو بکر نے بچالیا۔

اسی طرح مذکورہ احادیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۳ھ–۸۵۲ھ، ۱۳۷۲ء–۱۴۴۸ء) فتح الباری میں فرماتے ہیں:

وقد وردت الأحاديث بذلك زائدا بعضها على بعض ففي حديث أبي هريرة الاقتصار على قول لا إله إلا الله وفي حديثه من وجه آخر عند مسلم حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله وفي حديث بن عمر ما ذكرت وفي حديث أنس الماضي في أبواب القبلة فإذا صلوا واستقبلوا واكلوا ذبيحتنا، قال الطبري وغيره أما الأول فقاله في حالة قتاله لأهل الأوثان الذين لا يقرون بالتوحيد وأما الثاني فقاله في حالة قتال أهل الكتاب الذين يعترفون بالتوحيد ويجحدون نبوته عموما أو خصوصا وأما الثالث ففيه الإشارة إلى أن من دخل في الإسلام وشهد بالتوحيد وبالنبوة ولم يعمل بالطاعات أن حكمهم أن يقاتلوا حتى يذعنوا إلى ذلك وقد تقدمت الإشارة إلى شيء من ذلك في أبواب القبلة۔[6]

”مذکورہ حدیث مختلف الفاظ کے اضافوں کے ساتھ آئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں صرف لا الٰہ کا ذکر ہے۔ اور انھی کی حدیث میں جو صحیح مسلم میں ہے لا الٰہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا بھی ذکر ہے۔ اور حضرت انس کی حدیث میں کلمہ کے ساتھ نماز، قبلہ، اور ہمارے ذبیحہ کا ذکر ہے۔ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلی روایت بت پرست مشرکین کے خلاف قتال کی صورت میں ہے جو توحید ہی کے منکر ہیں۔ اور دوسری حدیث اہل کتاب سے قتال کے بارے میں ہے جو توحید کا تو اقرار کرتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کی نبوت کے منکر تھے، اور تیسری حدیث میں اشارہ ہے کہ جو اسلام لایا اور توحید و نبوت کی گواہی دی، لیکن اللہ کے لازم کردہ فرائض پر عمل نہیں کیا، ان کا حکم یہ ہے کہ ان سے اس وقت تک قتال کیا جائے گا جب تک کہ وہ ان فرائض کو ادا کرنا شروع نہ کر دیں۔“[7]

زبان سے کلمہ پڑھنے کی کچھ تفصیل علمائے امت نے یوں بیان فرمائی ہے:

امام طحاویؒ شرح معانی الاثار میں فرماتے ہیں:

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ أَنَّ يَهُودِيًّا قَالَ لِصَاحِبِهِ: تَعَالَ نَسْأَلْ هَذَا النَّبِيَّ , فَقَالَ لَهُ الْآخَرُ: لَا تَقُلْ لَهُ نَبِيٌّ , فَإِنَّهُ إِنْ سَمِعَهَا صارت له أربعة أعين , فَأَتَاهُ فَسَأَلَهُ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ {وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ} [الإسراء: 101] فَقَالَ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا , وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ , وَلَا تَسْرِقُوا , وَلَا تَزْنُوا , وَلَا تَسْحَرُوا , وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبَا , وَلَا تَمْشُوا بِبَرِيءٍ إِلَى سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَهُ , وَلَا تَقْذِفُوا الْمُحْصَنَةَ , وَلَا تَفِرُّوا مِنَ الزَّحْفِ , وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةَ الْيَهُودِ , أَنْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ قَالَ: فَقَبَّلُوا يَدَهُ , وَقَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ , قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تَتَّبِعُونِي؟ قَالُوا: إِنَّ دَاوُدَ دَعَا أَنْ لَا يَزَالَ فِي ذُرِّيَّتِهِ نَبِيٌّ , وَإِنَّا نَخْشَى إِنِ اتَّبَعْنَاكَ , أَنْ تَقْتُلَنَا الْيَهُودُ , " قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَفِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ الْيَهُودَ قَدْ كَانُوا أَقَرُّوا بِنُبُوَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ تَوْحِيدِهِمْ لِلَّهِ , فَلَمْ [يأمر بترك] قتالهم رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يُقِرُّوا بِجَمِيعِ مَا يُقِرُّ بِهِ الْمُسْلِمُونَ , فَدَلَّ ذَلِكَ أَنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا بِذَلِكَ الْقَوْلِ مُسْلِمِينَ , وَثَبَتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ لَا يَكُونُ إِلَّا بِالْمَعَانِي الَّتِي تَدُلُّ عَلَى الدُّخُولِ فِي الْإِسْلَامِ , وَتَرْكِ سَائِرِ الْمِلَلِ , وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ , عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , مَا يَدُلُّ عَلَى ذَلِكَ۔[8]

”حضرت صفوان بن عسّال سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ اس نبی سے سوال کرتے ہیں، دوسرے نے کہا کہ نبی نہ کہو، اگر اس نے سن لیا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ چنانچہ یہ دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، اور قرآن کی اس آیت کے بارے میں پوچھا: [ہم نے موسیٰ کو نو واضح نشانیاں دیں] (سورۂ بنی اسرائیل: ۱۰۱) نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: (وہ نو باتیں یہ ہیں:) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، اللہ نے جس جان کو حرام کردیا اسے قتل نہ کرو، سوائے کسی حق کی وجہ سے قتل کرنے کے، اور چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ، اور کسی بے گناہ کو قتل کرانے کے لیے حاکم کے پاس نہ لے جاؤ، پاکدامن عورت پر تہمت نہ لگاؤ، کافروں سے جنگ کے وقت پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو، اور یہود کے لیے خاص حکم ہوا کہ ہفتے کے

---

[6] فتح الباري: بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالنُّبُوَّةِ

[7] احناف کے نزدیک اس بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی فرد فرائض میں سے کسی فرض کو ترک کردیتا ہے تو اسے اس فرض کی ادائیگی کا حکم کیا جائے گا، اگر پھر بھی نہ مانے تو اسے قید کردیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس فرض کو ادا کرنے لگے۔ اور اگر کوئی قوت رکھنے والی جماعت، ادارہ، یا حکومت کسی فرض کے التزام کو ترک کردے، تو پھر ان سے قتال کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس فرض کو ادا کرنے لگیں۔

[8] شرح معاني الآثار (3/ 215-رقم 5127)

دن سرکشی سے بچو۔ اس پر ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کو چوما اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میری اتباع کرنے سے کیا چیز روک رہی ہے؟ یہ کہنے لگے کہ داؤد علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ نبی رہے، سو ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم نے آپ کی اتباع کی تو یہود ہمیں قتل کر دیں گے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ہے کہ یہود نے اللہ کی توحید کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کر لیا تھا۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قتال ترک کرنے کا حکم نہیں دیا جب تک کہ یہ بھی دیگر مسلمانوں کی طرح ان تمام چیزوں کو مان نہیں لیتے جن کا ماننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ سو یہ بات دلالت کر رہی ہے اس بات پر کہ یہ یہود اپنے اس قول کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور ثابت ہوا کہ اسلام ان باتوں کے بغیر نہیں معتبر ہوتا جو دخولِ اسلام پر دلالت کرتی ہیں اور تمام ادیان کو چھوڑ دینے کے بغیر اسلام نہیں ہوتا۔

اسی بارے میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ مزید بیان فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْزُوقٍ , قَالَ: ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَكْرٍ , قَالَ: ثنا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ , عَنْ أَبِيهِ , عَنْ جَدِّهِ , قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ , مَا آيَةُ الْإِسْلَامِ؟ قَالَ «أَنْ تَقُولَ أَسْلَمْتُ وَجْهِي لِلَّهِ , وَتَخَلَّيْتُ , وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ , وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ , وَتُفَارِقَ الْمُشْرِكِينَ إِلَى الْمُسْلِمِينَ» فَلَمَّا كَانَ جَوَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ , لَمَّا سُئِلَ عَنْ آيَةِ الْإِسْلَامِ «أَنْ تَقُولَ أَسْلَمْتُ وَجْهِي لِلَّهِ , وَتَخَلَّيْتُ , وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ , وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ , وَتُفَارِقَ الْمُشْرِكِينَ إِلَى الْمُسْلِمِينَ» وَكَانَ التَّخَلِّي هُوَ تَرْكُ كُلِّ الْأَدْيَانِ إِلَى اللهِ ثَبَتَ بِذَلِكَ أَنَّ كُلَّ مَنْ لَمْ يَتَخَلَّ مِمَّا سِوَى الْإِسْلَامِ , لَمْ يَعْلَمْ بِذَلِكَ دُخُولَهُ فِي الْإِسْلَامِ , وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ , وَأَبِي يُوسُفَ , وَمُحَمَّدٍ , رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ۔ [9]

”بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں، کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! اسلام کی نشانی کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم کہو میں نے اپنا چہرہ اللہ کے سامنے جھکا دیا، اور میں ہر دین کو چھوڑ بیٹھا، اور تم نماز پڑھو، زکات دو، اور مشرکین کے ساتھ رہائش چھوڑ کر مسلمانوں کے پاس آجاؤ۔

(امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) تخلی تمام ادیان کو چھوڑ دینا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو کوئی بھی اسلام کے علاوہ ہر دین کو نہیں چھوڑے گا اس سے اس کا اسلام میں داخل ہونا نہیں جانا جائے گا، یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے“۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ کلمہ کے کچھ تقاضے ہیں جنھیں پورا کیے بغیر یہ کلمہ معتبر نہیں سمجھا جاتا۔ [10]

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

بقیہ: اجنبی ___ کل اور آج

”تمہارے درمیان نبوت رہے گی جب تک اللہ چاہے گا کہ وہ رہے۔ پھر اللہ اسے اٹھالے گا جب وہ اسے اٹھانا چاہے گا۔ پھر (اس کے بعد) خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہو گی تو وہ اس وقت تک چلے گی جب تک اللہ اسے چلانا چاہے گا، پھر اللہ اسے اٹھالے گا جب وہ چاہے گا کہ اسے اُٹھالے۔ پھر (اس کے بعد) کاٹ کھانے والی حکومت ہو گی، پس وہ چلتی رہے گی جب تک کہ اللہ چاہے گا کہ وہ چلتی رہے، پھر وہ اسے اٹھالے گا جب وہ چاہے گا کہ اس کو اٹھالے۔ پھر جابرانہ اقتدار ہو گا، تو وہ اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ اس کو رکھنا چاہے گا۔ پھر وہ اسے اٹھالے گا جب وہ چاہے گا کہ اسے اٹھالے پھر اس کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہو گی، پھر آپ خاموش ہو گئے!“

پس جس وقت یہ خلافت قائم ہو گی، بین الاقوامی جاہلی نظام ٹوٹ پھوٹ جائے گا، ختم ہو جائے گا۔ جبر (شخصی ہو یا جمہوری) کی بساط دنیا سے لپیٹ دی جائے گی۔ اور یہ بات تو ہمارے ایمان کا حصہ کہ اس جاہلی تہذیب نے مٹنا ہے، برخلاف انتہائے تاریخ (اینڈ آف ہسٹری) کے اس باطل نظریے کے، جس میں اس تہذیب کو کرۂ ارض کی آخری اور تاابد غالب رہنے والی تہذیب کہا گیا ہے۔ اس خرافات کی حقیقت بھی محض ان کے منہ سے بکی ہوئی بات ”قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ“ کی ہے۔ لیکن ان حقائق کے باوجود کچھ لوگ اس دجّالی تہذیب کے وجود اور بقا کو تسلیم کرتے ہیں۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

[9] شرح معاني الآثار (3/ 216)

[10] مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: 'اکفار الملحدین' از علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مہمان

ابو عیسیٰ دیبلی

بچپن میں ہم سنا کرتے تھے کہ مہمان اللہ کی رحمت ہوتے ہیں۔ مہمان کے آنے سے پہلے ہم یہ ہی سوچتے تھے کہ کہیں کھانا کم نہ پڑ جائے لیکن ہم جیسے جیسے بڑے ہوتے گئے ہمیں مہمان اور برکت کے معنی سمجھ آنے لگے۔

ہمارے کچھ بھائی بھی مہمان بن کے ہمارے گھر آئے تھے ۔ آج سے کوئی چالیس سال قبل افغانستان اور سویت یونین کے مابین جنگ کے بعد جب لاکھوں افغان مہاجرین افغانستان چھوڑ کر پاکستان منتقل ہوئے تو پاکستان کے پاس افغان مہاجرین کو رہائش دینے کا کوئی باقاعدہ منصوبہ موجود نہیں تھا۔ ۲۰۲۱ء میں جرنل آف ہیومینیٹیز، سوشل اینڈ مینجمنٹ سائنسز میں شائع ہونے والے ایک مقالے کے مطابق اسّی کی دہائی میں جب لاکھوں کی تعداد میں یہ مہاجرین یہاں منتقل ہوئے تو اس وقت مہاجرین کیمپ نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ شہری علاقوں اور آبادیوں میں کرائے کے مکانوں میں رہنا شروع ہو گئے۔ اس وقت سے اب تک افغان مہاجرین کی قلیل تعداد نے کیمپوں میں رہائش اختیار کی، زیادہ تر افغانوں نے مقامی آبادی کا رخ کیا جس میں اکثریت پشاور میں آباد ہوئی۔

اسی طرح شہری علاقوں کے ساتھ وہ افغان مہاجرین جو معاشی طور پر کمزور تھے انہوں نے دیہی علاقوں کا رخ کیا، کیونکہ وہاں شہری علاقوں کے مقابلے میں کرائے کم تھے اور یا زیادہ تر دیہی علاقوں میں وہ کسی کے گھر میں مفت رہ کر مالک مکان کے لیے کام کرتے تھے۔

یو این ایچ سی آر کے جون ۲۰۲۳ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں تیرا لاکھ رجسٹرڈ افغان مہاجرین آباد ہیں جن میں ساتھ لاکھ کے قریب پشاور، تین لاکھ بلوچستان جبکہ باقی ملک کے دیگر شہروں میں آباد ہیں۔ تاہم رجسٹرڈ کے علاوہ افغان سیٹیزن کارڈ (یہ کارڈ آنے والے افغان مہاجرین کو دو ہزار سترہ میں نادرا کی جانب سے جاری کیا گیا تھا) رکھنے والے مہاجرین کی تعداد چار لاکھ تک ہے ۔ تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں تقریباً سترہ لاکھ افغان مہاجرین موجود ہیں جن کے پاس رہائشی اسناد موجود ہیں۔

وفاقی وزارت داخلہ کے مطابق پاکستان میں تقریباً سترہ لاکھ تک افغان مہاجرین غیر قانونی طور پر پاکستان میں آباد ہیں جنہیں یکم نومبر تک رضاکارانہ طور پر پاکستان سے جانے کا کہا گیا تھا۔ اس ڈیڈ لائن کے ختم ہونے پر اب مہاجرین کے خلاف مختلف علاقوں میں آپریشن شروع کر دیے گئے اور ایک ماہ میں محکمہ داخلہ خیبر پختون خواہ کے مطابق طورخم کے راستے دو لاکھ پچیس ہزار سے زائد افغان مہاجرین پاکستان چھوڑ کر افغانستان واپس چلے گئے۔

تاہم دیکھا یہ جارہا ہے کہ جنگوں کی نذر ہونے والے وطن میں واپسی پر یہ مہاجرین کس حال میں ہیں؟ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مہمان کے ساتھ ایسا سلوک رکھا جاتا ہے؟ کیا ہم نے امریکہ کا ساتھ دے کر ان افغانوں کو اپنے ملک سے ہجرت پر مجبور نہیں کیا تھا اور کیا ہم اب دوبارہ ان کو اس طرح بے دخل کر کے اپنا دشمن نہیں بنا رہے؟ آخر ہم کب تک اپنے مسلمانوں کے خلاف آپریشن کرتے رہیں گے؟ یہ وہ ہی غیرت مند افغان ہیں جنہوں نے روس اور پھر امریکہ کو اللہ کی مدد سے یہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا۔ یہ ممالک افغانستان کے بعد پاکستان پر حملہ کرنا چاہتے تھے، انہوں نے اپنے ملک کا ہی نہیں پاکستان کا بھی دفاع کیا۔ اشرف غنی کی حکومت میں یہاں بھارت کا بہت اثر و رسوخ تھا جو پاکستان کی سلامتی کے لیے بہت خطرناک تھا، لیکن جیسے ہی طالبان نے یہاں حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تو بھارت کے بہت سے عزائم خاک میں مل گئے یہاں تک کہ مختلف شہروں میں موجود قونصل خانے بند ہو گئے اور وہ اپنے ملک میں جا کر بیٹھ گئے۔

ہم بات کر رہے تھے افغان مہاجرین کی یہ مہاجر بھائی پاکستان میں اپنے ساتھ کچھ نہیں لا سکے، خالی ہاتھ آئے تھے۔ صرف اللہ کی ذات پر یقین کر کے اپنے گھر بار چھوڑ آئے۔ اور ہم نے کیا کیا؟ ان کو امریکہ کے حوالے کر دیا...... آج طالبان کے بہت سے نیک سیرت لوگ جنہوں نے پاکستان کی جیلوں میں قید و بند کی سختیاں جھیلیں، وہ پاکستان سے برابری کی بنیاد پر ملاقات کرتے ہیں۔

مجھے اپنے بچپن کا وقت یاد ہے، ہمارے گھر کی خواتین بازار بہت کم ہی جاتی تھیں، میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے گھر ایک لالا کو آتے دیکھتا تھا۔ وہ افغانی پگڑی پہنے اپنی کمر پہ کپڑوں کی گٹھڑی لادے آیا کرتا تھا۔ میری دادی اس سے کپڑے خریدا کرتی تھیں۔ اس طرح کچھ وقت بعد لالا سے اچھا تعلق بن گیا اور وہ جو ہمارے خاندان کے دیگر گھرانوں میں بھی جا کر کپڑا بیچا کرتا، وہ ہمیں اب اپنے ہی گھرانے کا حصہ لگنے لگا۔ بہت بے تکلف تھا، ہمارے گھر جب بھی آتا کھانا کھاتا اور تھوڑی دیر سو جاتا۔ بیچارا پورا دن پیدل سفر کرتا گھر گھر جا کے کپڑا بیچتا اور اپنا گھر چلاتا تھا۔ وہ اپنے بچوں کے لیے حلال روزی کمانے کی کوشش کر رہا تھا، جبکہ ہم اس وقت اپنے پکے گھروں میں رہتے تھے۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے ہمیں کچھ خبر نہ تھی لیکن یہ بیچارے اپنا سب کچھ لٹا کر در در کی ٹھوکریں کھا رہے تھے۔ ان کے پاس لٹانے کو اب کچھ بچا بھی نہ تھا سوائے دین کے، جس پہ انہوں نے آنچ بھی نہیں آنے دی۔ اللہ رب العزت ان کی قربانیوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے آمین۔

(باقی صفحہ نمبر 66 پر)

اسلام کا قلعہ

نعیم مجاہد

بچپن کی بات ہے جب میں غالباً دوسری یا تیسری کلاس میں پرائمری اسکول میں پڑھتا تھا۔ ہماری کلاس کی ٹیچر نے سب بچوں سے پوچھا کہ آپ بڑے ہو کر کیا بنو گے؟ کسی نے کہا ڈاکٹر بنوں گا، کسی نے کہا پائلٹ بنوں گا، تو کسی نے کہا انجینئر......

جب میری باری آئی تو میرا جواب سب سے الگ تھا میں نے کہا میں فوجی بنوں گا......

ہم بچپن ہی سے سنتے آرہے ہیں کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے اور یہ فوج اس کی محافظ ہے۔ یہ بھرم لگ بھگ بیس سال تک قائم رہا۔ پہلی دفعہ اس میں دراڑ اس وقت پڑی جب میں کشمیری معسکر میں تھا۔ وہاں کچھ مجاہدین سے ملاقات ہوئی جو مقبوضہ کشمیر سے آئے تھے اور کوٹ بلوال جیل توڑ کر نکلے تھے۔ ان کے نام خالد اور عرفان تھے۔ خالد نے اس وقت کہا کہ ہماری ایجنسیاں اور فوج کشمیر کو آزاد ہی نہیں کروانا چاہتیں، ان کا مقصد تو صرف کشمیر میں بھارتی فوج کو مصروف رکھنا اور پاکستان میں جذبۂ جہاد رکھنے والوں کو بھی کشمیر میں مصروف رکھنا ہے اور بس۔ اس کے کچھ عرصے بعد میرا اپنے ایک عزیز کے پاس جانا ہوا جو رینجرز میں ہوتے تھے اور واہگہ بارڈر پر تعینات تھے۔ وہاں ایک نائب صوبیدار سطح کے فرد سے (رینجر میں سب انسپکٹر) کے منہ سے یہ بات سنی کہ جب انڈیا اور پاکستان کے درمیان جنگ کا ماحول بن گیا، یہ غالباً ۱۹۹۸ء یا ۱۹۹۹ء کی بات ہے، تو ہمارے جرنیلوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے۔ وہ کسی بھی قیمت پر جنگ روکنا چاہتے تھے، کسی بھی قیمت پر......

یہاں مجھے تاریخ کا ایک واقعہ یاد آتا ہے جب تاتاریوں نے چنگیز خان کی قیادت میں ۲۰ ہزار کی تعداد کے ساتھ محمد شاہ خوارزم پر حملہ کیا تو محمد شاہ خوارزم کے لشکر کی تعداد تین لاکھ تھی اور وہ جنگ سے بھاگ رہا تھا اور بھاگتے بھاگتے ہی مر گیا۔ جبکہ اسی کا بیٹا جلال الدین مرتے دم تک مزاحمت کرتا رہا۔ تاریخ آج محمد شاہ خوارزم کو ایک شکست خوردہ بھگوڑہ کے طور پر ہی یاد رکھتی ہے جبکہ جلال الدین کو ایک شیر، ہیرو اور ایک بطل کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ خیر بات چل رہی تھی اسلام کے قلعہ اور اس کی محافظ فوج کی۔

اور یہ بھرم مکمل طور پر اس وقت ٹوٹا جب صلیبی لشکروں نے امارت اسلامیہ افغانستان پر حملہ کر دیا اور پاکستانی افواج اس صلیبی لشکر کی اتحادی ٹھہریں، صلیبی لشکر کو ہر طرح کی مدد فراہم کی......ہوائی اڈے دیے، رسد کے لیے محفوظ راستے دیے اور مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا۔

آج جب غزہ پر پھر سے ایک صلیبی صہیونی جنگ جاری ہے، تو جہاں ایک طرف امریکہ سمیت تمام صلیبی ممالک اسرائیل کی عملاً مدد کر رہے ہیں، امریکی صدر، برطانیہ کا وزیر اعظم، فرانس و جرمنی کے صدر و چانسلر اسرائیل کا خود دورہ کر چکے ہیں، مدد کی یقین دہانی کرا چکے ہیں، بلکہ برطانیہ کا وزیر اعظم تو فوجی طیارے میں جنگی سازوسامان سمیت اسرائیل آیا۔

وہیں دوسری طرف پاکستان سمیت اسلامی دنیا کے حکمرانوں کا عمل سب کے سامنے ہے۔ او آئی سی اور عرب لیگ کے اجلاس ہوئے، اسرائیل کے خلاف ایک قرارداد بھی متفقہ طور پر منظور نہیں کر سکے۔

یہ مسلم ممالک کی اسّی لاکھ افواج، یہ غوری، غزنوی جیسے مختلف میزائل، ایف سولہ، جے ایف تھنڈر طیارے، یہ خالد، ضرار ٹینک کس کام کے ہیں......؟ یہ افواج لال مسجد پر شریعت کا مطالبہ کرنے والی معصوم بچیوں پر ہی شیر ہیں......انھی پر فاسفورس بم برساتی ہیں......

سوات و وزیرستان میں مسلم عوام پر بم برساتی ہیں......

مجاہدین کو تو الحمد للہ بہت زمانہ قبل اس بات کا ادراک ہو گیا تھا کہ یہ تمام ۵۷ ممالک کی افواج اسلام کا قلعہ نہیں، نہ اس کی محافظ ہیں بلکہ یہ کفار کے قلعوں میں سے ایک حفاظتی قلعہ ہیں۔

مجاہدین کو تو اس بات پر نہ حیرت ہے اور نہ افسوس کہ مسلم ممالک کی افواج کچھ نہیں کر رہیں......

مگر افسوس اس بات پر ضرور ہے کہ اب بھی ہمارے بہت سے دانشور اور پاکستانی عوام کی بڑی تعداد کو انھی افواج سے امید ہے کہ یہ کچھ کریں گے......پتہ نہیں ان کا یہ بھرم کب ٹوٹے گا؟ ان سے کب امید ختم ہو گی......؟

تمام دنیا کے مجاہدین اس وقت غزہ کے مجاہدین، عورتوں، بچوں کی مدد کو جانے کے لیے بے تاب ہیں اور یہی اسّی لاکھ افواج کفار کے لیے دفاعی قلعہ ثابت ہو رہی ہیں، مجاہدین کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی افواج ہیں......

آج یہ نام نہاد اسلامی ممالک مجاہدین کو راستہ دے دیں، مجاہدین فلسطین و کشمیر میں اپنے بھائیوں کی مدد کو پہنچنے کے لیے بے تاب ہیں۔ ہندو برما ہو یا مشرقی ترکستان کے مسلمان، ہر محاذ پر مجاہدین مظلوموں، مسلمانوں کی مدد کو تڑپ رہے ہیں۔

اس دفعہ تو جہاد فرضِ عین ہونے کے فتاویٰ تمام دنیا کے علماء نے دیے ہیں جبکہ جہاد تو پہلے بھی فرضِ عین تھا۔ خصوصاً پاکستان کے لوگوں پر جب امریکہ کی سرکردگی میں صلیبی لشکر افغانستان میں امارت اسلامیہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن اس وقت میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ نے اس کو متنازع بنانے کی کوشش کی جس کے زیر اثر عوام رہے اس کے باوجود پوری دنیا سے مجاہدین یعنی برطانیہ، امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا حتی کہ دنیا کے ہر کونے سے مجاہدین پہنچے۔ اس وقت بھی راستے نہیں تھے، مشکلات تھیں، لیکن جنہوں نے پہنچنا تھا، جن میں تڑپ تھی، وہ پہنچے، اپنا فرض ادا کیا اور اپنے خون سے اس سرزمین کو رنگین کیا اور اللہ تعالی نے شہداء کے خون کی برکت سے عظیم فتح عطا کی۔

اب تو جہاد فرض عین ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں رہ گیا اور اب یہ خوش فہمی دور ہو جانی چاہیے کہ ۵۷ ممالک کی اسی لاکھ افواج حرکت میں آئیں گی۔ یہ غوری، غزنوی میزائل یا ایٹم بم یا ایف سولہ یا جے ایف تھنڈر طیارے یا الخالد وضرار ٹینک امت کے کسی کام کے نہیں۔

کل قیامت کے روز کیا ہم یہ عذر پیش کر سکیں گیں کہ یہ جنگ لڑنا تو فوجوں کا کام تھا اسلیے ہم نے جہاد نہیں کیا؟

☆☆☆☆☆

بقیہ: مہمان

بچپن میں جو افغانوں کی سادگی میں نے دیکھی تھی وہ اتنے سالوں بعد ایک سفر افغانستان میں دیکھ کے مجھے وہ لالا یاد آ گیا کے جسکی سادگی کا اثر یہاں بھی ملا۔

افغان قوم نے جو قربانی دین کے لیے دی ہے اسکی وجہ سے آج امت مسلمہ کے مسلمان سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہوئے ہیں کہ خلافت عثمانیہ کے بعد یہ اسلام کو بہت بڑی فتح حاصل ہوئی لیکن افسوس باقی اسلامی دنیا اسے صرف ایک ملک کی فتح سمجھتی ہے، یہ افغان طالبان اور افغان قوم کے ساتھ اور ان کی قربانیوں کے ساتھ بہت بھونڈا مذاق ہے۔ آج دنیا کی تمام جہادی تنظیمیں اور گروہ طالبان اور افغان قوم کے احسان مند ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کو جینے کا ڈھنگ سکھا دیا۔

آخر میں پاکستان کی حکومت اور عوام سے بس اتنا ہی کہوں گا کہ گھر آئے مہمان کی عزت کریں، کہیں کل آپ کو بھی کسی کے گھر مہمان نہ بنا پڑ جائے...... دعا ہے کہ اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے اور ہمیں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

ماہِ رجب میں پیش آنے والے تاریخی واقعات

- رجب ۲ھ کو بیت المقدس سے مکہ مکرمہ کی طرف قبلہ تحویل ہوا۔
- رجب ۹ھ کو غزوۂ تبوک پیش آیا۔ نبی کریم ﷺ تیس ہزار مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ سے بلادِ روم کی طرف رومی لشکر کو روکنے کی خاطر روانہ ہوئے، جو مدینہ منورہ پر چڑھائی کے لیے آرہا تھا۔ چنانچہ معرکہ پیش نہ آیا اور مسلمانوں کی واپسی ہوئی۔ اس غزوہ کی بدولت منافقین اور جن کے دلوں میں مرض تھا آشکارا ہوئے۔
- رجب ۱۴ھ کو مسلمانوں نے دمشق فتح کر دیا اور اہل دمشق نے مسلمانوں سے صلح کا مطالبہ کیا۔
- ۲۵ رجب ۱۰۱ھ میں امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی ۳۹ سال کی عمر میں وفات ہوئی اور یزید بن عبد الملک کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوئی۔
- رجب کی آخری شب ۲۰۴ھ کو امام شافعی رحمہ اللہ کی ۵۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ آپؒ نے اصول فقہ کے موضوع پر عظیم تالیفات تصنیف فرمائیں جن میں اہم کتابیں الرسالہ اور کتاب الام شامل ہیں۔
- ۲۸ رجب ۵۸۳ھ کو ۸۸ سال بیت المقدس پر صلیبیوں کے قبضے کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں مسلمانوں نے بیت المقدس کو فتح کر دیا۔ آپؒ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور مسجد اقصیٰ میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔
- ۳۰ رجب ۹۲۲ھ کو آخری عباسی خلیفہ متوکل علی اللہ کے انتقال کے بعد دولتِ عثمانیہ کے سلطان سلیم اول کو خلافت منتقل ہوئی اور خلافت عثمانیہ کے پہلے خلیفہ بنے۔

ذرا سوچیے، پلیز!

داود غوری

چلیں فرض کرتے ہیں... کہ مصر کے چند نوجوان اُن مصری جلادوں کے خلاف حملے شروع کر دیتے ہیں جو غزہ کا بارڈر سیل کیے ہوئے ہیں۔ جو غزہ کے بیماریاں سہتے معصوموں پر روٹی کا ایک ٹکڑا بھی بند کیے بیٹھے ہیں۔ اگر غزہ کے اپنے بھائیوں کی مدد کی خاطر یہ مصری نوجوان سیسی کی افواج کے خلاف جہاد شروع کر دیں، تو کیا ہوگا؟ پوری دنیا کے لیے یہ نوجوان رول ماڈل بن جائیں گے۔ لوگ ان کی مدحتوں میں قصیدے کہیں گے۔ ان کو ابطالِ اسلام کہیں گے۔ اور وہ یوں کیوں نہ کریں کیونکہ یہی تو غزہ کو آزادی دلوانے کا عقلی اور شرعی راستہ ہے۔

چلیں مصر نہ سہی آپ اردن کا تصور کر لیں۔ اردن کی فوج بھی مصر سے کسی صورت کم نہیں۔ اگر حکومتِ اردن کی اسرائیل کی خاموش حمایت کے سبب اس کے خلاف مسلمان عوام داخلی طور پر جہاد شروع کر دیں ... تو پھر وہی مدحتیں، قصیدے اور واہ واہ ہوگی۔ یہی صورت شام، لبنان اور دائیں بائیں کے دیگر ممالک میں جہاد کی صورت میں بھی دیکھنے کو ملے گی۔ اللہ ان نوجوانوں کو فتوحات عطا کرے۔ مگر ایک چیز کا خدشہ رہے گا کہ سیسی، شاہ عبداللہ اور بشار کے خلاف کھڑے ہونے والے نوجوانوں کے خلاف اپنے ہی ممالک سے چند بکے ہوئے درباریوں کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو جائیں گی۔ 'یہ اس ملک کا امن خراب کر رہے ہیں۔ اپنے ہی فوجیوں کو مارنا کہاں کا اسلام ہے۔ اسلام ہمیں تشدد کا راستہ نہیں سکھاتا۔ ہمیں بھی فوج کی پالیسیوں سے اختلاف ہے لیکن یہ طریقۂ کار ٹھیک نہیں۔' پھر کچھ عرصے بعد شاید ان درباریوں کی زبانیں اور کھل جائیں۔ شاید پھر مصر میں اس نعرے کی بازگشت ہونے لگے کہ 'یہ لوگ خوارج ہیں... ان کو قتل کرنا چاہیے۔' الغرض ہر قسم کا شور شرابا آپ کو سننے کو مل سکتا ہے۔ لیکن اس شور شرابے کے پیچھے اگر حق آواز کچھ دیر کے لیے دب جائے تو وہ حق کہیں باطل نہیں بن جاتا ہے۔ بلکہ حق تو ہوتا ہی باطل کے ازالے کے لیے ہے۔

یہ واقعہ بیس سال سے کچھ پہلے کا ہے۔ ایک ملک تھا افغانستان جہاں اسلام کی حکومت تھی۔ ادھر بھی غزہ کی طرح چند نوجوان جذبے والے تھے۔ جذبے کو عربی میں حماس کہتے ہیں۔ ان متحمسین نے بھی طوفان الاقصیٰ کی طرح امریکا میں ایک طوفان مچایا تھا۔ امریکہ کے پوری دنیا پر قبضے کو مستحکم کرنے والے ادارے کے ہیڈ کوارٹر پینٹاگون سے ان نوجوانوں نے طیارہ ٹکرایا تھا۔ اس کے سب سے بڑے اقتصادی مرکز ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو تباہ کیا تھا۔ پھر امریکہ بھی اسرائیل کی طرح افغانستان پر چڑھ دوڑا۔ جس طرح مصر کی افواج نے آج غزہ کے مسلمانوں پر ہر قسم کا امدادی سامان بند کر دیا ہے، اسی طرح افغانستان کے ہمسایہ ملک پاکستان نے بھی افغانستان سے تمام تعلقات بند کر لیے تھے۔ صرف تعلقات ہی بند نہیں کیے بلکہ بندے بھی بند کر دیے۔ انہیں امریکا کے حوالے کیا۔ کچھ کو قتل کر دیا۔ امریکا کو اپنے ہوائی اڈے فراہم کیے۔ اپنی بندرگاہوں پر امریکی جہاز اسلحے اور گولہ بارود سمیت لنگر انداز ہونے دیے۔ صلیبیوں کے قافلے در قافلے پاکستان کی زمینوں کو روندتے ہوئے افغانی مسلمانوں کے قتل کے لیے جانے لگے۔ کہتے ہیں کہ جو طیارے افغانستان کے مسلمانوں پر گرجتے اور برستے تھے انہوں نے وطنِ عزیز کی زمین کو ستاون ہزار مرتبہ پروازوں کے لیے استعمال کیا۔

پھر چند نوجوان یہ سب کچھ برداشت نہ کر سکے۔ ان کی غیرتِ ایمانی نے جوش کھایا اور انہوں نے اس ظالم فوج اور حکومت کے خلاف جہاد شروع کر دیا جو کفر کی فرنٹ لائن اتحادی تھی۔ ان کی ان ضربوں کی برکت سے افغانستان پر امریکیوں کی گرفت کم ہونے لگی۔ اُدھر موجود 'مزاحمتی تحریک' کو ان نوجوانوں کے جہاد سے بے شمار فائدے حاصل ہونے لگے۔ شروع میں ان نوجوانوں کی بھی بہت واہ واہ ہوئی لیکن کچھ عرصے کے لیے پھر سے ان درباریوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ 'یہ تو سلطانِ مسلمین کے خلاف خروج ہے'۔ 'ہمیں بدامنی پھیلانے والوں سے آہنی ہاتھوں سے نبٹنا ہوگا'۔ الغرض بھانت بھانت کی بولیاں تھیں اور نت نئے منہ! لیکن یہ نوجوان اپنوں کے نشتر اور غیروں کے میزائل برداشت کرتے رہے۔ اللہ ان نوجوانوں کو بھی جزائے خیر دے جنھوں نے پاکستان کے مقدس جہاد کی بنیاد رکھی اور ان نوجوانوں کو بھی جزائے خیر دے جو مصر، اردن، لبنان اور فلسطین کے دیگر ہمسایہ ممالک میں مقدس جہاد کی بنیاد رکھنے جا رہے ہیں۔

یہ دونوں ہی ان شاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ مشکلات لاکھوں آئیں... مصیبتیں در مصیبتیں جھیلنی پڑیں لیکن راستہ یہی ہے۔ ان خائن و بے ناموس اور بکے ہوئے غلاموں کے سروں کی فصلیں جب تک کاٹی نہیں جائیں گی...نہ تو غزہ و فلسطین آزاد ہو سکتے ہیں اور نہ ہی افغانستان اس کے بغیر آزاد ہو پایا ہے۔ پاکستان فوج کی خیانتیں ہوں یا افغانستان کی غدار ملی فوج کی خباثتیں... امریکہ کے ساتھ ساتھ ان دونوں خائنین کے خلاف قتال ہی سے افغانستان کو آزادی ملی ہے۔

۱۵ اگست ۲۰۲۱... یومِ فتح کابل تک اور پھر فتح پنج شیر تک ایک دن کے لیے بھی ان مقامی خائنوں کے خلاف قتال نہیں روکا گیا۔ کیا اس سب قصے میں عقل والوں کے لیے کوئی رہنمائی موجود ہے؟!! ذرا سوچیے، پلیز...!

☆☆☆☆☆

ان سے بڑا ظالم بھلا کون ہو سکتا ہے؟

راشد دہلوی

اللہ پاک فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَاۗىِٕفِيْنَ ڛ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○

”اور اس سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ کی مسجدوں پر اس بات کی بندش لگا دے کہ ان میں اللہ کا نام لیا جائے، اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ ایسوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان (مسجدوں) میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور انہی کو آخرت میں زبردست عذاب ہو گا۔“

دل ہے غمگین، اشک بار ہیں آنکھیں......

رام مندر کے افتتاح کا زخم ابھی تازہ ہی تھا کہ ہندوستان کی ہندوتوا نواز عدالت نے گیان واپی مسجد میں پوجا کی اجازت دے کر، مسلمانوں کے سینوں میں ایک اور خنجر گھونپ دیا۔

رام مندر کا افتتاح

یومِ فتح مناتے ہوئے، لاکھوں مسلمانوں کے قاتل، جابر و ظالم حاکمِ ہند نریندر مودی نے ۲۲ جنوری ۲۰۲۴ء کو رام مندر کا افتتاح کیا، ملک بھر میں جشن کا ماحول دیکھا گیا، لاکھوں دیپ جلا کر ہندوؤں نے اپنی خوشی کا اظہار کیا، ملک کی مشہور شخصیات نے بڑی ہی شان سے مندر کے پروگرام میں شرکت کی۔ اس سانحہ کو دوسری دیوالی کا نام بھی دیا گیا۔

بابری مسجد کی شہادت کے اندوہناک واقعے کے بعد اب اس مقام پر رام مندر کی تعمیر و افتتاح ہندو شدت پسندوں، عدلیہ، پولیس و انتظامیہ اور میڈیا کے ہندوتوا نظریے کی حمایت اور اسلام دشمنی کو واضح کرتا ہے۔

آج اس شخص کو بھارتی حکومت بھارت رتن (تمغہ) سے نواز رہی ہے جس نے ۲۳ ستمبر سے ۵ نومبر ۱۹۹۰ء تک گجرات سے لے کر ایودھیا، اترپردیش تک رتھ یاترا نکالی، جس کا مقصد ملک بھر میں ہندوؤں کو بابری مسجد کو شہید کرنے کے لئے تیار کرنا اور اس کے لیے ماحول ساز گار کرنا تھا۔ اس یاترا کے نتیجے میں ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا، لاکھوں کی املاک تباہ و لوٹ لی گئی اور پورے ملک میں خوف و ہراس کا ماحول بنا دیا گیا۔

ملک میں لگ بھگ ۳۰ کروڑ مسلمانوں کو یرغمال بنا کر، ان پر ظلم و ستم ڈھا کر اللہ کے گھروں کو شہید و ویران کرنے والوں سے بڑا بھلا کوئی ظالم ہو سکتا ہے؟

بابری مسجد کے بعد گیان واپی مسجد بت کدہ بننے کے دہانے پر

بھارتی ریاست اترپردیش کے معروف شہر بنارس کی ضلعی عدالت نے ہندوؤں کو گیان واپی مسجد میں، جسے ۱۶۷۸ء میں اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیر کروایا تھا، پوجا کرنے کی اجازت دے کر ایک بار پھر مسلمانوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ بتوں کے پجاری کبھی بھی توحید کے گھروں کے رکھوالے نہیں بن سکتے۔ ہندو جج نے اپنی ریٹائرمنٹ سے ایک دن پہلے ہی اپنے بغض کا اظہار کر دیا اور ایک ہفتے میں ہی پوجا کا بندوبست کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ ہندو شدت پسند اپنے حق میں فیصلہ آتے ہی پوجا کی تیاریوں میں لگ گئے اور ایک ہی رات میں بتوں کو نصب کر کے ان کی پوجا شروع کر دی گئی۔ ملک بھر میں ہندو شدت پسند اور انتظامیہ اس کوشش میں ہیں کہ جتنی جلدی ہو سکے گیان واپی مسجد کے ساتھ بھی وہی کیا جائے جو بابری مسجد کے ساتھ کیا گیا۔

اخونجی مسجد دہلی انتظامیہ کی بھینٹ چڑ گئی

ہندوستان میں ہندو شدت پسندوں کا اسلام مخالف چہرہ تو سامنے نظر آتا ہے لیکن ایک ذی شعور مسلمان کو پولیس و انتظامیہ کا مکروہ، پر فریب، بغض والا چہرہ نظروں سے اوجھل نہیں کر دینا چاہیے۔ یہ اسلام کے وہ دشمن ہیں جو مسلح ہیں، جن کی شہ پر ہندو شدت پسند مسلمانوں پر حملہ کرتے ہیں، جو ہزاروں مسلمانوں کو سالوں سال سلاخوں کے پیچھے سڑنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ جو اپنے آقاؤں کے ایک حکم پر بلڈوزروں کے ذریعے مسجدوں کو شہید کر دیتے ہیں۔

ایسا ہی ایک واقعہ اس وقت پیش آیا جب دہلی کے علاقے محرولی میں مسلمان فجر کی نماز پڑھنے اخونجی مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ تب علی الصباح ساڑھے پانچ بجے امام صاحب اور مقتدیوں کو دس منٹ کے اندر اندر مسجد کو خالی کرنے کا آرڈر دیا جاتا ہے۔ ڈی ڈی اے نے بلڈوزروں کے ساتھ ۶۰۰ سال پرانی اخونجی مسجد کو شہید کر دیا، مسجد کے ساتھ مدرسے اور قبرستان کو بھی اپنی نفرت کا نشانہ بنایا گیا، اور انہیں بھی شہید کر دیا گیا۔ جب مسلمانوں غمگین دل کے ساتھ ملبے میں دبے قرآن پاک اور دیگر کتابوں کو نکالنے لگے تو انہیں پولیس نے گرفتار کر لیا اور ان کے موبائل ضبط کر لیے گئے۔

ایک نظر

۱۹۲۰ء میں آرکائیلوجیکل سروے آف انڈیا (اے ایس آئی) نے “Monuments of the Great Mughals and Others” کے نام سے ایک لسٹ شائع کی۔ اس لسٹ کے پارٹ تھری میں صفحہ نمبر (۸۳، ۸۴) پر پرانی دہلی کی عید گاہ اور اخونجی مسجد کا ذکر ہے، جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انگریز، جنہوں نے یہ لسٹ مرتب کروائی تھی، اخونجی مسجد کو تاریخی عمارت مانتے تھے۔ لیکن آج کے کالے انگریز ہندو بنیوں نے بغیر کسی نوٹس کے اخونجی مسجد کو شہید کر دیا۔ اس بات کا مقصد یہ موازنہ کرنا نہیں کہ انگریزوں اور ہندوؤں میں سے کون اچھا تھا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب انگریز کے خلاف تیاری کی گئی تھی، جہاد کا علم بلند کیا گیا تھا، لاکھوں جانوں کی قربانیاں پیش کیں گئیں تھیں، تو پھر آخر کیوں ہندو جیسے (کالے ناگ) کے خلاف ہم اپنا اور اپنی مساجد کا دفاع تک نہیں کر سکتے؟ کیوں ہم انتظامیہ، عدلیہ، پولیس و میڈیا کو اپنا محافظ تصور کرتے ہیں اور سارا قصور صرف کسی سیاسی جماعت پر ڈال دیتے ہیں؟

۳۱ جنوری ۲۰۲۴ء کو راجستھان میں اسلام کا ایک دشمن ’ٹی راجا‘ کھلم کھلا یہ اعلان کرتا ہے کہ (نعوذ باللہ) پچاس ہزار مساجد کو شہید کیا جائے گا اور ان کی جگہ مندر بنائے جائیں گے، لیکن پولیس و انتظامیہ کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ آخر کیوں؟

تو کیا ہم مان لیں کہ بھونکنے والے، کاٹنے والے اور پیچھے بھاگنے والے الگ الگ ہیں؟

میڈیا پر اور جلسوں میں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ چار لاکھ مساجد کو شہید کیا جائے گا، دہلی کی شاہی مسجد کو بھی نہیں چھوڑا جائے گا۔ کیا بابری مسجد کی شہادت، رام مندر کے حق میں کورٹ کے فیصلے اور رام مندر کے افتتاح پر ہماری خاموشی نے ہی ہندوؤں کو یہ جرأت اور ہمت نہیں دی کہ اب وہ اللہ کے تمام گھروں کو مسمار کرنے پر تلے ہیں؟

کیا اللہ کے گھروں کی اور اس کی کتاب کی توہین پر ہماری خاموشی کو ہندوؤں نے ہماری بزدلی نہیں سمجھ لیا؟

کیا ہر بار کی طرح مسجد تنازع پر کورٹ (جو کہ اب ڈھکے چھپے نہیں بلکہ کھلے عام ہندوتوا نواز ادارہ ہے) کے دروازے کھٹکھٹانے اور جوتیاں رگڑنے کو وہ ہماری کمزوری نہیں سمجھتے؟

کیا اب بھی ہم اس متعصب کورٹ پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں انصاف دے گی؟ جبکہ بابری مسجد اور گیان واپی مسجد کے فیصلے ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

ہندوستان کو مسلمانوں کا قبرستان بنانے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں، اللہ کے گھروں کو مختلف بہانوں سے شہید کیا جا رہا ہے۔ کبھی ٹریفک کا بہانہ بنا کر، کبھی شور شرابے کا بہانہ بنا کر تو کبھی ایسی دیگر فضول باتیں اللہ رب العزت کے گھروں کے متعلق کی جاتیں ہیں۔ ہندوستان میں بسنے والے نفرت کے پجاری، متعصب کورٹ و انتظامیہ، ہندوتوا کی پیروکار پولیس و فوج ایک پیج پر، ایک رخ پر ہندو راشٹر اور اکھنڈ بھارت کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اس راستے میں اسلام کو سب سے بڑا خطرہ تصور کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی زندگی ہندوستان میں بد سے بدتر بنائی جا رہی ہے۔

کیا اب بھی ہم عدالت کے کٹہرے سے امید لگائے، سیاسی بیانات، بلند و بانگ لیکن بے وزن دعووں اور نعروں پر ہی اکتفا کرتے رہیں گے؟ کیا اب بھی ہمیں لگتا ہے کہ یہ ایک پارٹی کا مسئلہ ہے اور اگر دوسری پارٹی حکومت میں آگئی تو مسائل حل ہو جائیں گے؟ ہندو انتہا پسند آج ملک میں جس قدر طاقتور ہو چکے ہیں کیا ہم پھر بھی یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ کوئی اور پارٹی حکومت میں آسکتی ہے اور اگر بالفرض آ بھی جائے تو ہندو انتہا پسندوں کے راستے میں بند باندھ سکتی ہے؟

مانا بھگوا آتنگ وادیوں کی پشت پر سرکار کا ہاتھ ہے۔ مانا ان کے خلاف ہتھیار اٹھانا تو دور کی بات احتجاج کرنے پر بھی یو اے پی اے اور سڈیشن لاز کے ذریعے اندر کر دیا جاتا ہے اور بلڈوزروں کے ذریعے ہمارے گھر و محلے مسمار کر دیے جاتے ہیں۔ مانا کہ آج بھارت میں کھل کر مسلمانوں کا دفاع بہت مشکل ہے۔ لیکن جب بھگوا بلوائی برچھیاں تھامے ہمارے گھر محلے میں پہنچ جاتے ہیں، ہمارے اپنوں کی جانیں لیتے ہیں، ہماری عزت و عصمت تار تار کر دیتے ہیں تب بھی ہم نہیں اٹھیں گے؟ ایسے وقت میں تو جانور بھی دفاع کرتے ہیں، ہم تو اللہ کا کلام پڑھنے والے، رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں۔ ہمارا دین تو ہمیں غیرت سے جینے اور غیرت سے مرنے کا درس دیتا ہے۔

اپنا دفاع تو ایک طرف ہماری مسجدوں، زمین پر اللہ کے گھروں کی بے حرمتی کی جا رہی ہے، انہیں شہید کیا جا رہا ہے کیا ہم پھر بھی نہیں اٹھیں گے؟ یہ اللہ کے گھر، یہ حرم کی بیٹیاں ہمیں پکار رہی ہیں، ہماری غیرت کو للکار رہی ہیں، کوئی ہے جو ان کا دفاع کرے؟ ایک ایک کر کے پورے ہند میں اللہ کے گھر شہید کیے جا رہے ہیں کیا ہم پھر بھی گھروں سے نہیں نکلیں گے؟ ان کا حق ادا نہیں کریں گے؟

کیا ہم باہر سے کسی مسیحا کے منتظر ہیں؟

یاد رکھیں جب تک ہم خود غیرت نہیں دکھائیں گے، خود کھڑے نہیں ہوں گے، خود قدم نہیں بڑھائیں گے، آگے نہیں بڑھیں گے کوئی ہماری مدد کو نہیں آئے گا، اور اسی طرح ایک ایک کر کے ہمارا نام و نشان اس سرزمین سے مٹتا چلا جائے گا۔

☆☆☆☆☆

اخباری
کالموں کا جائزہ

شاہین صدیقی

پاکستان — الیکشن ۲۰۲۴ء

نئے سال کے آغاز سے ہی پاکستان میں الیکشن کا شور اور گہما گہمی ہے۔ ہر طرف سیاسی جوڑ توڑ، بلند و بانگ دعووں اور جھوٹے نعروں کے ذریعے سیاستدان عوام کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پاکستان کے سابق حکمران عمران خان کو ۲۰۱۸ء کے انتخابات میں فوج نے اقتدار کی کرسی پر براجمان کیا، پھر دورانِ حکومت اپنی من مانی کرنے کے جرم میں اسی ادارے نے اٹھا کر اقتدار کے ایوانوں سے باہر اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھیج دیا۔

بظاہر عمران خان وہ پہلا سیاست دان ہے جس نے علی الاعلان فوج کو للکارا اور فوج کے سیاسی کردار پر سوال اٹھائے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی فوج جو ایک مقدس گائے کی حیثیت رکھتی تھی، جس کے خلاف زبان کھولنا ناممکن تھا، آج پاکستان میں ہر خاص و عام اسی فوج کو تنقید کا نشانہ بنا رہا ہے۔

ایک طرف پاکستان کا تباہ حال سیاسی نظام ہے، جس میں ہر سیاستدان اسٹیبلشمنٹ کا 'منظورِ نظر' ہونے کی دوڑ میں سبقت لے جانے کی کوشش میں مصروف ہے تو دوسری طرف پاکستان کا عدالتی نظام ہے کہ جس کا میزان 'پینڈولم' کی طرح متحرک ہے۔ یہاں منصف ہی انصاف کا قاتل ہے۔ یہاں ایک طرف تاحیات نااہلی اور قید و بند کی سزا کا مجرم، ابرو کے ایک اشارے پر ہر جرم سے بری اور دوبارہ 'سلیکٹ' ہو کر اقتدار میں آنے کے لیے تیار ہے۔ دوسری طرف اخلاق و کردار سے عاری، زبانی جمع خرچ کرنے والا سابق حکمران متعدد مقدموں میں مجرم ثابت ہو کر جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہے۔ کل ایک کی باری تھی آج دوسرے کی باری ہے۔ جہاں عدل کے دعویدار (بلکہ ٹھیکیدار) طاقتور کے حق میں فیصلے دیں، ایسے باطل نظام سے کون صاحب دانش امید لگا سکتا ہے؟

پاکستان کی ۷۵ سالہ تاریخ ہی اس پر گواہ نہیں بلکہ دنیا کی بڑی بڑی جمہوریتوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، ہر طرف یہی کھیل نظر آتا ہے۔ لیکن اس جمہوری نظام نے سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کو پہنچایا ہے، امت مسلمہ پر کاری ضربیں لگائی ہیں۔ اور اب حال یہ ہے کہ غزہ لہولہان ہے اور عالم اسلام پر سکتہ طاری ہے……!

پاکستانی اخبارات اور میڈیا پر الیکشن سایہ فگن ہے۔ ہر صحافی اور کالم نگار کسی نہ کسی پارٹی کو پروموٹ کر رہا ہے۔ سیاسی دنگل میں سرفہرست مسلم لیگ (ن)، پیپلز پارٹی اور جمعیت علمائے اسلام ہیں، تحریک لبیک اور جماعت اسلامی کا نام بھی سننے میں آ جاتا ہے، لیکن پاکستان تحریک انصاف جو عوام میں سب سے زیادہ مقبول نظر آ رہی ہے اپنی شناخت اور اپنا 'بلا' کھو چکی ہے، اس کا سربراہ جیل میں ہے اور پی ٹی آئی سے تعلق رکھنے والے امیدوار پارٹی کے ٹکٹ پر لڑنے کی بجائے آزاد امیدوار کی حیثیت سے الیکشن لڑیں گے۔ اور انہیں خریدنے کے لیے پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ دونوں پارٹیاں ہی پر تول رہی ہیں۔ پی ٹی آئی کو بزور طاقت جلسے جلوس کرنے سے روکا جا رہا ہے اور ان کے بہت سے لیڈر جیل کے سلاخوں کے پیچھے ہیں یا اسٹیبلشمنٹ کے خوف سے بک چکے ہیں۔

اس حوالے سے اخبارات کیا کہتے ہیں؟ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

یہ کیسا الیکشن، کیسی جمہوریت ہے؟ | انصار عباسی

”ایسے الیکشن کے مذاق کی کیا ضرورت!! اس تماشے سے جمہوریت کا کیا تعلق!!

مجھے تو دکھ اس بات کا ہے کہ آئین اور جمہوریت کے نام پر قوم کے کوئی پچاس ارب روپے انتخابات کے نام پر ضائع کیے جا رہے ہیں، جبکہ سبھی جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ جس طرح ہو رہا ہے اس کا تعلق نہ جمہوریت سے ہے نہ ہی آئین و قانون سے۔

میں ۹ مئی کے حملوں کے خلاف ہوں اور چاہتا ہوں کہ جو جو لوگ ان حملوں میں شریک تھے ان کو ماسٹر مائنڈ سمیت سزا دی جائے، انہیں انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت بھی نہ دی جائے، لیکن پوری کی پوری سیاسی جماعت کو ہی الیکشن سے مائنس کرنے کے لیے جو جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ نہ درست ہے اور نہ ہی اس کا کوئی سیاسی، قانونی اور اخلاقی جواز۔

آزاد حیثیت میں بھی تحریک انصاف کے امیدواروں کو الیکشن لڑنے میں مشکلات درپیش ہیں۔ اگر ان کے ساتھ یہی کرنا تھا تو پھر الیکشن لڑنے کی اجازت ہی نہ دیتے۔

ٹی وی چینلز نواز شریف، مریم نواز، بلاول وغیرہ کی تمام تقریریں لائیو دکھا رہے ہیں لیکن تحریک انصاف والوں کے لیے کارنر میٹنگ بھی ممکن نہیں۔ اگر پوری جماعت کو ہی ریاست مخالف سمجھا جا رہا ہے تو پھر ایسی جماعت پر پابندی کا قانونی راستہ نکالنا چاہیے تھا۔

......بڑے فخر سے کہا جا رہا ہے کہ زرداری صاحب تو اس کام میں ماسٹر ہیں، جہانگیر ترین کا کہنا ہے کہ انہوں نے ماضی میں بھی یہ کام کیا اب بھی کریں گے، جبکہ ن لیگ بھی یہی امید لگائے بیٹھی ہے کہ ایسے آزاد اراکین اسمبلی ان کے ساتھ ہی ملیں گے۔ یعنی الیکشن جعلی، پھر جعلی الیکشن کے نتیجے میں آزاد اراکین کی خرید و فروخت اور پھر اس کے نتیجے میں بننے والی حکومت یہ ہے ہماری جمہوریت۔

یہ سب کچھ غلط ہو رہا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ یہ سب دھاندلی ہے لیکن اس کے باوجود سب الیکشن کا یہ ڈرامہ سجانے پر مصر ہیں۔ ایسی جمہوریت سے پاکستان کو کیا ملے گا، ایسے الیکشن نے اس ملک کو کیسا سیاسی استحکام دینا ہے۔"

[جیو نیوز]

غزہ کی صورتحال اور پاکستانی سیاست! | محمد فاروق چوہان

"اس وقت جس طرح نگران حکومت کی سرپرستی میں ایک پسندیدہ جماعت کو اقتدار میں پہنچانے کے لیے آئین و قانون کو پامال کیا جا رہا ہے وہ پاکستانی سیاست و جمہوریت کے لیے تباہ کن ہے۔ اگر یہ سلسلہ یونہی جاری رہا تو انتخابی نتائج ۲۰۱۳ء اور ۲۰۱۸ء کی طرح متنازع ہو جائیں گے جس کے ملک پر بھیانک اور خطرناک اثرات مرتب ہوں گے۔ اس وقت ملک کے مختلف اضلاع سے شکایات آ رہی ہیں کہ مختلف سیاسی جماعتوں کی انتخابی سرگرمیوں میں رکاوٹیں کھڑی کی جا رہی ہیں۔

اس طرح اپنے لاڈلوں کو زور زبردستی جتوایا گیا تو ملکی حالات بہتر ہونے کی بجائے ابتر ہو جائیں گے۔ اعلیٰ عدلیہ اور الیکشن کمیشن کی یہ اوّلین ذمہ داری ہے کہ صاف، شفاف، غیر جانبدارانہ اور آزادانہ انتخابات یقینی بنائیں جن کے نتائج سب کے لیے قابل قبول ہوں، بصورت دیگر ملک سیاسی بحران کی دلدل سے نہیں نکل سکے گا اور نہ ہی عوام کے مسائل حل ہو سکیں گے۔ اس وقت ساڑھے ۱۷ ہزار میں سے ساڑھے ۱۱ ہزار امیدوار آزاد ہیں جو حکومت بنانے اور گرانے میں کلیدی کردار ادا کریں گے۔"

[جیو نیوز]

عمران خان تنہا، سیاست ہار گیا | محمد فاروق چوہان

"ہماری اسٹیبلشمنٹ کئی رہنما اصولوں پر سختی سے کاربند ہے۔ جب وہ کچھ کر گزرنے یا کچھ پانے کا ارادہ باندھتے ہیں تو سفر 'نان سٹاپ'، منزل پر اختتام پزیر ہوتا ہے۔

اختلاف رائے رکھنے والے سیاستدان، وزرائے اعظم کا مقدر جیل یا جلاوطنی یا پھر لقمہ اجل، ہر حالت میں ایک عرصہ تک سیاست کے دروازے بند رہتے ہیں۔ یہ ایک ایسی اٹل حقیقت جس سے آنکھیں چرانا سیاسی عاقبت نااندیشی کہلائے گا۔ کل ہی عمران خان کی بہن نے خان صاحب کی صورتحال یا حالت زار کا جامع نقشہ دو فقروں میں باندھ دیا، 'کہاں ہیں وہ وکلاء جو کہتے تھے کہ وکلاء لشکر بن کر ٹوٹ پڑیں گے؟ آج سارے وکلاء عمران خان کو کسمپرسی میں چھوڑ کر اپنی اپنی الیکشن کمپین میں مصروف ہیں۔'

......عمران خان اپنی لڑائی اسٹیبلشمنٹ کے ساتھ جس انتہا تک پہنچا چکا، یہ بات طے کہ دونوں میں سے ایک کو ہی رہنا ہے۔ لڑائی کی ایسی قسم میں اسٹیبلشمنٹ بات کرنے پر تیار نہ موڈ میں ہے۔ اس سے پہلے بھٹو بمقابلہ اسٹیبلشمنٹ میں جنرل ضیاء الحق کسی صورت بھٹو کے ساتھ بات کرنے پر تیار نہ تھے۔

اگرچہ عمران خان آج اپنی پارٹی اسٹیبلشمنٹ کے حوالے کر چکے ہیں، عمران خان کا واحد اثاثہ پبلک سپورٹ، بالغ رائے دہی پر انحصار، اور اس کے لیے بیلٹ باکس کی ضرورت، جس سے وہ محروم ہیں۔ ووٹرز بے بس، بے کس اور بے یار و مددگار اس شش و پنج میں کہ ووٹ دیتے ہیں تو اسٹیبلشمنٹ کی جیت، گھر بیٹھتے ہیں تو بھی اسٹیبلشمنٹ کی جیت۔ آزاد امیدوار کی جیت تو اسٹیبلشمنٹ کے زیادہ وارے میں۔"

[جیو نیوز]

بھارت

رام مندر کا افتتاح

ہندوستان میں مسلمانوں کی حالتِ زار عیاں ہے۔ بھگوا غنڈوں کے شر سے مسلمانوں کے جان و مال، املاک حتیٰ کہ عبادت گاہیں، مدارس و قبرستان تک محفوظ نہیں۔ ایسی صورتحال میں ہندوستان کے مسلمان کمزوری و بے بسی کی تصویر بنے خاموشی سے ظلم سہنے پر مجبور ہیں کیونکہ مسلمانوں پر یہ ظلم حکومتی سرپرستی میں سرکار کی آشیرباد سے کیا جا رہا ہے۔ ۲۲ جنوری کو قدیم بابری مسجد کی جگہ رام مندر کے افتتاح نے بھگوا غنڈوں کو اور ان کے مذموم عزائم کو تقویت دی اور جنوری کے مہینے ہی میں بڑی جرات سے مزید دو قدیم مساجد کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ جن میں دہلی میں موجود اخونجی نامی صدیوں پرانی مسجد ہے۔ ۳۰ جنوری کی صبح حکومتی سرپرستی میں اس تاریخی مسجد کو ملحقہ مدرسے اور قبرستان سمیت شہید کر دیا گیا۔ جس کا بظاہر کوئی جواز بھی نہ دیا گیا۔

بابری مسجد کی جگہ موجود رام مندر جس کی تعمیر بھی ابھی پوری طرح مکمل نہ ہوئی تھی، مودی نے بڑے جوش و خروش سے اس کا افتتاح کیا۔ جس کی بدولت نہ صرف پورے علاقے کو بھگوا رنگ میں رنگ دیا گیا بلکہ پورے ملک میں مذہبی رسومات کا اعلان بھی کیا گیا۔ اس ضمن میں مسلمانوں سے بھی کہا گیا کہ وہ 'جے شری رام' جیسے مشرکانہ نعرے کا جاپ کریں۔ اس موضوع پر بہت سے مسلمان صحافیوں نے قلم اٹھایا۔ لیکن ان کی تحریروں سے بے بسی اور مایوسی صاف چھلک رہی ہے۔

ذیل میں ہم چند اقتباس قارئین کی نظر کرتے ہیں۔

اے ملت گم گشتہ ترے حالات پہ رونا آیا......!!! | خیال اثر

”حکومت کی جانب سے مہیا کردہ زمین پر تین دہائی گزرنے کے باوجود آج تک نہ تو بابری مسجد کے محراب و منبر دکھائی دیتے ہیں نہ ہی قال اللہ اور قال الرسول کی وہ گونج سنائی دیتی ہے کہ مسجد کے درو بام اور محراب و منبر جھوم جھوم جائیں۔ امت مسلمہ کی بے حسی کا عالم یہ ہے کہ تین دہائیاں گزر جانے کے باوجود بابری مسجد کی تعمیر جدید کے لیے کوئی لائحہ عمل ترتیب نہیں دیا گیا جس کی بدولت میر باقی کا خواب دیرینہ تعبیروں کی صورت درخشاں ہو جائے، جبکہ شہید شدہ بابری مسجد کی زمین پر آج رام مندر کا کلس سر اٹھانے کو بے قرار و بے تاب ہے، جہاں کبھی بلند و بالا میناروں سے لحن داؤدی میں زمزمہ محمدی کی پکار پنج وقتہ نمازوں کے لیے آواز دیا کرتی تھی وہیں سے چند دنوں بعد ناقوس و سنکھ و زنار کی مالا جپنے کی پر شور گونج طلوع آفتاب سے قبل ہی سنائی دے گی۔ چند دنوں بعد ہی ہندوستان کے طول و عرض ہی نہیں بلکہ سارے جہاں کے شدت پسند جنونی رام مندر کی افتتاحی تقریب میں شرکت کے لیے ایک بار پھر ایودھیا میں مجتمع ہونے والے ہیں جہاں یوگی اور مودی کا جلوہ ایک بار پھر ہندوستان کی فتح یابی کے لیے زہر میں بجھے ہوئے تیر اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں کے خلاف پھینکتا نظر آئے گا اور ساری دنیا ہندوستانی مسلمانوں کی بے بسی کا تماشہ نمناک آنکھوں سے دیکھتی ہی رہ جائے گی۔ آج امت مسلمہ کی یہ بے حسی اور کیا دن دکھائے گی ایک دو دن کی بات نہیں بلکہ آزادی کے بعد سے ہندوستانی مسلمانوں کے رخساروں پر شدت پسند زناٹے دار تھپڑ رسید کرتے آئے ہیں لیکن ان کی نیند ہے کہ ٹوٹتی ہی نہیں۔ امت مسلمہ کی عیش پرستی کا شاخسانہ یہ رہا ہے کہ آج بھی اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ’ہمارے تاج عجائب گھروں میں رکھے ہیں‘۔“

[اردو ٹائمز]

رام مندر کا افتتاح یا سیاسی شعبدہ بازی | معصوم مراد آبادی

”ایودھیا میں تعمیر ہونے والا رام مندر محض اینٹ اور گارے سے بنی ہوئی ایک عمارت نہیں ہو گی بلکہ اس کے ذریعہ یہ بھی ثابت کیا جائے گا کہ ’ہم نے پانچ سو سال‘ پہلے ہوئی بے عزتی کا انتقام لے لیا ہے۔ یہاں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کا اصل ہدف کون ہے اور آنے والے دنوں میں اس ہندو احیاء پرستی کا خمیازہ کون بھگتے گا۔ سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ اب یہ ملک کن بنیادوں پر کھڑا ہو گا اور یہاں رہنے والی اقلیتوں اور خاص طور پر مسلمانوں کی کیا حیثیت ہو گی۔ موجودہ حکمرانوں نے یہ ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے کہ یہ ملک صرف ہندوؤں کا ہے اور یہاں انہیں کی چلے گی، جہاں تک یہاں کی اقلیتوں کا سوال ہے تو انہیں ان ہی کے رحم و کرم پر زندگی گزارنی ہو گی۔“

[روزنامہ اعتماد]

بھارت

گیان واپی مسجد تنازع

رام مندر کے افتتاح کے فوری بعد ہی بھگوا شدت پسندوں نے ورانسی (سابقہ بنارس) میں موجود تاریخی گیان واپی مسجد پر یلغار شروع کر دی۔ جس کا پرانا نام ’جامع مسجد بنارس‘ تھا۔ اس مسجد کے صحن میں موجود کنویں کو گیان باپی کنواں کہا جاتا تھا۔ اس کنوے سے اس مسجد کی پہچان گیان باپی کے نام سے ہوئی۔ بعد میں مسجد کا نام گیان واپی مسجد پڑ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد پندرھویں یا سولہویں صدی عیسوی میں بنائی گئی تھی۔ پچھلے سال مسجد میں موجود وضو خانے کو بند کر کے محکمہ آثار قدیمہ کو مسجد کا تفصیلی سروے کرنے کا حکم دیا گیا۔ تین ماہ پہلے کئے گئے سروے کو عدالت اب منظرِ عام پر لے آئی، جس کے تحت سروے ٹیم کو مندر کے ۳۲ شواہد ملے ہیں۔ جس کو بنیاد بنا کر فی الوقت ہندوؤں کو مسجد کے تہہ خانے میں پوجا پاٹ کی اجازت مل گئی ہے اور تادم تحریر ہندوؤں نے مسجد کے تقدس کی پامالی کرتے ہوئے وہاں اپنے بت نصب کر کے پوجا شروع کر دی ہے۔

اس دوران گیان واپی مسجد کمیٹی نے کہا کہ ”جب سپریم کورٹ عبادت گاہوں سے متعلق قانونِ مجرا (۱۹۹۱ء) کے تحت معاملے کی سماعت کرے گی تو وہ اپنا مؤقف پیش کریں گے۔“ واضح رہے کہ مذکورہ قانون کے مطابق کسی بھی مذہب کی عبادت گاہ کی ۱۹۴۷ء کے بعد کی نوعیت میں ترمیم نہیں کی جاسکتی۔ لیکن بابری مسجد کے قضیہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ قانون نام کا ہے اور جب مسلمانوں کی بات آتی ہے تو اس پر عمل درآمد نہیں ہوتا۔

اس اہم معاملے پر مختلف کالموں سے چند اقتباس پیش خدمت ہیں۔

ایودھیا کے بعد گیان واپی مسجد پر یلغار | معصوم مراد آبادی

”گیان واپی مسجد کے خلاف اے ایس آئی کی رپورٹ ایودھیا میں رام مندر کی پران پرتشٹھا کے دو روز بعد سامنے آئی ہے۔ اس وقت ہندو بریگیڈ میں جوش و خروش کی جو کیفیت ہے اسے پوری طرح الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ وزیر اعظم نریندر مودی نے ۲۲ جنوری کو ہندوتوا وادیوں میں جو آگ بھری ہے، اس کا اثر دیر تک اور دور تک محسوس ہو گا۔ انہوں نے صرف مندر کا افتتاح ہی نہیں کیا بلکہ اپنی تقریر میں آئندہ ہزار سال کی منصوبہ بندی کا خاکہ بھی پیش کر دیا ہے۔ مرکزی کابینہ نے اس معاملے میں وزیر اعظم کی جو قصیدہ خوانی کی ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ ’۱۹۴۷ء میں ملک کو محض جسمانی طور پر آزادی ملی تھی، لیکن اس میں اب روح پھونکنے کا کام وزیر اعظم نریندر مودی نے کیا ہے۔ ۲۲ جنوری کے سلسلہ واقعات پر سرسری نگاہ ڈالنے سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ایک سیکولر جمہوری ملک کو پوری طرح زعفرانی لباس پہنا دیا گیا ہے۔ وہ حکومت جو بلا تفریق مذہب و ملت سب کے ساتھ انصاف کرنے کا حلف اٹھا کر اقتدار میں آئی تھی، مکمل طور پر ہندو راشٹر کے سانچے میں ڈھل چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

حکومت کی پوری مشنری ہندتوا کے ایجنڈے پر گامزن ہے۔ سیکولرازم اور فاشزم کے درمیان حائل باریک سی چلمن کو بھی تار تار کر دیا گیا ہے۔

۹۰ء کی دہائی میں جب رام جنم بھومی مکتی آندولن شروع ہوا تھا تو اسے ایک مذہبی تحریک کا نام دیا گیا تھا، لیکن اس کے سیاسی مقاصد کسی سے پوشیدہ نہیں تھے۔ بعد کے دنوں میں یہ ثابت بھی ہوا کہ سنگھ پریوار نے ایودھیا کی تحریک بی جے پی کو اقتدار میں لانے کے مقصد سے شروع کی تھی، جس میں اسے سو فیصد کامیابی ملی۔ لیکن اب جبکہ بی جے پی پوری طرح مرکز کے اقتدار پر قابض ہے اور ملک کے بیشتر صوبوں میں بھی اسی کی حکومت ہے تو آخر وہ کون سا مقصد ہے جس کے تحت مسلم حکمرانوں کی تعمیر کردہ مسجدوں کو مندروں میں بدلنے کی خطرناک اور شر انگیز مہم چلائی جا رہی ہے؟ ظاہر ہے اس کا ایک ہی مقصد ہے کہ ہندوؤں کے اندر فخر کا احساس پیدا کر کے انہیں ایک فاتح قوم کے طور پر جینے کا حق فراہم کیا جائے اور مسلمانوں کو یہ احساس دلایا جائے کہ وہ اس ملک کے اصل شہری نہیں ہیں بلکہ ان حملہ آوروں کے پسماندگان ہیں جنہوں نے اس ملک پر 'آکرمن' کیا اور مندروں کو توڑ کر مسجدیں بنائیں۔ یہی وجہ ہے کہ یکے بعد دیگرے مسلم دور حکومت کی مسجدوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے اور ہر مسجد کے نیچے مندر کے باقیات ڈھونڈے جا رہے ہیں۔ اس مقصد کے تحت بابری مسجد کے بعد کاشی اور متھرا کی مسجدوں کو ہی نشانے پر نہیں لیا گیا بلکہ اس فہرست میں ہر روز ایک نئی مسجد کا اضافہ ہو رہا ہے۔"

[روزنامہ اعتماد]

اب گیان واپی مسجد بھی قانون کی نظر ہو جائے گی | فاروق انصاری

"ورانسی کی گیان واپی مسجد کی سروے رپورٹ کو عدالت نے ظاہر کر دیا ہے جس کے مطابق مسجد کے نیچے مندر ہونے کے ثبوت مل گئے ہیں۔ چونکہ یہ فیصلہ عدالت نے رپورٹ کی بنیاد پر سنایا ہے اس لیے اب یہ طے ہو گیا ہے کہ جب مسجد مندر توڑ کر بنائی گئی تھی تو وہی عدالت وہاں مندر تعمیر کرنے کا بھی حکم دے گی جیسا کہ بابری مسجد کے تعلق سے سپریم کورٹ نے حکم دیا تھا۔ حالانکہ مسلم فریق نے اس فیصلے کو اعلیٰ عدالت میں چیلنج کرنے کا اعلان کر دیا ہے، لیکن اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ بابری مسجد معاملے میں مسلمانوں کے پاس زمین کے سبھی کاغذات ہوتے ہوئے بھی اسی سپریم کورٹ نے کہہ دیا کہ اس جگہ سے ہندو آستھا جڑی ہوئی ہے اس لیے مسلمان اس جگہ سے دستبردار ہو جائیں اور کہیں دوسری جگہ جہاں سرکار جگہ دے وہاں مسجد تعمیر کر لیں۔ اگر بابری مسجد کی جگہ کے کاغذات موجود تھے تو پھر عدالت حق پرستی کی بنیاد پر رام مندر ٹرسٹ سے یہ کہہ سکتی تھی کہ وہ مسجد سے تھوڑا ہٹ کر رام مندر تعمیر کر لیں لیکن فیصلہ ہندوؤں کے حق میں آستھا کی بنیاد پر دیا گیا۔ اب ورانسی کی گیان واپی مسجد کا معاملہ بھی اسی طرح سے ہو رہا ہے، مسجد کے نیچے مندر ہونے کے ثبوت مل گئے ہیں، اب آگے کا کام عدالت کر دے گی؟ اور مسلمان پھر ہاتھ ملتا رہ جائے گا، صبر کر لے گا اور معاملہ اللہ پر چھوڑ دے گا۔ اس کے سوا مسلمان کر بھی کیا سکتا ہے؟ نہ تو ان میں آپس میں اتحاد ہے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی کوشش کی جا رہی ہے جو ہیں وہ اپنے آپ میں ہی مست ہیں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی دوڑ لگی رہتی ہے لیکن کبھی بھی سنجیدہ مزاجی کے ساتھ اجتماعی طور سے مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور حفاظت کے لیے غور نہیں کیا جاتا۔ بنام مسلم مسائل کی بنیاد پر مسلمانوں نے کبھی بھی آپس میں متحد ہونے کی کوشش نہیں کی، بلکہ اپنی اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد لیے پڑے ہیں۔ کسی کو بھی یہ فکر نہیں ہے کہ قوم کا کیا حال ہو رہا ہے۔ علمائے کرام کی تذلیل کی جاتی ہے ان کی قدر نہیں ہوتی، مسجدوں میں امام کو نوکر سمجھ کر رکھا جاتا ہے۔ اس لیے مارے کاٹے جاتے ہیں، ایسے میں اگر بابری مسجد کی طرح گیان واپی مسجد اور شاہی عید گاہ مسجد بھی منہدم کر کے اس جگہ مندر تعمیر ہو جائیں تو کوئی کیا کر سکتا ہے؟

[اردو ٹائمز]

اسی زمین پر ظالم تھے تم سے پہلے جو | رشید الدین

"قوم کی بد قسمتی کہیے کہ سیاسی اور مذہبی سطح پر مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے کوئی مضبوط قیادت نہیں ہے۔ سابق میں جو بھی قیادتیں رہیں وہ دیانتدار اور حق کو ثابت ہوئی تھیں لیکن ان کے جانشینوں نے مصلحت پسندی کو اپنا شعار بنالیا جس کے نتیجہ میں قیادتوں پر عام مسلمانوں کا اعتماد متزلزل ہو چکا ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ جو مسلمانوں کے واحد نمائندہ پلیٹ فارم کی طرح ہے اسے بھی بعض عناصر نے کمزور کرنے اور حقیقی مقصد سے ہٹانے کی کوشش کی ہے۔ موجودہ حالات میں بہادر یار جنگ کا یہ جملہ ہمیں یاد آرہا ہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ مسلمان ہمیشہ خود میں احساس کو زندہ رکھیں، اگر احساس ختم ہو جائے گا تو ہندوستان میں اسپین جیسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں کو عبادت سے روکنے کے لیے مساجد پر دعویداری پیش کی جا رہی ہے اور بابری مسجد کے بعد متھرا اور کاشی کی مساجد اور عید گاہ پر نظریں ہیں۔ مسلمانوں کو کسی قیادت کا انتظار کیے بغیر خود کو حالات سے نمٹنے کے لیے تیار کرنا ہو گا۔"

[روزنامہ سیاست]

بھارت

بلقیس بانو کیس

گزشتہ ماہ کا ایک اہم موضوع بلقیس بانو کیس سے متعلق ہندوستان کی سپریم کورٹ کا تازہ حکم ہے۔ بلقیس بانو ایک ایسی مسلمان مظلوم خاتون ہیں جو ۲۰۰۲ء میں ہونے والے گجرات فسادات کا ہدف بنیں۔ جب انتہا پسند ہندو فسادیوں نے مسلمانوں کی جانوں اور املاک پر حملے کیے، جس میں ایک اندازے کے مطابق دو ہزار لوگ لقمۂ اجل بن گئے۔ انہی لوگوں میں ایک بلقیس بانو اور ان کا خاندان بھی تھا۔ ہندو بلوائیوں کے ایک گروہ نے ان کے خاندان پر حملہ کر کے ان کے خاندان کے ۱۴ افراد کو شہید کر دیا، جن میں بلقیس بانو کی ۳ سالہ بیٹی اور ان کی بھابھی کا نوزائیدہ بچہ بھی شامل ہے۔ ظالموں نے بلقیس بانو، ان کی بھابھی اور والدہ کو اجتماعی

زیادتی کا نشانہ بنایا جس سے ان کی والدی اور بھابھی تو جانبر نہ ہو سکیں البتہ بلقیس بانو کا پانچ ماہ کا حمل ضائع ہو گیا لیکن ان کی جان بچ گئی۔ بلقیس بانو جو اس وقت ۲۱ سال کی تھیں، انہوں نے اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائی اور ایک طویل قانونی جنگ لڑی، جس کی بدولت ۱۱ ملزموں کو قتل اور ریپ کے الزام میں عمر قید کی سزا ہوئی۔ اس دوران ملزمان کو ضمانت پر بری کیا جاتا ہے۔ ۱۵ اگست ۲۰۲۲ء گجرات حکومت کی عام معافی کی پالیسی کے تحت تمام ۱۱ مجرموں کو رہا کر دیا گیا۔ جس پر ہندوؤں نے نہ صرف مٹھائی بانٹی بلکہ ان کا رہائی پر پر تپاک استقبال بھی کیا گیا۔ ۳ نومبر ۲۰۲۲ء کو بلقیس بانو نے مجرموں کی رہائی کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا۔ ۸ جنوری ۲۰۲۴ء کو سپریم کورٹ نے تمام ۱۱ مجرموں کی معافی کو منسوخ کر دیا اور مجرموں کو دو ہفتوں میں از خود گرفتاری دینے کی ہدایت کی۔

اس کیس میں بلقیس بانو اور ان کے شوہر نے ہمت نہیں ہاری۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ اب بالآخر ۲۱ سال کی طویل جدوجہد کے بعد ایسا لگ رہا ہے کہ بلقیس بانو قانونی جنگ جیت چکی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا اس فیصلے پر عمل درآمد ہو گا یا یہ بھی بقیہ مسلمانوں کے معاملات کی طرح ناقابل عمل واقع ہو گا۔ یہ مجرم اور ان جیسے ہزاروں مجرم اپنی گھٹیا حرکتوں پر فخر کرتے دندناتے پھرتے رہیں گے؟

اس حوالے سے چند کالموں سے اقتباس ملاحظہ ہوں:

آرام سے واپس آؤ! | اداریہ

”سپریم کورٹ کے فیصلے نے جہاں ایک عام آدمی کے عدالت عظمیٰ پر اعتماد کو تقویت بخشی ہے وہیں کچھ تشویش کو اب بھی زندہ رکھا ہے۔ سب سے پہلی تشویش یہ ہے کہ یہ حتمی فیصلہ نہیں ہے بلکہ اب بھی مہاراشٹر حکومت سے اجازت لینے کے دریچہ کو کھلا رکھا ہے عدالت عظمیٰ نے۔ گجرات میں بی جے پی کی حکومت ہے تو مہاراشٹر میں کس کی حکومت ہے؟ اگر مجرمین ۱۵ دنوں کے عرصہ میں آرام سے مہاراشٹر حکومت کے پاس پہنچتے پھر کیا ہو گا؟ عیاں رہے کہ ۲۰۲۲ء میں ۱۵ دنوں میں ہی مجرمین کی درخواست پر سپریم کورٹ کا فیصلہ آیا تھا اور مجرمین کو گجرات حکومت نے اچھے چال چلن کا سرٹیفکیٹ دے کر ۱۵ اگست کو ہی رہا کر دیا تھا۔ یہ بھی حیرت انگیز امر ہے کہ گجرات حکومت کی نظر میں تمام ۱۱ مجرمین کے چال چلن اچھے تھے جبکہ ان میں سے ۲ مجرمین کے خلاف پیرول کے دوران بھی جنسی زیادتی کے معاملات درج ہوئے تھے۔ پیرول کے دوران جرم کا ارتکاب کرنا جرائم کی دنیا میں انتہائی خطرناک سمجھا جاتا ہے اور مجرم کی خطرناک مجرمانہ ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے اس کے باوجود گجرات حکومت نے ان مجرموں کو نیک قرار دے دیا تھا۔ یہ مجرمین وہ تھے جن کے ڈر سے بلقیس بانو کو اپنا محلہ اور اپنا علاقہ چھوڑنا پڑا تھا۔ بلقیس بانو کا کیس انتہائی بے رحمانہ معاملے کے زمرے میں آتا ہے۔ ایسا معاملہ جس کا سماج پر گہرا اثر ہوتا ہے اور جو ملک کے عدالتی نظام اور نظم و نسق کے حوالے سے برسوں تک یاد رکھے جانے والا ہے۔ اتنے سنگین معاملے کے مجرمین کو رہا کرنے کی سوچ ہی افسوسناک ہے۔ پہلے بلقیس بانو کو انصاف کے لیے کئی برسوں تک عدالتوں کے چکر لگانے پڑے اور اب ایک بار پھر اس انصاف کو برقرار رکھنے کے لیے انہیں عدالتوں کے چکر لگانے ہوں گے۔ کیا بلقیس بانو کو انصاف کا سکون میسر آئے گا؟ یا دو ریاستوں کے بیچ ’آوا جاہی‘ لگی رہے گی اور بلقیس بانو کو عدالت سے ملا ۵۰ لاکھ کا معاوضہ عدالت اور وکیلوں کے چکر میں ہی خرچ ہو جائے گا۔“

[اردو ٹائمز]

بلقیس بانو کی جیت! لیکن ابھی انصاف ہنوز ادھورا ہے!!! | خیال اثر

”جس طرح ملک کی عدالت عالیہ نے سنسکاری کہہ کر آزاد کر دیے جانے والے ۱۱ درندوں کو واپس جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیے جانے کا حکم جاری کر کے ثابت کر دیا کہ ابھی انصاف زندہ ہے ابھی انصاف مرا نہیں۔ دیکھا جائے تو انصاف کا ترازو آج بھی حکومت وقت کی جنبش ابرو کا محتاج ہے۔ انصاف کے مندر میں کھڑی انصاف کی دیوی کی آنکھوں پر بندھی پٹی اتنی سختی سے باندھی گئی ہے کہ وہ کھلنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ ہندوستان کی عدالتوں میں بے شمار مقدمے آج بھی تشنہ کامی کا شکار ہیں۔ احسان جعفری کی معمر و بزرگ بیوہ ذکیہ جعفری اگر آج بھی انصاف کی تلاش میں سرگرداں ہیں تو عشرت جہاں کی مادر مہرباں شمیم بانو بھی حق و انصاف کی تلاش میں در در بھٹک رہی ہیں۔ یکے بعد دیگرے کئی مقدمات حصول انصاف کی طلب میں زندہ درگور ہوئے جا رہے ہیں۔ نربھیا کی چیخیں آج بھی دہلی تا سنگاپور کانوں میں پگھلا شیشہ انڈیل رہی ہیں۔ گلنار بانو کی بھٹکتی روح آج بھی سوالی ہے کہ کیا اس کی بے چین و بے قرار روح کو انصاف کی بھیک دے دی جائے گی۔ ایک مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے چند مجرمین کو واپس سلاخوں کے پیچھے ڈال دینا انصاف کے تقاضوں کو مکمل نہیں کرتا بلکہ بے شمار سوالات کھڑے کر دیتا ہے کہ کہیں اس کے پس پشت کوئی منصوبہ تو نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ایودھیا میں رام مندر کی افتتاحی تقریب مکمل ہو کر دیش کے پردھان منتری کو دھرم گرو کے عہدے پر یوں تمکین کر دیں کہ وہ امسال کے پارلیمانی انتخابات میں بھی مسلمان مغل بادشاہ شاہ جہاں کے ذریعے تعمیر شدہ لال قلعہ کی بلند و بالا فصیلوں سے ترنگا لہراتے ہوئے خود کو ناقابل تسخیر ہونے کا دعوی کر بیٹھیں، لیکن یاد رہے کہ بلقیس بانو کے حق میں سپریم کورٹ کا دیا گیا فیصلہ لاکھ خوش آئند سہی بالکل اسی طرز نو کو اپناتے ہوئے اگر ذکیہ جعفری اور شمیم بانو کے علاوہ ہندوستانی عدالتوں میں کروڑہا دائر شدہ مقدمات کا فیصلہ بھی صادر ہو جائے تو وہ دن قانون و عدلیہ کی بالادستی کا اعلان کرتے ہوئے یہ فرمان جاری کر جائے گا کہ ابھی قانون زندہ ہے۔ ابھی عدالتیں انصاف کی طلب میں بھٹکنے والوں کے لیے خضرِ راہ کی صورت متحرک و فعال ہیں۔“

[اردو ٹائمز]

غزہ — اسرائیلی جارحیت کے چار ماہ

غزہ پر اسرائیلی جارحیت کو چار ماہ ہو گئے ہیں۔ غزہ کے مسلمان جس ظلم، تکالیف، زبوں حالی اور کسمپرسی کا شکار ہیں، ایک لمحے کو تصور کر کے ہی دل لرز جاتا ہے، اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ قابض اسرائیلی فوج کی درندگی نے شیطان کو بھی شرما دیا ہے۔ اب تک تقریباً ۲۸ ہزار فلسطینی اسرائیلی حملوں میں شہید ہو چکے ہیں۔ جن میں ساڑھے گیارہ ہزار بچے اور تقریباً آٹھ ہزار خواتین ہیں۔ جبکہ زندہ بچ جانے والے زخمیوں کی تعداد ساڑھے چھیاسٹھ ہزار سے زائد ہے۔ جن میں اکثریت خواتین اور بچوں کی ہے۔ ظالم صہیونی حملوں میں آدھے سے زیادہ غزہ کا انفراسٹرکچر کلی یا جزوی طور پر تباہ ہو چکا ہے۔ غزہ کی پٹی میں کوئی بھی جگہ محفوظ نہیں ہے۔

الجزیرہ کے مطابق ہر ایک گھنٹے میں غزہ میں ۴۲ بم گر رہے ہیں جس کے نتیجے میں بارہ عمارتیں تباہ اور پندرہ لوگ شہید ہو رہے ہیں جن میں ۶ بچے ہیں۔ یہ صرف اعداد و شمار نہیں ہیں۔ یہ جیتے جاگتے انسانوں کی تباہی ہے۔ یہ وہ بچے ہیں جن سے ان کا مستقبل چھین لیا گیا، وہ پھول ہیں جو ابھی کھلے نہ تھے کہ مسل دیے گئے۔ وہ مائیں، بہنیں اور بیٹیاں ہیں جن کے سر سے چھت اور سرپرست چھین لیے گئے۔ سخت سردی اور بارشوں میں جائے پناہ نہ ہونے کی وجہ سے پناہ گزین کیمپوں میں بیماریاں اور وبائیں پھوٹ رہی ہیں۔ بنیادی طبی سہولیات اور خوراک کی کمی نے غزہ کے مسلمانوں کی بقاء کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔

ایسے میں اسرائیل کا ناپاک وجود وقت کا فرعون بنا ہوا ہے تو یہ بات بھی اسے جان لینی چاہیے کہ ماضی کا فرعون آج بھی عبرت کا نشان ہے۔ موجودہ فرعون بھی جلد عبرتناک انجام تک پہنچے گا۔ انشاءاللہ العزیز

غزہ — عالمی عدالت انصاف کا فیصلہ

فلسطینی مسلمانوں کے خلاف ناپاک صہیونی ریاست کا ظلم مسلم حکمرانوں سمیت دنیا دیکھ رہی ہے۔ عوام الناس چاہے مشرق میں ہوں یا مغرب میں، احتجاج اور معاشی بائیکاٹ کے ذریعے ہر پلیٹ فارم پر آواز اٹھا رہے ہیں۔ لیکن جنوبی افریقہ نے بطور ریاست اس معاملے کو عالمی عدالت انصاف (ICJ) میں اٹھایا، اور مقدمہ دائر کیا کہ اسرائیل غزہ میں جنگی جرائم کا ارتکاب کر رہا ہے اور فلسطینیوں کی نسل کشی کر رہا ہے۔ عالمی عدالت نے اس سلسلے میں چھ نکاتی فیصلہ سنایا ہے جس میں اسرائیل سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ ”وہ فلسطینیوں کے قتل عام سے گریز کرے، انہیں شدید جسمانی یا ذہنی نقصان نہ پہنچائے نہ ہی غزہ میں ناقابل برداشت صورتحال پیدا کرے یا فلسطینیوں کی پیدائش کو جان بوجھ کر نہ روکے۔ اسرائیل مزید اقدامات اٹھائے تاکہ وہ نسل کشی پر اکسانے والوں کو روک سکے اور انہیں سزا دے سکے۔ غزہ میں موجود انسانی بحران کو ختم کرنے کے لیے غزہ کے شہریوں تک بنیادی انسانی ضروریات اور امداد کو یقینی بنائے۔ اور اسرائیل کو فیصلے کے ایک ماہ کے اندر عدالت کی طرف سے عائد کردہ اقدامات کی پاسداری کے لیے اٹھائے گئے اقدامات کی رپورٹ پیش کرنی ہوگی۔“

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اسرائیل جیسی ریاست جس کا وجود ہی ناجائز بنیادوں پر کھڑا ہے، کیا ان مطالبات پر عمل پیرا ہوگی؟ اور اگر نہیں عمل کرتی تو کون سی طاقت ان مطالبات پر عمل درآمد کو یقینی بنائے گی؟ اقوام متحدہ کی قرار دادوں کی طرح یہ فیصلہ بھی صرف کاغذی ہے، اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ بین الاقوامی میڈیا پر مصنفین اور تجزیہ نگار کیا کہتے ہیں چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

The ICJ ruling was a legal victory at the cost of Palestinian lives | Andrew Mitrovica

ترجمہ: ”میرے اندر کے بدبین کا گمان ہے کہ زمینی طور پر غزہ اور مقبوضہ مغربی کنارے میں جلد کچھ بھی نہیں بدلنے والا۔ معصوموں کا قتل عام جاری رہے گا۔ فلسطینی بچے، بوڑھے اور ناتواں بھوک اور بیماریوں کا شکار ہوتے رہیں گے جبکہ ان کے اہل خانہ بارش سے بھیگے خیموں کے سمندر میں دبکے ہوئے ہیں اور اسرائیل پورے غزہ کو خاک و یادداشت میں بدلتا جائے گا۔

عالمی عدالت کے احکامات کے باوجود دنیا کا بیشتر حصہ اسرائیل کو غزہ کا بے دریغ محاصرہ اور قتل عام آج اور مستقبل میں بھی اسی طرح کرنے دے گا جیسے وہ اب تک کرنے دیتا آرہا ہے۔

پھر بھی عالمی عدالت کی اسرائیل کو کی گئی سخت سرزنش کو علامتی یا غیر متعلق قرار دینے والوں کو غور کرنا چاہیے کہ تل ابیب اور واشنگٹن نے عدالت کے فیصلے کا خیر مقدم کس طرح کیا ہے۔

اسرائیل نے پھر اپنا وہی گھسا پٹا جملہ دہرایا ہے کہ ’عالمی عدالت انٹی سمیٹک متعصبین کا گڑھ ہے۔‘سنگین فرد جرم کا یہ کتنا غیر سنجیدہ جواب ہے......“

[Al Jazeera]

زخمی بچہ، مغربی میڈیا اور دو ذرائع | محمد حنیف

”اس ہفتے دنیا میں سب سے بڑی خبر یہ تھی کہ جنوبی افریقہ اسرائیل کے خلاف فلسطینیوں کی نسل کشی کا مقدمہ تیار کر کے اقوام متحدہ کی عالمی عدالت میں پہنچا۔ ایک دن جنوبی افریقہ کو اپنا کیس پیش کرنا تھا، اگلے دن اسرائیل کو اپنا دفاع کرنا تھا۔ اس سے آسان ایڈیٹوریل فیصلہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ عالمی عدالت میں کیس پر پوری دنیا کی نظریں لگی ہیں۔ دونوں دن، دونوں ملکوں کا مؤقف لوگوں تک پہنچنا چاہیے تھا۔

مغرب کے تقریباً تمام نشریاتی اداروں اور بڑے اخباروں نے جنوبی افریقہ کی طرف سے پیش کیے گئے شواہد اور ان کے وکلاء کے دلائل کو براہ راست نہیں دکھایا۔ اگلے دن اسرائیل اپنے دفاع کے لیے پیش ہوا تو ساری نشریات روک کر براہ راست کاروائی دکھائی گئی۔

کسی ادارے نے اپنے اس فیصلے کی وضاحت پیش نہیں کی۔ شاید انہیں یقین ہے کہ جدید صحافت اور اس کی اخلاقیات انہیں کی ایجاد ہیں اور وہ جب چاہیں نئے معیار ایجاد کر لیں۔

اس معاملے میں ان کا رویہ اسرائیل کے دفاعی وکلاء جیسا ہی تھا کہ تم ہم پر نسل کشی کا الزام لگا کر ہمیں بدنام کر رہے ہو، ہمارے پہلے سے دکھی دلوں کو اور دکھی کر رہے ہو۔ لیکن ہم جو کر رہے ہیں اس سے تم ہمیں روک کر تو دکھاؤ۔

مغربی دانشور ہم جیسے ملکوں کو بنانا ریپبلک اور ہماری عدالتوں کو کینگرو کورٹ کہتے ہیں لیکن میں نے کسی بڑی سے بڑی ڈکٹیٹر شپ کے بارے میں بھی یہ نہیں سنا کہ ایک میچ ہو رہا ہو، جب مخالف باری لے رہا ہو تو یہ تاثر دیا جائے کہ کونسا میچ اور جب اپنی ٹیم باری لینے آئے تو فوراً لائیو کوریج شروع کر دی جائے۔"

[بی بی سی اردو]

انصاف وعلم بے بس ہیں | محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

"عالمی عدالتِ انصاف کی کل کہانی کریگ مرے نے دو جملوں میں بیان کر دی کہ: 'جج صاحبان وہ تھے جو وہاں ہونا ہی نہ چاہتے تھے! (اسرائیل کے خلاف مقدمہ ہو، امریکہ برطانیہ عالمی طاقتوں کی پشت پناہی اسرائیل کو حاصل ہو اور یہ ان کی ناراضی کا خطرہ مول لیں؟) یوں اصلاً تو یہ کورٹ اور ججوں کا امتحان تھا اور گویا انہیں پر مقدمہ تھا۔ زیادہ تر جج امریکہ، اسرائیل کو راضی اور خوش رکھنے کو بے قرار تھے!'

غزہ نے پوری دنیا کو آئینہ دکھا دیا ہے۔ حقائق، (حقوق انسانی، خواتین بچوں کے) کھل گئے ہیں۔ اونچی دکانوں کے پھیکے (بلکہ تلخ ترین، زہرناک) پکوان کا تعفن غزہ کے قبرستانوں سے اٹھا ہے! امریکہ، یورپ نے ڈٹ کر اسلحہ فراہم کیا، حمایتی بیانات جاری کیے، ویٹو کیا۔ غزہ پر اسرائیل نے ایٹم بموں کے برابر بمباریاں کیں (جو موسمیاتی بحران کا سامان تھا)۔ قریبی ملک (امارات) میں اصل مجرم مقالے، بحث مباحثے، تقاریر فرماتے رہے۔ 'موسمیاتی تبدیلی' پر موسمیاتی بحران کے ڈرامے رچاتے رہے! اب جو حقائق سامنے آئے ہیں ان کے مطابق: پہلے ۶۰ دن کی بمباری (غزہ پر) سے ایک لاکھ ۵۰ ہزار ٹن کوئلہ جلانے کے برابر عالمگیر سطح پر درجہ حرارت میں اضافہ کرنے والی گیسوں کے اخراج (یعنی موسمیاتی تباہی!) کا سبب بنی۔ یاد رہے کہ ۲۰۲۳ء گرم ترین درجہ حرارت کا سال رہا۔ موسمیاتی شدت کا (سردی گرمی دونوں میں) پوری دنیا کو سامنا رہا۔

اسرائیل کی خونخواری کی مکمل ذمہ داری امریکہ اور برطانیہ پر ہے۔ دنیا اب اس پر یک زبان ہے۔ طرفہ تماشہ دیکھیے کہ عالمی عدالتِ انصاف میں، کریگ مرے بتاتا ہے کہ اندر لکھنے کو قلم، کاپی لے جانے کی اجازت نہ تھی۔ جب سکیورٹی چیف سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا: 'یہ ہتھیار کے طور پر استعمال ہو سکتا ہے!' اندازہ کیجیے کہ جس عدالت کو کھنڈر، ملبہ بنے غزہ میں جنگی جرائم کا ثبوت (فی الوقت ۸۴ صفحات) مزید درکار ہے، ۲۴ ہزار شہادتوں کے بعد! اس کے ایوان میں قلم 'ہتھیار' ہے۔ بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی! قلم کی قوت، لکھے الفاظ کی طاقت، غزہ کی پوسٹوں پر لکھی انگریزی میں حقائق کا انکشاف ہی ہے جس نے دنیا دگرگوں کر ڈالی۔ مرے کہتا ہے کہ اندر گیلری میں یو این کے افراد کے پاس پین موجود تھے (انہیں اجازت تھی۔) میں ان سے مانگ کر لکھ سکتا تھا لیکن اس شش و پنج میں رہا کہ کہیں یہ 'دہشت گردی' میں شمار نہ ہو جائے۔ دنیا میں ملمع سازی، فریب دجل کی حقیقت کتنی واشگاف ہو چکی! یہ سب نتیجے صابر و پرعزم اہل غزہ کی صداقت سے ہوا۔ یا فلسطینی مجاہدین جو ساری دنیا کی اعلیٰ ترین ٹیکنالوجی کو اپنی غیر معمولی شجاعت و پامردی سے شکست دے چکے۔ جن کی زندگیاں اقصیٰ کے ہر انچ اور انبیاء کے مولد و مساکن کے تحفظ کے لیے وقف ہو گئیں۔ مسلم دنیا ہوش کے ناخن لے! ورنہ دنیا و آخرت دونوں کا خسارہ مقدر ہو گا۔ (خدانخواستہ)"

[نئی بات]

غزہ

UNRWA کی امداد پر بندش

ادارہ برائے فلسطینی پناہ گزین (UNRWA) اقوام متحدہ کا ایک خصوصی ادارہ ہے جو فلسطینی پناہ گزینوں کی امداد کرتا ہے اور انہیں بنیادی سہولیات مہیا کرتا ہے۔ یہ ادارہ ۱۹۴۸ء میں پہلی نکبہ کے موقع پر اپنے علاقوں سے بے دخل کیے گئے لاکھوں فلسطینیوں کی امداد کے لیے قائم کیا گیا تھا اور اب تقریباً ساٹھ لاکھ فلسطینی پناہ گزینوں کے لیے بنیادی اور سب سے بڑا امدادی ادارہ ہے۔ ناپاک اسرائیلی ریاست نے الزام لگایا ہے کہ ۷ اکتوبر کے حملے میں UNRWA کے بارہ سٹاف ممبرز بھی ملوث تھے جس پر امریکہ اور برطانیہ سمیت نو بڑے ملکوں نے اپنی امداد ادارے کے لیے روک دی۔

یہ اعلان ایسے وقت میں سامنے آیا جبکہ غزہ کے شہریوں تک امداد کی رسد ویسے ہی برائے نام ہے۔ جس کی وجہ سے ادویات، بنیادی ضروریات اور خوراک کی شدید قلت نے ایک بہت بڑے انسانی بحران کو جنم دیا ہے۔ لگتا ہے کہ ناپاک اسرائیلی ریاست اور اس کے طاقتور چیلے غزہ کے مسلمانوں سے زندگی کی امید کو بھی چھین لینا چاہتے ہیں۔

حالانکہ یہ ادارہ ان تمام بڑے ملکوں کی زیر نگرانی چلتا ہے اور ادارے کے سٹاف، کام کرنے کے طریقے اور معاملات کی مکمل رپورٹ ان ممالک کو باقاعدگی سے دی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیمیں بھی سراپا احتجاج ہیں اور تجزیہ نگار بھی اس پر آواز اٹھا رہے ہیں۔ چند مضامین سے اقتباس ملاحظہ ہوں۔

UNRWA’s funding crisis and Gaza’s humanitarian future | Mariam Shah

ترجمہ: ”UNRWA صرف ایک تنظیم نہیں ہے، یہ بیس لاکھ لوگوں کے لیے لائف لائن ہے، جن میں سے نصف سے زیادہ غزہ کے بچے ہیں۔ چمکیلی سرخیوں اور غیر ثابت شدہ الزامات سے ہٹ کر، UNRWA جنگ زدہ لوگوں کے لیے امید کی کرن ہے، ہر حال میں امداد، پناہ، خوراک اور صحت کی دیکھ بھال فراہم کرتا ہے۔ عطیہ دینے والی ریاستوں کی جانب سے فنڈنگ کی معطلی سے غزہ میں UNRWA کی امداد پر انحصار کرنے والے لاکھوں شہریوں کے لیے جان بچانے والی امداد متاثر ہوگی۔ مزید برآں، امدادی کٹوتیوں سے اس کی کاروائیوں کو برقرار رکھنے کی صلاحیت کو نمایاں طور پر خطرہ لاحق ہوتا ہے، جو ممکنہ طور پر بند کیے جانے کا باعث بنتا ہے اور ایک ناقابل تصور انسانی آفت کو جنم دیتا ہے۔

اسرائیل کی طرف سے غزہ کو زمین بوس کرنے، جس میں سکول، ہسپتال اور ثقافتی و مذہبی مقامات شامل ہیں، اس کے بعد امداد میں کٹوتی، کرنے میں اہم عنصر شہریوں کو جسمانی اور نفسیاتی طور پور توڑنا اور ممکنہ طور پر نقل مکانی پر مجبور کرنا ہے۔ اپسالا یونیورسٹی کے شعبہ امن اور تنازعات کی تحقیق (Department of Peace and Conflict Research, Uppsala University) کے پروفیسر اور سربراہ اشوک سوین نے بتایا کہ موجودہ اسرائیلی حکومت غزہ میں فلسطینیوں کے لیے ناقابل برداشت حالات پیدا کر رہی ہے۔ ممکنہ طور پر انہیں وہاں سے نکل جانے پر مجبور کر رہی ہے، اور اس منصوبے میں ایک بڑی رکاوٹ غزہ کے لوگوں کو انسانی امداد فراہم کرنے والی اقوام متحدہ کی ایجنسیاں بالخصوص UNRWA کی موجودگی اور کام ہے۔

......فنڈنگ معطل کرنے کا فیصلہ اسی دن آیا جب غزہ میں اسرائیل کی طرف سے نسل کشی کی کاروائیوں پر عالمی عدالت کا فیصلہ آیا۔ اس اقدام کے پیچھے کسی سیاسی مقصد سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اسرائیل طویل عرصے سے اس کے خلاف لابنگ کر رہا ہے۔ اقوام متحدہ کی واحد ایجنسی، جس کے پاس رجسٹرڈ فلسطینی پناہ گزینوں کے لیے مدد اور تحفظ فراہم کرنے کے لیے مخصوص مینڈیٹ ہے، ہونے کے ناطے یہ ایک خطرے کے طور پر کھڑا ہے۔ اس طرح، اسرائیل پناہ گزینوں کے مسئلے کو ختم کرنے کے لیے UNRWA کو بند کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اور فلسطینی پناہ گزینوں کی ان کی سرزمین پر واپسی کے حق سے انکار کرتا ہے۔ اسرائیلی وزارتِ خارجہ کے ایک سابق اہلکار نوگا اربیل نے جنوری میں کہا تھا کہ 'اگر ہم UNRWA کو تباہ نہیں کرتے تو جنگ جیتنا ناممکن ہو جائے گا، یہ تباہی فوری طور پر شروع ہونی چاہیے۔' لہٰذا وہ تمام ممالک جو UNRWA کو اپنی امداد روک رہے ہیں، وہ اس سیاسی ایجنڈے کے ساتھ موافق ہیں۔“

[Middle East Monitor]

What is UNRWA, and why is Israel trying to have it closed down? | Nasim Ahmed

ترجمہ: ”قابض ریاست ۱۹۵۰ء کی دہائی سے UNRWA کو تحلیل کرنے کے لیے لابنگ کر رہی ہے، اور یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ مہاجرین کے مسئلے کو حل کرنے کی بجائے اسے برقرار رکھتی ہے۔ برسوں کے دوران، اسرائیلی حکام نے بارہا UNRWA پر دہشت گردی کی حمایت کا الزام لگایا، اور یہ بھی الزام لگایا کہ اس کی تنصیبات کو فلسطینی مذاحمتی گروپ ہتھیاروں کے ذخیرہ کے طور پر یا حملہ شروع کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ UNRWA ان سیاسی محرکات پر مبنی الزامات کی تردید کرتا آیا ہے۔

......بیروت میں بدنام زمانہ صابرہ اور شتیلا کا قتل عام اس وقت ہوا جب اسرائیل کے اتحادی دو پناہ گزین کیمپوں میں داخل ہوئے اور ساڑھے تین ہزار فلسطینی شہریوں کو ہلاک کر دیا۔

......UNRWA کے سابق ایڈمنسٹریٹر لیکس ٹیکن برگ، جنہوں نے ایجنسی میں تیس سالہ کیریئر کے دوران دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ جنرل کونسل اور چیف اتھکس آفیسر کی ذمہ داریاں بھی نبھائیں، فنڈنگ کی معطلی کے وقت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں، ”عالمی عدالت کے فیصلے کا وقت، اس کا جوہر اور اس کا UNRWA کی رپورٹس پر انحصار دیکھتے ہوئے میں ان الزامات کو فیصلے کو کمزور کرنے اور توجہ ہٹانے کی دانستہ کوشش کے طور پر ہی دیکھ سکتا ہوں۔“
[Middle East Monitor]

Israel attempting to exact revenge for genocide case | Mehmet A. Kanci

ترجمہ: ”اس پابندی کا مطلب صرف یہ نہیں کہ غزہ کی پٹی میں ۲۰ لاکھ فلسطینیوں کو بھوک، پیاس اور ادویات کی کمی سے بھی بدتر حالات میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ UNRWA ایک ایسی تنظیم ہے جو ۵۹ لاکھ فلسطینیوں کو مدد فراہم کرتی ہے، جنہوں نے مشرق وسطیٰ کے بہت سے ممالک میں پناہ لے رکھی ہے۔ یہ لوگ اس وقت لبنان اور شام جیسے ممالک میں رہتے ہیں جہاں عدم استحکام کا راج ہے، انہیں زندگی کے مزید سخت حالات کا اب سامنا کرنا پڑے گا۔ یاد رہے کہ جن ممالک نے اس تنظیم کی امداد بند کی ہے، انہوں نے ۷ اکتوبر سے اسرائیلی حملوں میں ہلاک ہونے والے UNRWA کے ۱۵۲ اہلکاروں کے حوالے سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی۔ مذکورہ ممالک نے جہاں اقوام متحدہ کی پہلے سے خستہ حال ساکھ کو ایک اور دھچکا پہنچایا ہے وہیں مشرق وسطیٰ میں دو ریاستی حل کی حمایت کرنے والوں کی منافقت بھی کھل کر سامنے آگئی ہے۔

اس صورتحال میں جب غزہ میں قتل عام کو روکنے کے لیے عالمی عدالت کے اقدامات اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں آئیں گے تو امریکہ کی جانب سے انہیں دوبارہ ویٹو کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں یہ عمل اسرائیل کے ساتھ امریکہ کو تنہا کرنے کے

عمل کے تابوت میں ایک اور کیل ٹھونک دے گا۔ جبکہ مشرق وسطیٰ میں دو ریاستی حل کی حقیقی حمایت کرنے والوں اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے پیچھے چھپے منافقوں کے درمیان فرق بھی مزید واضح کر دے گا۔

[Anadolu Ajansi, Turkey]

غزہ — اسرائیلی تجارتی بحری جہازوں پر حوثیوں کے حملے

حوثی یمن کے شمال مغربی پہاڑی علاقے میں ایک عسکری گروہ ہیں۔ ان کا تعلق شیعوں کے یزیدی فرقے سے ہے۔ ۲۰۱۴ء میں طویل خانہ جنگی کے بعد سابق صدر صالح کو اقتدار سے بے دخل کر کے یمن پر قبضہ کیا۔ اس خانہ جنگی میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد لوگ ہلاک ہوئے۔ سخت گیر نظریہ رکھنے والے اس گروہ کو ایران اور روس کی مبینہ سپورٹ حاصل ہے۔

یمن کے بحیرۂ احمر کے ساحل کے ساتھ لگتی آبنائے باب المندب کو ایک خاص اسٹریٹیجک اہمیت حاصل ہے۔ یہ بحری راستہ یورپ سے ایشیا کے درمیان تجارتی جہازوں کے لیے سب سے مختصر بحری راستہ ہے۔ غزہ پر اسرائیلی جارحیت کے جواب میں حوثیوں نے یورپ سے اسرائیل کی طرف جانے والے جہازوں کو نشانہ بنانا شروع کیا۔ جس کے جواب میں امریکہ اور برطانیہ نے بھی حوثیوں کے ٹھکانوں پر فضائی حملے شروع کر دیے۔ لیکن اس کے ردعمل میں اب امریکی اور برطانوی جہاز بھی حوثیوں کے نشانے پر آ گئے ہیں۔ تجارتی جہازوں پر جاری ان حملوں کا اسرائیل اور امریکہ کو اتنا نقصان ہوا کہ تجارتی جہازوں نے حملوں سے بچنے کے لیے متبادل طویل سمندری راستہ اپنایا ہے جو کہ انہیں بہت مہنگا پڑ رہا ہے۔

تازہ خبر یہ ہے کہ اسرائیل کے تجارتی بحری جہازوں پر ہونے والے حملوں سے اسرائیل کو جو نقصان ہو رہا ہے وہ خود اس کے وجود کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ قریب تھا کہ وہ خود گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاتا لیکن اس نے متبادل زمینی روٹ کا اعلان کیا ہے جس کے تحت تجارتی سامان دبئی پہنچ کر وہاں سے زمینی راستے کے ذریعے سعودی عرب اور وہاں سے آگے اردن کے ذریعے اسرائیل پہنچنا شروع ہو گیا ہے۔ لیکن ہمارے مردہ دل غلام حکمرانوں میں اتنی بھی سکت نہیں جتنی ایک باغی گروہ نے دکھائی۔

Who is advising the US and UK on foreign policy? | Yvonne Ridley

”جب بات اپنے علاقے میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی ہو تو حوثی، سخت، متشدد اور بے لچک ہو سکتے ہیں لیکن غزہ کے معصوموں اور بچوں کی نسل کشی کے اسرائیلی اقدامات ان کے لیے بھی ناقابل قبول ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ ان کے اقدامات حماس اور فلسطینیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے طور پر بحیرہ احمر میں صہیونی حمایت یافتہ جہاز رانی کو نشانہ بنانے کے لیے ہیں۔ تحریک کے رہنماؤں نے کہا کہ جب اسرائیل جنگ بندی کا اعلان کرے گا تو وہ بحیرہ احمر میں اپنے حملے بند کر دیں گے۔ اگر صہیونی ریاست کو کوئی عقل ہوئی تو وہ فوری ایسا کر دے گی۔ اور اگر اس کے مغربی اتحادیوں کو کوئی سمجھ ہے تو وہ بھی یمن پر بمباری بند کر دیں گے اور اس کی بجائے اسرائیل کی تباہ کاریوں کو روکیں گے۔

حوثیوں کی جانب سے عالمی تجارت کو لاحق خطرے کو کم کرنے میں کئی سال لگ سکتے ہیں، جبکہ اسرائیل کی طرف سے لاحق خطرہ صرف ’جنگ بندی‘ کا حکم دے کر ختم کیا جا سکتا ہے۔ میں کبھی یہ نہیں سمجھ سکتی کہ مغربی سیاست دانوں کے لیے اس نتیجے پر پہنچنا اتنا مشکل کیوں ہے۔ جب تک وہ اسے نہیں سمجھتے اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتے، ہم لاکھوں لوگ ہر ہفتے کے آخر میں احتجاج اور مارچ کرتے رہیں گے جب تک کہ ہمارے منتخب کردہ افراد اٹھ نہ بیٹھیں اور نوٹس نہ لے لیں۔“

[Middle East Monitor]

فلسطینی مسلمان موسم سرما کی سختیوں اور شدید غذائی قلت کا شکار اور بدترین حالات میں ہیں، لیکن ان کے حوصلے نہیں ٹوٹے۔ مجاہدین جس طرح حسب استطاعت دوبدو مقابلہ کر رہے ہیں وہ اپنے عمل سے جرات و حوصلہ کی نئی تاریخ رقم کر رہے ہیں۔ بزدل صہیونی فوج مجاہدین کا مقابلہ نہیں کر پاتی تو غصہ عام لوگوں پر اتارتی ہے۔ حال ہی میں غزہ کے مجاہدین کی زیر زمین سرنگوں میں سمندری پانی چھوڑ دیا گیا۔ ماہرین کے مطابق اس کی وجہ سے غزہ کے لوگوں کو جو زیر زمین میٹھا پانی میسر ہے اس میں سمندری پانی کی ملاوٹ پینے کے پانی تک رسائی بھی ختم کر سکتی ہے۔ اس صورتحال میں عرب اور مسلم ملکوں کے حکمران ظالم کا ساتھ دے کر فلسطینی بھائیوں سے غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

صہیونیوں کے ظلم کے خلاف اگر اب بھی نہ اٹھے تو پھر بہت دیر ہو جائے گی اور یہ آگ پورے خطے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔

اللہ تعالیٰ غزہ کے مسلمانوں کو صبر و حوصلہ عطا فرمائے، ان کی اپنے غیب کے خزانوں سے نصرت فرمائے، مجاہدین کے قدموں کو ثبات بخشے اور یہودی ریاست اور اس کے تمام حواریوں کو نیست و نابود فرما دے۔ آمین

☆☆☆☆☆

انڈونیشیا میں روہنگیا پناہ گزینوں کے کیمپ پر مقامی طلباء کا حملہ

خباب ابن السبیل

حال ہی میں انڈونیشیا میں موجود روہنگیا پناہ گزینوں کے ایک کیمپ پر مقامی طلباء نے حملہ کر دیا۔ یہ علاقہ انڈونیشیا کے شمالی سرے پر واقع آچے کا ساحلی علاقہ ہے جہاں روہنگیا پناہ گزینوں کا کیمپ ہے زیادہ تعداد عورتوں اور بچوں کی ہے۔ اس کیمپ پر مقامی سکولوں کالجوں کے نوجوان طلباء نے دھاوا بول دیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے انتہا پسند ہندو مسلمانوں پر حملہ آور ہوں۔ لیکن یہ سب مسلمان تھے۔ ان کے خیال میں پناہ گزینوں کی آمد سے ان کی حق تلفی ہوگی روزگار پر اثر پڑے گا۔ آچے جو نانگرو آچے دارالسلام بھی کہلاتا ہے۔ اٹھاون ہزار مربع کلو میٹر پر پھیلا ہوئے اس علاقے میں ایک سو انیس جزیرے ہیں، بہتر (۷۲) بڑے دریا ہیں اور دو نہایت خوبصورت جھیلیں ہیں۔ آچے انڈونیشیا کا باب الاسلام کہلاتا ہے کیونکہ یہاں آٹھویں صدی میں عرب تاجروں نے مقامی باشندوں کو اسلام سے متعارف کرایا۔ بہت سے عرب تاجر یہیں آباد ہوئے اور آٹھویں صدی کے آخر میں یہاں پہلی اسلامی سلطنت قائم ہوئی۔

آچے کے عوام نے اپنے وطن کی آزادی کے لیے ۱۸۷۳ء میں ولندیزیوں کے خلاف جنگ شروع کی جو دنیا کی طویل ترین جنگ شمار ہوتی ہے۔ یہ جنگ ۱۹۴۲ء تک جاری رہی۔ ۱۹۴۵ء میں جب مسلح جدوجہد کے بعد انڈونیشیا ولندیزی غلامی سے آزاد ہوا تو آچے انڈونیشیا کا حصہ بنا، لیکن اس کو ملک کا خصوصی خود مختاری کا علاقہ قرار دیا گیا۔ لیکن آزادی کے آٹھ سال بعد ہی اسے شمالی ساٹرا کے صوبے میں ضم کر دیا گیا اور اس کی خصوصی خود مختاری ختم ہو گئی۔ اس صورت حال کے خلاف آچے کے عوام نے پہلے تو پر امن تحریک چلائی لیکن جب سوہارتو کی حکومت نے اس تحریک کو فوج کی طاقت کے بل پر کچلنا شروع کیا تو ۱۹۷۴ء میں مسلح جدوجہد شروع ہوئی۔ آچے کی آبادی بیالیس لاکھ کے لگ بھگ ہے جس میں اکثریت عرب نژاد افراد ہیں۔ ان کے رسم و رواج اور زبان بھی انڈونیشیا کی ثقافت اور انڈونیشی زبان سے مختلف ہے۔ انڈونیشیا کی حکومت آچے کی عوام کی آزادی کی تحریک کو کچلنے پر اس لیے اٹل ہے کہ یہاں یہ علاقہ تیل اور گیس کی دولت سے مالا مال ہے۔

امریکہ اور انڈونیشیا کی سرکاری تیل کمپنی موبل آئل کارپوریشن پر تامینا آچے کے لوکسیوماوے کے علاقے میں ۱۹۶۵ء سے تیل اور گیس نکال رہی ہیں۔ آچے کے عوام اس بات پر سخت ناراض ہیں کہ آچے کے تیل اور گیس سے انڈونیشیا کی حکومت کو پندرہ ارب ڈالر سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے لیکن اس میں سے آچے کو ایک فی صد بھی رقم نہیں ملتی۔ امریکہ کا آچے میں مفاد خاص طور پر اس کے تیل کی دولت سے وابستہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ آچے میں انڈونیشیا کے فوج کی زیادتیوں اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر اس نے دھیان نہیں دیا ہے۔ آچے کی اہم جغرافیائی اور فوجی حیثیت کی وجہ سے بھی امریکہ اس طرف اپنی آنکھیں موندے ہوئے ہے اور انڈونیشیا اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آچے پر اپنا تسلط برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ آچے آبنائے ملاکہ پر واقع ہے جو مشرق بعید آنے جانے والے جنگی اور تیل بردار جہازوں کی اہم گزر گاہ ہے اور یہ مغرب سے آسٹریلیا، چین اور جاپان جانے والا واحد بحری راستہ ہے۔

برما سے ہجرت کر کے بنگلہ دیش آنے والے روہنگیا پناہ گزینوں کی مشکلات میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے بنگلہ دیشی حکومت کبھی انہیں زبردستی واپس بھیجنے کی کوشش کرتی ہے تو کبھی ایک ایسے بے آباد جزیرے پر منتقل کرنے کی کوشش کرتی ہے جو سال کا بیشتر حصہ سمندری طوفانوں اور سیلاب کی زد میں رہتا ہے۔ آئے روز کیمپ میں آگ لگ جانا بھی معمول بن چکا ہے۔ انڈونیشیا میں پناہ گزینوں سے متعلق اقوام متحدہ کے ہائی کمیشن کی نمائندہ این میمن نے نشریاتی ادارے کو بتایا کہ کاکس بازار (بنگلہ دیش) میں سیکیورٹی کی ابتر صورتحال مزید روہنگیا افراد کو فرار ہونے پر مجبور کر رہی ہے۔ زیادہ تر روہنگیا اکتوبر اور مئی کے مہینوں کے درمیان کشتی کا سفر کرتے ہیں کیونکہ اس وقت ہوائیں تیز ہوتی ہیں اور حد سے زیادہ بھری کشتیاں تیز رفتار سے سفر کرتی ہیں۔ یاسمین فطوم اپنے دو چھوٹے بچوں کے ساتھ کشتی میں انڈونیشیا کی طرف سفر کر رہی تھیں تو انھیں یہ امید تھی کہ وہ اب مشکل سے نکل پائیں گی مگر ایسا نہ ہوا۔ ساحل پر مقامی لوگ برہمی سے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے نزدیک پناہ گزین مقامی وسائل پر ایک بوجھ ہیں۔ انھوں نے کشتی کا راستہ روک کر اسے دو مرتبہ سمندر کی طرف گھسیٹا۔ ایک ویڈیو میں دیکھا جاسکتا ہے ایک مقامی شخص چیخ کر پناہ گزینوں کو کہہ رہا ہے ”تم یہاں نہیں اتر سکتے! ہمیں مارنے پر مجبور نہ کرو!“ جبکہ دوسری جانب بچوں اور عورتوں کو مدد مانگتے سنا جاسکتا ہے۔ یاسمین نے آبدیدہ ہو کر نشریاتی ادارے کو بتایا: ”جب میں انڈونیشیا آئی تو میرے دو بچے تھے۔ لیکن جب انھوں نے کشتی کو پیچھے دھکیلا تو میری ایک بچی فوت ہو گئی کیونکہ وہ بیمار تھی اور ہمارے پاس خوراک نہیں تھی۔ ہمیں اس کی لاش سمندر برد کرنا پڑی۔“ جب کئی دن کی غیر یقینی صورتحال کے بعد لوگوں کو کشتی سے اترنے کی اجازت ملی تو وہ رو پڑے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے درد اور دکھ بھرے سفر کا اختتام ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ وہ غمگین بھی تھے کیونکہ بیماری اور خوراک کے نہ ہونے کی وجہ سے تین مزید بچے کشتی پر فوت ہو گئے تھے۔ یاسمین ان ۱۰۸۷ روہنگیا پناہ گزینوں میں سے ہیں جو نومبر میں آچے پہنچے تھے۔ اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق اس وقت انڈونیشیا کے اس مشرقی صوبے میں تقریباً ۱۲۰۰ روہنگیا پناہ گزین آباد ہیں۔

اسلام کا مسافر!

وارن وائن سٹائن سے اسحاق بن سٹڈنی تک

شہید کماندان نعیم نور خان رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ

ہمارے محبوب شیخین... شیخ اسامہ اور شیخ ایمن الظواہری کی تحریرات کا عالم غرب میں مشہور ہونا اللہ کی ایک عظیم نشانی ہے۔ وہی ہے جو اپنے محبوب بندوں کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ یہ غزہ اور فلسطین کے ہزاروں شہداء کے پاکیزہ خون کا بھی ثمرہ ہے کہ آج روئے زمین پر بسنے والی انسانیت اسلام اور جہاد کا اصل پیغام سمجھنے کے قابل ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان تمام اقوام کو اسلام قبول کرنے اور ہمارے امت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی تناظر میں ہماری خواہش ہے کہ یو ایس ایڈ (USAID) کے ایک امریکی یہودی افسر وارن وائن سٹائن کا قصہ 'اسلام' آپ کی خدمت میں پیش کریں۔ وارن وائن سٹائن نے مجاہدین کی قید میں اللہ کے سچے دین کو پہچان کر اسلام قبول کر لیا۔ اور پھر ۲۰۱۵ء میں امریکی ڈرون طیاروں ہی کی ایک بمباری میں اللہ نے آپ کو منزلِ شہادت سے نوازا... نحسبہ کذالک واللہ حسیبہ۔ آپ کے اسلام قبول کرنے کا اہم سبب یہ بنا کہ آپ نے مجاہدین کی زندگیوں کا اور مجاہدین کا اپنے ساتھ تعامل کا قریب سے مشاہدہ کیا۔ آپ نے اپنا اسلامی نام اسحاق بن سٹڈنی رکھا۔ اور مختصراً مجاہدین آپ کو "چچا اسحاق" کے نام سے جانتے تھے۔ زیرِ مطالعہ مضمون وارن وائن سٹائن کی کامل سیرت تو نہیں البتہ ان کی قید پر ایک تحقیقاتی رپورٹ ہے جو ان کے اسلام قبول کرنے کے کچھ ہی عرصے بعد ان کے تحقیق کار (انٹیروگیٹر) کماندان نعیم نور خان رحمۃ اللہ علیہ نے تیار کر کے مجاہدین کی قیادت کو بھجوائی تھی۔

کماندان نعیم نور خان رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

کماندان نعیم نور خان کا شمار قافلۂ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ سے جڑنے والے ابتدائی پاکستانی مجاہدین میں ہوتا ہے۔ آپ اس پہلے گروپ میں شامل تھے کہ جنہوں نے ادارہ السحاب کی بنیاد ڈالی۔ ادارہ السحاب کی بہت سی ابتدائی نشریات کے انگریزی ترجمے میں آپ کی کاوشیں شامل رہیں، بلکہ "مغربی اقوام کے نام پیغام" کا جو دنیا آج جوق در جوق مطالعہ کر رہی ہے... اس کے انگریزی ترجمے میں بھی آپ کی صلاحیتیں شامل رہیں۔ (اس پیغام نے اہلِ غزہ کے خلاف عالمی کفریہ طاقتوں کی جنگ کو سمجھنے میں مغربی اقوام کی بہت مدد کی۔) گیارہ ستمبر کی مبارک کارروائیوں کے بعد پاکستان میں پناہ لینے والے مہاجر مجاہدین کی مدد و نصرت کے فریضے میں بھی برادر نعیم پیش پیش رہے۔ اس عرصے میں آپ خالد شیخ محمد (فک اللہ اسرہ) اور شیخ ابو حمزہ الربیع رحمۃ اللہ علیہ کے معاون تھے۔ سن ۲۰۰۴ء میں سی آئی اے اور ایف بی آئی نے پاکستان کی خائن خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی کے تعاون سے آپ کو کراچی سے گرفتار کیا۔ جبکہ آپ اور آپ کے ساتھ وابستہ ساتھی اس وقت مغربی اہداف پر عسکری کام کی منصوبہ بندی کر رہے تھے جن میں سے قابلِ ذکر آئی ایم ایف کے ہیڈ کوارٹر پر واشنگٹن ڈی سی میں حملہ تھا۔

اللہ کے اس شیر کو کئی سال تک آئی ایس آئی کی کال کوٹھڑیوں میں طرح طرح کی تعذیب کا نشانہ بنایا گیا۔ حتیٰ کہ واٹر بورڈنگ (یاپانی میں سانس گھونٹنا) کے بدنام زمانہ ہتھکنڈے کو آپ پر سینکڑوں مرتبہ آزمایا گیا۔ آپ کی محترمہ اہلیہ تک کو تعذیب و تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ سی آئی اے نے کئی مرتبہ براہ راست آپ سے تحقیق کی۔ لیکن یہ شیر خدا ثابت قدم رہا اور اللہ نے آپ کو ان طواغیت کی قید سے بالآخر رہائی عطا فرمائی۔ رہا ہو کر آپ نے پھر سے جہاد کے لیے رختِ سفر باندھا اور ارضِ جہاد وزیرستان اور پھر افغانستان ہجرت کر لی۔ جہاں آپ نے بہت سی دینی و جہادی خدمات سرانجام دیں جن میں وارن وائن سٹائن کے قضیے کی تفتیش شامل ہے۔

۲۰۲۰ء میں محترم نعیم بھائی کا جنت النعیم کا بلاوا آ پہنچا۔ نحسبہ کذالک واللہ حسیبہ۔ غزنی میں امریکی فوج نے آپ کے گھر پر فضائی چھاپہ مارا اور آپ مردانہ وار لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ اللہ آپ سے راضی ہو جائے اور آپ پر کروڑوں رحمتوں کا نزول ہو۔

چچا اسحاق پر لکھی گئی رپورٹ

اب ہم چچا اسحاق رحمۃ اللہ علیہ پر لکھی گئی رپورٹ[1] کی طرف دوبارہ آتے ہیں۔ دراصل یہ رپورٹ مرکزی قیادت کے افراد کے لیے لکھی گئی تھی اور اب اسے افادۂ عام کے لیے نشر[2] کیا جا رہا ہے۔ اسے پڑھنے والے قارئین اس میں تحقیق و جستجو، سمجھ داری اور وسعت نظری کا مشاہدہ کریں گے۔ یہ دستاویز جب تیار کی گئی تھی تو اس غرض سے نہیں لکھی گئی تھی کہ اسے ساری دنیا کے سامنے لایا جائے گا بلکہ مجاہدین کی قیادت میں اس نے داخلی طور پر تقسیم ہونا تھا۔ لیکن پھر بھی اس میں قارئین تعلق باللہ، ادبِ اختلاف اور بڑوں سے گفتگو کے آداب پائیں گے۔

1 بعض امنیاتی وجوہات کی بنا پر کچھ معلومات اس رپورٹ سے حذف کی گئی ہیں۔ جن کی نشاندہی ان حروف سے کی گئی ہے؛ ~~00000000~~

2 بعض مفید معلومات ادارہ السحاب کی جانب سے اس دستاویز میں شامل کی گئی ہیں!

یہ طاغوتی میڈیا کی جانب سے مجاہدین پر ان الزام تراشیوں کا پول بھی کھول دیتی ہے کہ مجاہدین شریعت سے روگردانی کرنے والے، للّٰہیت سے عاری، اور انسانیت کا برا سوچنے والے ہیں۔ بلکہ اس رپورٹ کا ایک بڑا حصہ سیاستِ شرعیہ، تعلیم و تربیت اور دعوت الی اللہ سے متعلق ہے۔ اس رپورٹ کو آپ تنظیمی تعصبات سے بھی پاک پائیں گے۔ اس میں چلنے والی تمام بحث و مناقشہ کا موضوع یہ ہے کہ اللہ کے دین کو کیسے بلند کیا جائے، اپنی امت کے فائدے اور اس کے مصالح کا کیسے خیال رکھا جائے؟!

یہ اس بات کی طرف بھی دعوت دیتی ہے کہ انصاف سے اس رپورٹ کا مطالعہ کر کے مجاہدین اور ان کے نظریے کو سمجھا جائے۔ افغانستان، صومالیہ اور مالی میں مجاہدین کے تجربات کو انصاف کے تقاضوں پر پرکھا جائے۔ شہید اسحاق بن سیڈنی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعے سے محض لطف اندوز ہونے کے لیے نہ گزرا جائے بلکہ اس قصے میں پنہاں دروس پر غور کیا جائے کہ مجاہدین کی قید میں ایک امریکی یہودی کا آنا، پھر اس کا اسلام قبول کرنا، اسلامی تعلیمات اور علوم شریعہ کو حاصل کرنا، ان پر مضبوطی سے ڈٹنا، پھر اس نومسلم داعیٔ دین کا اپنی قوم کو دعوت دینے کے لیے تربیتی علوم وفنون سیکھنا، پھر اپنی ہی قوم کے ہاتھوں دین کی تعلیم اور اللہ کی رضا کے حصول میں مشغول اس مرابط کا شہید ہو جانا۔ اس سب واقعے میں عقل والوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں۔ یہ علم، دعوت، رباط اور شہداء کے خون سے معطر ایک ایسا حقیقی فسانہ ہے جس کی تاریخ میں کم ہی کوئی نظیر ملتی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے ہم توفیق مانگتے ہیں کہ ہمیں چچا اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والے استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے انتظامات سنبھالنے والے پاکیزہ ساتھیوں کا انتقام لینے کی توفیق عطا فرمائے جو اوبامہ انتظامیہ اور اس کے نائب، (حالیہ امریکی صدر) جو بائیڈن کے ہاتھوں شہید کیے گئے۔ جو بائیڈن ان مجرمانہ کارروائیوں کا براہِ راست سرغنہ تھا جو یہ سب افعال اپنی Counter-terrorism plus نامی مہم کی ذیل میں سرانجام دے رہا تھا۔ اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ چچا اسحاق کے گھرانے اور روئے زمین کے ہر باسی کو وہ سچا دین قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس میں اس کائنات کا راز پنہاں ہے اور یقیناً وہ دین اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا (الفتح: 28)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اسے ہر دوسرے دین پر غالب کر دے۔ اور (اس کی) گواہی دینے کے لیے اللہ کافی ہے۔

تعارف

وارن وائن سٹائن، ۱۹۴۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک اعلیٰ عہدیدار امریکی یہودی تھے جنہیں اگست ۲۰۱۱ء میں لاہور، پاکستان سے اغوا کیا گیا۔ پی ایچ ڈی ڈگری کے حامل اس شخصیت کے اپنی کم عمری ہی سے اقوام متحدہ کے غیر ملکی سفارت کاروں سے اچھے تعلقات تھے۔ USAID، Peace Corps اور اس طرح کے دیگر امریکی وفاقی اداروں میں آپ اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ IFC (انٹرنیشنل فنانس کارپوریشن) میں، جو کہ ورلڈ بینک گروپ کا ایک رکن ہے، آپ نے ۷ سال تک اپنی خدمات سرانجام دیں۔ جہاں آپ کی سالانہ کمائی تقریباً نوے ہزار ڈالر بنتی تھی۔

وارن وائن سٹائن نے اپنی پوری زندگی میں امریکی حکومت کے معروف اور بااثر عہدیداروں کے ساتھ کام کیا، جن میں امریکی محکمہ خارجہ کے اعلیٰ حکام، مختلف ممالک میں امریکی سفیروں، سفارت کاروں، USAID کے ایڈمنسٹریٹرز (جو کہ امریکی صدر کی طرف سے مقرر کیے جاتے ہیں)، اسی ادارے کے اسسٹنٹ ایڈمنسٹریٹرز، Peace Corps کے ڈائریکٹرز (مقرر شدہ از امریکی صدر) وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے سی آئی اے کے سابق چیف آف سٹیشن (Chief of Station) جان بیسٹک (John Bestic) کے ساتھ بھی مضبوط تعلقات تھے۔ دونوں خاندان آج تک ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

۲۰۰۴ء میں وہ ایک پرائیویٹ امریکی مشاورتی ایجنسی J. E. Austin کے کنسلٹنٹ (consultant) کے طور پر پاکستان آئے اور بعد میں اس کے Country Head (ملکی سربراہ) بن گئے۔ J. E. Austin ان کمپنیوں میں سے ہے جو دنیا کے مختلف حصوں میں USAID اور دیگر غیر ملکی (سرکاری) امدادی ایجنسیوں کے مختلف منصوبوں کو سنبھالنے کا کام سرانجام دے رہی ہیں۔ ۲۰۰۴ء سے ۲۰۱۱ء تک، وارن وائن سٹائن پاکستان کے لیے یو ایس ایڈ کے socioeconomic development projects (سماجی اقتصادی ترقی کے منصوبوں) میں مشغول رہے۔ جو مختلف نجی شعبوں جیسے ڈیری فارمز، ماربل، گرینائٹ، زیور و جواہرات، آلات جراحی، فرنیچر اور باغبانی وغیرہ سے متعلق تھے۔ یو۔ ایس۔ ایڈ کے FATA Project (فاٹا پراجیکٹ) پر بھی آپ نے کام کیا جو قبائل اور صوبہ سرحد سے ”دہشت گردوں اور دہشت گردی“ کے خاتمے کے لیے بنایا گیا تھا۔ آپ کا برطانوی حکومت کی جانب سے چلائی جانے والی ایک خفیہ میڈیا کمپین کا ٹھیکہ وصول کرنے کا بھی ارادہ تھا جس نے پاکستانی میڈیا کے روپ میں کام کرتے ہوئے ’دہشت گردی‘ کے خلاف ایک میڈیا مہم چلانی تھی لیکن اس سے پہلے ہی آپ کو مجاہدین نے گرفتار کر لیا۔

یو ایس ایڈ کے ایک پراجیکٹ میں، آپ نے کراچی کی دو مصروف ترین بندرگاہوں سے افغانستان تک کے زمینی راستے کو اپ گریڈ کرنے پر بھی کام کیا جس میں نقل و حمل کے دیگر

مختلف ذرائع جیسے ریلوے اور موٹر ویز کی اصلاح پر بھی کام شامل تھا۔ انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ یہ پراجیکٹ دراصل پاکستان اور افغانستان کے درمیان نیٹو سپلائی کو آسان بنانے کے لیے شروع کیا گیا تھا۔

۲۸ فروری ۲۰۱۳ء کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وارن وائن سٹائن کو اسلام قبول کرنے کا شرف بخشا۔ ان کا اسلامی نام اسحاق بن سڈنی ہے۔

یہ مفصل رپورٹ تین حصوں پر مشتمل ہے:

- اسحاق صاحب کا قبولِ اسلام اور اس کے بعد کی زندگی
- مستقبل میں اسحاق صاحب کے ساتھ کیا کیا جاسکتا ہے اس بارے میں چند گزارشات
- اسحاق صاحب کی رہائی کے سلسلے میں امریکی حکومت کے ساتھ مذاکرات

اس موضوع کو شروع کرنے سے پہلے، میں چند باتیں بیان کرنا چاہوں گا۔ ذیل میں پڑھنے والے کو جو بھی معلومات ملیں گیں، ان کو لکھنے سے پہلے میں نے انتہائی احتیاط اور باریک بینی سے ان کا جائزہ لیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی جسارت کر رہا ہوں۔ اگرچہ ہمارے دین نے ہمیں ظاہر اور ظاہری اعمال کی بنیاد پر لوگوں کے بارے میں فیصلہ کرنے اور ان کے ساتھ پیش آنے کی ہدایت کی ہے، لیکن میں نے اسحاق صاحب اور ان کے اسلام قبول کرنے اور پھر اس کے بعد کی ان زندگی کا (شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے) مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا ہے۔ جن کی تفصیلات رپورٹ میں آتی رہیں گی، ان شاء اللہ۔ مزید بر آں، میں ان بھائیوں سے جو اسحاق صاحب کے ساتھ تقریباً ۱۰ ماہ سے رہ رہے ہیں، اس موضوع پر تبادلۂ خیال اور مشورہ کرتا رہا۔ اس کے باوجود قارئین کے سامنے مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ انسان کمزور ہے اور اس کی بصارت محدود ہے۔ سب کچھ جاننے والا اور دیکھنے والا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے جو ساتوں آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے۔ ہم پر بس اتنا لازم ہے کہ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈریں، پورے اخلاص کے ساتھ محنت کریں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر قائم رہیں اور پھر اپنے رب پر توکل کریں۔ اور مومن کے لیے 'شکست' نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمارے قول و فعل میں اخلاص عطا فرمائے، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر ثابت قدم رکھے اور ہمیں جلد اپنی نصرتوں سے نوازے۔

اسحاق صاحب کا قبولِ اسلام اور اس کے بعد کی زندگی

میری خواہش ہے کہ قاری کے ذہن پر بھرپور انداز میں اس موضوع کی تصویر کشی کی جائے۔ اس لیے ہمیں اسحاق صاحب کے اسلام قبول کرنے تک کے مراحل اور ان میں وقتاً فوقتاً آنے والے اتار چڑھاؤ کو اچھی طرح جاننا ہوگا۔

قبل از اسلام

ان کی قید کے شروع ہی سے ہم ان کے سامنے مجاہدین اور امریکی حکومت کے رویوں کا موازنہ کرتے تھے تاکہ امریکہ سے ان کی وفاداری کو توڑا جاسکے۔ مثال کے طور پر، مجھے یاد ہے کہ پہلے تفتیشی سیشن کے دوران، ہم نے انہیں یہ باور کروایا کہ وہ جن اداروں کے ساتھ کام کر رہے ہیں وہ صرف لوگوں کو استعمال کرتے ہیں، اور جب یہ لوگ کسی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں، تو وہ انہیں بھول کر دوسرے لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات بنا لیتے ہیں۔ ہم نے انہیں بتایا کہ اس کے برعکس ہم اپنے قیدی بھائیوں اور بہنوں کی رہائی کے لیے اپنی جانوں اور اپنی آزادی کو خطرے میں ڈالتے ہیں۔ میں نے انہیں گزشتہ سال بنوں (پاکستان) اور تکریت (عراق) میں قیدیوں کی رہائی کی کارروائیوں کی مثالیں دیں۔

پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہم مختلف تحقیقاتی مرحلوں میں مجاہدین اور امریکی افواج (اور اس کے اتحادیوں) کے کردار اور اخلاقی پہلوؤں کا موازنہ کرتے۔ اور پھر انہیں سمجھاتے کہ اس حوالے سے ہمارا دین ہمیں کیا تعلیمات دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، میں نے انہیں بتایا کہ میں نے کئی سال قید میں گزارے ہیں اور 'ان کے لوگ' قیدیوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں۔ ان کی تذلیل کرتے ہیں، انہیں برہنہ کر کے ان کی شرمگاہوں کی بے حرمتی کرتے ہیں، ان کی عصمت دری کرتے ہیں۔ اور میں نے انہیں احساس دلایا کہ اس کے مقابل ہم ان کے ساتھ کتنا انسانی سلوک کر رہے ہیں اور اس کی جسمانی ضروریات کا کتنا خیال رکھتے ہیں۔

جب چچا اسحاق گرفتار ہوئے اسی وقت سے مجاہدین کی قیادت نے ان کی پیرانہ سالی دیکھتے ہوئے ان کی حفاظت پر معمور مجاہدین کو حسنِ تعامل کی خصوصی ہدایات دی تھیں۔ مجاہدین آپ کے کھانے پینے، دوا اور دیگر ضروریات کا پورا اہتمام رکھتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خاص امریکی طرز کی خوراک، جس کا وزیرستان کے معاشرے میں کوئی وجود نہیں تھا، اس کا پورا بندوبست کیا جاتا۔ اور بعض اوقات انہیں فراہم کرنے کی خاطر مجاہدین اپنی سیکورٹی کو داؤ پر لگا کر بڑے شہروں سے یہ انتظامات پورے کرتے۔ اس کے ساتھ ہی آپ کے دل اور دمے کی دواؤں میں بھی ناغہ نہ ہونے دیا جاتا۔ قید کے ابتدائی دنوں میں آپ کو پیٹ کی تکلیف رہنے لگی تو مجاہدین ڈاکٹروں کے چیک اپ کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کو ساری زندگی سادہ پانی پینے کی عادت نہیں رہی اس لیے آپ کے لیے منرل واٹر تجویز کیا گیا۔ اور جو آپ کو تادمِ شہادت مسلسل فراہم کیا جاتا رہا۔

شیخ ایمن الظواہری نے مجاہدین کو چچا اسحاق کے حوالے سے خصوصی ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ: ”یہ محترم آپ کے پاس قیدی نہیں بلکہ مہمان کی حیثیت سے ہیں۔“ اس لحاظ سے آپ پر ہونے والے بیت المال کے مصارف ایک عمومی مجاہد سے ۲۳ گنا زیادہ تھے۔ اور مجاہدین یہ سب اہتمامات کسی داد سمیٹنے کے لیے نہیں بلکہ اللہ کی رضا کی خاطر اس کے حکم کی تعمیل میں بجا لاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً {8} إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُوراً

اور وہ اللہ کی محبت کی خاطر مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی شکریہ۔

ہم نے انہیں بتایا کہ ہم (دینِ اسلام میں) اپنی خواہشاتِ نفسانی کے تابع ہو کر کچھ کام بھی نہیں کر سکتے بلکہ ہمارا ہر کام شریعت کے مطابق ہونا چاہیے۔ ان کو ہم سمجھاتے کہ دنیا میں ناانصافی سے نجات کا یہی واحد طریقہ ہے کیونکہ ہر کوئی اگر اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے میں لگا رہے تو دنیا کبھی انصاف و سکون سے نہیں رہ سکتی!

اسی طرح اس شبہ کا ازالہ بھی ہم بار بار کرتے کہ مجاہدین اگر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ 'امریکی ہمارے بے گناہ لوگوں (مثلاً خواتین، بچوں اور بزرگوں وغیرہ) کو مارتے ہیں، اسی لیے ہم ان سے لڑ رہے ہیں'۔ تو امریکی اور اس کے اتحادی بھی اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ 'مجاہدین ہماری ٹرینوں اور دیگر غیر فوجی تنصیبات کو بموں سے اڑاتے ہیں، اس لیے ہم ان کا مقابلہ کر رہے ہیں'۔ اب یہ کیسے جانا جائے کہ کون سا گروہ حق پر ہے؟ تو اس کے جواب میں ہم انہیں سمجھاتے کہ کوئی بھی غیر جانبدار انسان جو اسلام کے بارے میں اور اس جنگ کے تاریخی پس منظر کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا، اگر ان دونوں فوجوں کا غیر جانبداری سے جائزہ لے گا تو بآسانی معلوم کر سکتا ہے کہ کون حق پر ہے! ہم خاص طور پر انہیں یہ باور کرواتے کہ وہ (امریکی) ہمارے قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرتے ہیں لیکن دوسری جانب جب تک ہمارا دین ہمیں اجازت نہ دے ہم اپنے پاس موجود کافر قیدیوں کے خلاف اونچی آواز میں بات بھی نہیں کر سکتے، اور اس کے شریعت میں اصول مقرر ہیں۔ ہم اس بات پر بھی روشنی ڈالتے کہ کس طرح یہ مغربی لوگ اپنے بوڑھے والدین کو اولڈ ہاؤسز Old Houses میں چھوڑ دیتے ہیں، جب کہ ہمیں اپنے بوڑھے والدین کو 'اف' کہنا بھی ممنوع ہے۔ پھر ہم انہیں مغربی اقوام کی ہوس بھری غلیظ زندگیوں کے بارے میں بتاتے جو شراب، فحاشی، بے حیائی (حتیٰ کہ خاندان کے افراد کے ساتھ جنسی تعلقات میں ملوث ہونے، نعوذباللہ من ذلک)، عریانی، منشیات وغیرہ میں غرق ہیں۔ پھر ہم ان سے پوچھتے کہ امریکہ کے افغانستان پر حملے کے تقریباً گیارہ سال گزرنے کے باجود بھی آج مجاہدین کہاں کھڑے ہیں اور دنیا کی بڑی اقتصادی قوتوں کا کیا حال ہوا ہے؟ اسی طرح ہم انہیں سوچنے پر مجبور کرتے کہ جن لوگوں کا کردار اتنا پست ہو کہ وہ عوامی مقامات پر کپڑے اتارنے میں چند سیکنڈ سے زیادہ نہ جھجکتے ہوں، بھلا وہ بھی کوئی جنگ جیت پائے ہیں؟

مذکورہ بالا باتیں محض ایک آدھ بار ان کے کان سے نہیں گزریں بلکہ مختلف انداز اور پیراؤں سے مستقل اس موضوع پر ان سے گفتگو چلتی رہتی۔ ان باتوں کو یہاں درج کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ ان کے شعور میں پیش رفت کیسے ہو رہی تھی۔ یہاں ایک بات کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ میں، کم و بیش ہمیشہ ہی اسحاق صاحب کی نظر میں ان باتوں کی (چھپی ہوئی) قبولیت کو محسوس کرتا تھا۔ جب بھی ہم ان موضوعات پر گفتگو کرتے، خجالت اور احساسِ جرم سے ان کی آنکھیں (اور کبھی کبھی سر) جُھک جاتے۔

کچھ عرصے بعد، ہم نے اللہ کی عظمت کے بارے میں ان سے بات کرنا شروع کر دی کہ وہ کس طرح اپنے بندوں کی ضرورت کے وقت مدد کرتا ہے۔ ہم انہیں اللہ سے آسانی طلب کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے انہیں قرآن کی درج ذیل آیت کا ترجمہ پڑھ کر سنایا:

أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قَلِيلاً مَّا تَذَكَّرُونَ (النمل: 62)

بھلا وہ کون ہے کہ جب کوئی بے قرار اسے پکارتا ہے تو وہ اس کی دعا قبول کرتا ہے، اور تکلیف دور کر دیتا ہے اور جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا (پھر بھی تم کہتے ہو کہ) اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ نہیں! بلکہ تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو۔

اس آیت نے بظاہر ان کے دل کو چھو لیا اور بالآخر وہ کہہ اٹھے، ”میں ہی وہ شخص ہوں جو بے قرار ہے!“ انہوں نے اپنے پاس موجود انگریزی ترجمے والے مصحفِ قرآن میں وہ صفحہ نمبر نوٹ کر لیا۔ یہ مصحف پہلے ہی ساتھی ان کو فراہم کر چکے تھے۔

پھر وہ کبھی کبھی مجھ سے کہتے تھے کہ وہ اللہ سے مسلسل دعائیں کر رہے ہیں۔ اور بعض مواقع پر ان شاءاللہ اور God is great (اللہ اکبر) جیسے الفاظ بھی ان کے منہ سے نکل جاتے۔ وہ کبھی کبھی اپنے کمرے میں اکیلے ہوتے ہوئے قرآن مجید بھی پڑھتے تھے۔ دھیرے دھیرے میں نے ان کے ردِ عمل میں کچھ تبدیلی ہوتے دیکھی۔ جب بھی میں انہیں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قصے سناتا وہ ان باتوں کو بڑی دلچسپی سے سنتے اور بظاہر ان پر غور کرنے کی کوشش کرتے۔ میں نے انہیں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے چند قصے سنائے اور بتایا کہ کس طرح مسلمانوں اور اسلام کے سخت دشمن ہونے کے باوجود وہ ایمان لے آئے۔

یاد رکھیں، یہ تمام باتیں ہم ان سے پوچھ گچھ کے دوران کرتے تھے۔ آخری تفتیشی سیشن کے بعد میں ان کی جگہ سے چند ہفتوں کے لیے روانہ ہوا اور اسی دوران انہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق ہوئی۔ اس آخری مجلس میں میں نے انہیں بہت کھلے انداز میں کہہ دیا کہ اگر آپ نے اسلام قبول نہیں کیا اور اسی حالت پر آپ کو موت آگئی تو جہنم کی آگ میں آپ ہمیشہ کے لیے جلتے رہیں گے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اگر وہ اس دنیاوی قید کی معمولی سی مشقتیں برداشت نہیں کر سکتے تو آخرت کا لامتناہی رنج و الم کیسے برداشت کریں گے؟ آپ کی بیوی اور بیٹیوں سمیت کوئی بھی آپ کو اس ناختم ہونے والے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ میں نے ان سے کہا کہ شاید اللہ اس جگہ آپ کو اس لیے لایا ہے کہ کوئی دوٹوک انداز میں آپ کو سچائی سے آگاہ کر سکے اور آپ خبردار ہو جائیں۔ تاکہ قیامت کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے آپ یہ نہ کہہ سکیں کہ مجھے تو اس کا علم نہیں تھا! اس پر وہ دھیرے سے کہنے لگے: 'مجھے خود بھی اس بات کا احساس ہے کہ میرے یہاں آنے کی کوئی وجہ ہے۔'

۲۳ فروری ۲۰۱۳ء کو، میں نے تفتیشی رپورٹ لکھنے کے لیے اسحاق صاحب کی جگہ سے چند ہفتوں کے لیے رخصت ہوا اور ان کے ساتھ موجود بھائیوں سے کہا کہ وارن وائن سٹائن کو ذرا شیخ انور العولقی کے لیکچرز سننے کے لیے دیں۔ پانچ دن بعد، ۲۸ فروری ۲۰۱۳ء کو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو اسلام قبول کرنے کی نعمت سے نوازا۔ یہ سب ایسے وقت میں ہوا کہ جب میں وہاں نہیں تھا اور مجھے تقریباً ایک ماہ بعد ایک بھائی کے خط سے اس کا علم ہوا۔

چچا اسحاق کو حراست میں لیے جانے کے ڈیڑھ سال بعد ان کی خدمت اور حفاظت پر معمور ساتھیوں کو ان کے اندر کچھ عجیب تبدیلیاں محسوس ہوئیں۔ آپ کے انداز اور گفتار نہایت دھیمے اور مؤدبانہ ہوتے گئے۔ ضرورت کے چند جملوں کے سوا آپ سارا دن خاموش رہتے۔ دن کے بیشتر حصے میں آپ کانوں میں ایم پی تھری ایئر فونز لگائے شیخ انور العولقی کے دروس سنتے رہتے۔ وہ فروری ۲۰۱۳ء کی ایک سرد رات تھی جب مسٹر وارن وائن سٹائن نے اپنے برابر میں موجود مجاہدین کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ رات کے تقریباً ایک بج رہے تھے۔ ایک مجاہد بیدار تھا جو اپنے پہریداری کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ دروازے پر دستک سن کر وہ چلتا ہوا وارن وائن سٹائن کے پاس آیا اور پوچھنے لگا: ''آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟''... ''جی! میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ میں تم لوگوں کے دین میں کیسے داخل ہو سکتا ہوں؟'' یہ سن کر اس مجاہد کا پہلا فطری ردِ عمل یہ تھا کہ اس نے اپنی کلائی سے بندھی گھڑی پر ایک نگاہ ڈالی اور حیرت سے پوچھنے لگا: ''ابھی ابھی؟!!''... چچا تیز رفتاری سے بولنے لگے: ''ہاں! کیونکہ اگر میں اسی رات تمہارے دین میں داخل ہوئے بغیر مر گیا تو سیدھا آگ میں جاؤں گا''۔ وہ مجاہد دوڑتا ہو دیگر ساتھیوں کی طرف گیا اور زور زور سے چلانے لگا۔ ''اٹھو! اٹھو! چاچا کلمہ پڑھنا چاہتا ہے!''۔ مرکز میں موجود پانچوں ساتھی اپنے بستروں سے اچھل کر اٹھے اور اپنی آنکھوں کو ملتے ہوئے دوڑ کر مسٹر وارن وائن سٹائن کے پاس آئے۔ ''میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں''۔ ''ٹھیک ہے! میں کلمہ پڑھتا جاؤں گا اور آپ میرے پیچھے دہراتے جایئے''، مرکز کے امیر فیصل مزمل بھائی (اسلام آباد سے تعلق رکھنے والے ایک مجاہد) نے کہا۔ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ''۔ تکبیر... اللہ اکبر!!! کی صداؤں سے یہ چھوٹا سا مرکز گونج اٹھا۔ اِدھر موجود سب افراد اپنی نم آنکھیں لیے ایک شخصیت سے گلے مل کر ان کا ماتھا چوم رہے تھے۔ جی ہاں یہ شخص چچا اسحاق تھے... ڈھائی ارب مسلمانوں کی سوسائٹی میں ایک نئے رکن کا اضافہ ہو چکا تھا۔ ساتھیوں نے رات میں ہی پانی گرم کیا اور چچا اسحاق کو نہانے کے لیے دیا۔ ایک ساتھی نے اپنے صاف ستھرے شلوار قمیص چاچا اسحاق کو تھمائے۔ نہا کر جب چچا باہر آئے تو کہنے لگے ''میں نے رات والی نماز (عشاء) نہیں ادا کی...'' مجاہد فیصل مزمل نے ترتیب وار آپ کو نماز پڑھنا سکھائی۔ یہ وزیرستان میں جمعہ کی ایک حسین رات کا قصہ تھا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد

میں گیارہ اپریل ۲۰۱۳ء کو دوبارہ اسحاق صاحب کی جگہ پر گیا... یہ پہلا موقع تھا جب میں ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس جگہ پہنچنے سے پہلے، ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ اسحاق صاحب نیکیوں کے حصول کے لیے کس قدر کوشاں ہیں۔ بھائی نے مجھے بتایا کہ وہ نماز سیکھ چکے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، کتابیں پڑھتے ہیں... اور عربی سیکھ رہے ہیں۔

جب شیخ ایمن الظواہری کو مسٹر وارن وائن سٹائن کے اسلام قبول کرنے کا علم ہوا تو آپ نے ہدیے کے طور پر انہیں ایک لیپ ٹاپ بھیجا۔ چچا اسحاق کے دل میں اس تحفے کی بڑی قدر تھی اور آپ اس کو علم کے حصول کے لیے استعمال کرتے تھے۔ ادارہ السحاب کے پاس بعض ایسی ویڈیوز موجود تھیں جن میں چچا اسحاق لیپ ٹاپ پر کتب کے مطالعے میں نظر آتے ہیں۔ لیکن بالافسوس شمالی وزیرستان آپریشن کے نتیجے میں یہ ڈیٹا ضائع ہو گیا۔

بھائی نے مجھے بتایا کہ الحمدللہ اسحاق صاحب بلا کا حافظہ رکھتے ہیں اور کسی بھی چیز کو انتہائی سرعت سے سیکھ جاتے ہیں۔ اور حیرت کی بات یہ کہ سبحان اللہ، اس بھائی کی باتیں میرے لیے بالکل نئی نہیں تھیں کیونکہ اس وقت تک میں اسحاق صاحب کے ساتھ (تحقیقاتی نشستوں میں) ایک طویل عرصہ گزار چکا تھا۔ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں کس قسم کی عقل سے نوازا ہے۔ بھائی نے مجھے یہ بھی بتایا کہ اب ان کا چہرہ بالکل بدل گیا ہے اور ان کے چہرے پر نورِ (ایمان) کا مشاہدہ بآسانی کیا جا سکتا ہے۔

پھر جب میں نے اسحاق صاحب کو دیکھا تو ماشاءاللہ میں نے خود ان کے چہرے پر ایمان کے نور کا مشاہدہ کیا۔ جس لمحے میں ان کے کمرے میں داخل ہوا، انہوں نے مصافحہ کے لیے میری طرف ہاتھ بڑھایا... اور جب سے میں انہیں جانتا ہوں، وہ پہلی مرتبہ ہی ایسا کر رہے تھے۔ میں نے بھی انہیں مصافحہ کیا (یقیناً پہلی بار)، گلے لگایا اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

(باقی صفحہ نمبر 92 پر)

افسانہ

دوسری قسط

کتابِ عظیم

سبیل سالک

”یار! ایک کش لے لو گے تو کون سا عادت پڑ جائے گی!“

کانوں تک کٹی زلفوں والے ایک لڑکے نے سگریٹ عماد عمر کی طرف بڑھایا ہی تھا کہ وہ جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹا۔

دور کرو اس کو مجھ سے!“ اس نے غصے سے اس کے سگریٹ والے ہاتھ پر مارا جس سے سگریٹ نیچے گر گیا۔

”یار کبھی کبھار تم بالکل ہی بچے بن جاتے ہو!“ اس لڑکے نے ملامتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا اور زمین پر گرا سگریٹ اٹھانے لگا۔

اس کو اپنے اس دوست کی بے باکی پر سخت اشتعال آیا تھا۔ وہ اس کے سامنے سگریٹ پی لیا کرتا تھا حالانکہ جانتا تھا کہ عماد عمر کو سگریٹ پینے سے سخت نفرت تھی۔ عماد عمر نے اس کو کبھی منع تو نہیں کیا تھا مگر اس کے دوستوں میں کبھی کسی نے اس کو سگریٹ آفر کرنے کی ہمت بھی نہ کی تھی۔ آج پہلی دفعہ ایک لڑکے نے اس کو سگریٹ آفر کرنے کی ہمت کی تھی اور اس کا ردِ عمل بالکل بے ساختہ تھا۔

”یار صرف ایک کش!“ وہی لڑکا دوبارہ اس کے پیچھے پڑ گیا۔

امتحانات ختم ہو گئے تو عماد عمر کے مشغلے ہی بدل گئے۔ اب وہ آزادی سے یہ فراغت کا وقت گزار سکتا تھا۔ ویسے تو اس کو اپنے ماں باپ کی جانب سے کوئی بھی پابندی نہیں تھی۔ مگر دادو نے اس کی تربیت بڑی محنت سے کی تھی جس کی وجہ سے وہ عموماً ان بڑے گناہوں سے بچا رہا تھا جن میں اس کی عمر کے لڑکے مبتلا ہو جاتے تھے۔ بارہا اس کا بھی ان چیزوں میں شریک ہونے کا دل کیا مگر صرف دادو کو تکلیف نہ دینے کی خاطر وہ ان غلط مشغلوں سے دور ہی رہتا تھا۔

”عماد عمر! میری تم سے بہت امیدیں وابستہ ہیں...... مجھے یقین ہے کہ تم میرے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤ گے...... تم میری تربیت کا لاج رکھو گے!“

ہر بار جب بھی وہ کسی غلط کام کا ارادہ کرتا اس کو دادو کی وہ بات یاد آ جاتی تھی۔

”میں کہہ رہا ہوں سبحان! آئندہ میرے سے ایسی بے ہودہ بات کرنے کی ہمت نہ کرنا!“ عماد عمر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تلخ لہجے میں بولا۔

”یار! تیری دلیری کہاں کھو گئی...... عرصہ ہو گیا تیری کسی بے باکی کو دیکھے ہوئے...... تو تو دن بدن ڈرپوک بنتا جا رہا ہے!“ اب عماد عمر کا خون کھولانے کے لیے اس کا ایک دوسرا دوست بھی آ گیا۔

”تف ہے عماد عمر! تم نے ایسے دوستوں سے دوستی کی ہی کیوں؟“

گو کہ دادو نے کئی دفعہ اس کو یہ جملہ کہا تھا اور وہ ہر دفعہ ان کی اس بات سے چڑ جاتا تھا مگر آج اس لمحے اس نے بھی دل میں بے اختیار یہی سوچا تھا۔

”کچھ نہیں ہوتا بے بی عماد!...... تمہاری گرینڈ ماما یہاں پر نہیں ہیں!...... ان کو نہیں معلوم ہو گا کہ ان کا عماد عمر سگریٹ کا ایک کش لگا رہا ہے“ سبحان نے اس کا تمسخر اڑایا۔

اس کا جملہ سن کر عماد عمر طیش میں آ گیا۔ بے ساختہ دل کیا کہ اس کے ہاتھ میں تھا سگریٹ اس کے ہاتھ سے اچک کر منہ میں ڈال لے تا کہ اس کی بہادری کی دھاک سب پر بیٹھ جائے۔ وہ آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے سگریٹ لے ہی لیتا۔ مگر کچھ سوچ کر سگریٹ کی طرف بڑھتا ہاتھ یک دم پیچھے کھینچ لیا۔

”کیوں کیا ہوا؟ کیا پھر ڈر گئے؟“ اس کو ہاتھ آگے بڑھاتے دیکھ کر لڑکوں کو کچھ امید پیدا ہو گئی تھی کہ وہ ان کے ساتھ برے کام میں شریک ہو ہی جائے گا۔

”تم سمجھتے ہو کہ میں کمزور ہوں...... دراصل ان غلط کاموں سے بچنے والے لوگ اصل بہادر ہوتے ہیں!“

کل ہی تو دادو نے اس کو یہ بات کہی تھی اور اس پر ان کی بات کا اثر نہ ہوا تھا۔ اب یہی بات اپنے دوستوں کے سامنے دوہراتے ہوئے اس کو حیرت ہوئی تھی۔

”بڑے اچھے ڈائیلاگ یاد کر رکھے ہیں“، دوسرا لڑکا ہنسا ”یار کسی اور کو بہلاؤ ان باتوں سے!“

”زیرک! میرے غصے کو آواز نہ دو...... میں نے کہا ہے آئندہ مجھ سے فضول باتیں مت کرنا!“، اب کی بار عماد بہت درشتگی سے بولا تھا۔

لڑکوں نے بھی اس کو اس کے حال پر چھوڑ دینا ہی مناسب سمجھا۔ وہ جانتے تھے کہ جب عماد عمر کو غصہ آ جاتا تو کسی کا لحاظ نہ کرتا تھا۔ عماد عمر ویسے اچھے مزاج کا لڑکا تھا، وہ دوستوں سے بہت کم لڑتا تھا مگر جب اس کو غصہ آ جاتا تو کسی میں بھی اس کا غصہ سہنے کی تاب نہ ہوتی تھی۔

☆☆☆☆☆

میٹرک کا ریزلٹ آؤٹ ہو گیا۔ عماد عمر کا بہت اچھا رزلٹ آیا تھا۔ میٹرک کے بعد ایف ایس سی میں بھی اس نے ہونہار طالب علم ہونے کا ثبوت پیش کیا تھا۔ ایف ایس سی کرنے کے بعد اب وہ کسی اعلیٰ یونیورسٹی سے بیچلرز کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ مختلف یونیورسٹیز میں اپلائی کر چکا تھا۔ حماد صاحب کا خیال تھا کہ عماد عمر کو پاکستان کی بجائے باہر کی کسی یونیورسٹی میں داخلہ لینا چاہیے۔ حسینہ خاتون اور دادو نے البتہ اس خیال کی بہت مخالفت کی تھی۔ حسینہ خاتون تو اپنی اکلوتی اولاد کو اپنے سے دور نہ کرنا چاہتی تھیں اور دادو یورپ یا امریکہ کے معاشرے میں اس کے ایمان کے لیے بہت فکر مند رہتی تھیں۔ عماد عمر اپنی ماں اور دادی کو دکھ تو نہیں دینا چاہتا تھا مگر پاکستان کی معاشی حالت اس کے سامنے تھی اور وہ جانتا تھا کہ اپنے ہی ملک میں رہ کر اس کا کوئی خاص مستقبل نہ ہو سکے گا۔

آج کا دن اس کا اسی دوڑ دھوپ میں ہی گزر گیا تھا۔ اپنے گھر پہنچا تو گھر میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اس کو یاد آیا کہ حماد صاحب کی آج کوئی بزنس پارٹی تھی جب کہ حسینہ خاتون کسی چیرٹی لنچ پر گئی ہوئی تھیں۔ نوکر بھی اپنے اپنے کام کر کے کوارٹرز میں جا چکے تھے۔

”دادو! دادو! آپ کہاں ہیں؟“ اچانک دادو کا خیال آنے پر لاؤنج میں ہی کھڑے کھڑے وہ ان کو پکارنے لگا۔

دادو کی طرف سے جواب نہ پا کر وہ ان کے کمرے کی طرف بڑھا۔ اب وہ دادو کے کمرے میں سوتا تو نہیں تھا مگر دادو سے اس کو ابھی بھی اتنا لگاؤ تھا کہ دن کا بہت سا حصہ ابھی بھی وہ دادو کے ساتھ ہی گزارتا تھا۔

”السلام علیکم دادو!“ دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر وہ دادو کے کمرے میں داخل ہوا۔

دادو حسب معمول اپنی محبوب ترین چیز ہی سن رہی تھیں۔ کمرے کا دروازہ کھلا تو قرآن کی خوبصورت تلاوت کی آواز عماد عمر کی سماعت سے گزری۔ شاید یہی وجہ تھی کہ دادو کو اس کی آمد کا معلوم نہ ہو سکا تھا۔

”وعلیکم السلام...... آ گئے تم؟“ دادو نے ٹیپ ریکارڈر کی آواز آہستہ کر دی۔

کمرے میں تلاوت کی دھیمی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔

”دادو! کیا کر رہی ہیں؟“

”کچھ بھی نہیں......بس اللہ کا کلام سن رہی تھی!“

اس نے کچھ حیرت اور عقیدت سے ان کو دیکھا۔ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی تھی مگر اس کی دادو ابھی تک اپنی ’اصل‘ سے ہی جڑی ہوئی تھیں۔

”تم نے نماز پڑھ لی؟“ اچانک کسی خیال کے تحت انہوں نے اس سے پوچھا۔

”جی راستے میں ہی مسجد میں پڑھ لی تھی“ اس نے ان کی تسلی کروائی، ”دادو پتہ ہے...... جرمنی کی ایک یونیورسٹی میں میرا ایڈمیشن ہو گیا ہے۔“

وہ جانتا تھا کہ آگے سے دادو کیا ردعمل دیں گی۔ مگر حسب توقع دادو نے کچھ بھی نہ کہا۔ بس خاموشی سے اس کو دیکھتی رہیں۔

”کیا ہوا دادو؟ آپ مجھے مبارکباد نہیں دیں گی؟“ اس نے ان کو چھیڑنے کی کوشش کی۔

”کس بات کی مبارکباد دوں؟...... اس بات کی کہ تم میرے جنازے پر بھی نہیں پہنچ سکو گے؟ یا اس بات کی کہ اب تمہاری پوری زندگی مسلمانوں کے دشمنوں کو فائدہ پہنچاتے گزر جائے گی!؟“......

”یہ دادو بھی نا...... بلیک میلنگ بڑی اچھی کر لیتی تھیں!“، وہ دل ہی دل میں مسکرایا۔

”دادو! میں صرف پڑھنے جا رہا ہوں...... اس کے بعد واپس آ جاؤں گا ان شاء اللہ!“ وہ دادو کے برابر میں ہی جگہ بنا کر بیٹھ گیا۔

ان کی بوڑھی آنکھوں میں کچھ ٹوٹا تھا۔ عماد عمر نے ان سے نظریں چرا لیں۔

”دادو! میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں واپس......“

”عماد عمر!........... میں نے تم سے اور حماد عمر سے بہت امیدیں باندھیں تھیں۔ میری ہمیشہ سے یہ خواہش تھی کہ میرا بیٹا بڑا ہو کر کوئی بڑا کام کرے........... مگر حماد عمر نے میری امیدوں پر پانی پھیر دیا........... وہ بڑا ہوتے ہی دنیا کی رنگینیوں میں ہی کھو کر رہ گیا!........... پھر میں نے تمہارے اوپر بہت محنت کی عماد عمر!........... میں نے تمہیں اللہ، اس کے رسول اور اس کی کتاب سے جوڑ کر رکھنے کی بہت کوشش کی........... مگر عماد عمر........... شاید یہ قسمت کا لکھا ہے کہ ایک بار پھر تم بھی میری تمام امیدوں پر پانی پھیرنے جا رہے ہو!“

دادو کی جذباتی باتیں سن کر عماد عمر حیران ہی رہ گیا تھا۔ ان کا پوتا اتنی اچھی جگہ پڑھنے جا رہا تھا۔ ان کا تو سر فخر سے بلند ہو جانا چاہیے تھا۔ اس یونیورسٹی میں تو مشکل سے کسی کو داخلہ ملتا ہے۔ اور عماد عمر کو تو میرٹ پر داخلہ مل گیا تھا۔

”دادو! میں........... میں........... کیا کہوں؟........... آپ لوگ جو ہیں نا........... ابھی تک پرانی دنیا میں ہی رہ رہے ہیں........... آج کی دنیا میں کامیابی کا معیار کچھ اور ہے!“

وہ ابھی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ دادو نے اس کا جملہ اچک لیا۔

"عماد عمر! تم نے یورپ جانا ہی ہے تو بس مجھ سے ایک وعدہ کرو" دادو اس کی بات کاٹ کر بولیں۔

"کیا؟" عماد عمر نے پلکیں جھپکائے بغیر پوچھا۔

"یہ کہ وہاں جاکر تم اپنے اللہ کو نہیں بھولو گے...... اپنے نبی ﷺ کو نہیں بھولو گے...... اللہ کی کتاب کو نہیں بھولو گے!" دادو بولیں۔

عماد عمر نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔ وہ تو سمجھا تھا نجانے وہ کیا کہنے لگی ہیں۔ مگر انہوں نے تو آسان سی چیز مانگی تھی۔

یا شاید وہ اس کو آسان سمجھتا تھا۔

"ٹھیک ہے دادو!"

"اور کبھی کسی گناہ کے قریب نہ جانا!...... حلال کھانا...... اور حرام سے بچنا!...... چاہے وہ مال حرام ہو یا عمل حرام!"

"ٹھیک ہے دادو!" عماد عمر نے دھیرے سے سر ہلایا۔

دادو کے سامنے بیٹھا وہ عماد عمر اس عماد عمر سے یکسر مختلف ہوتا تھا جس کو باہر کی دنیا جانتی تھی۔ بااعتماد، تھوڑا سا ضدی اور کسی سے نہ ڈرنے والا عماد عمر اپنی دادو کے سامنے بالکل بدلا ہوا اور ایک شریف سا بچہ بن جاتا تھا۔

"ٹھیک ہے دادو! میرا آپ سے وعدہ!"

"اور تم واپس پاکستان ضرور آؤ گے...... وہاں کافروں کے غلام نہیں بن جاؤ گے!"

"ٹھیک ہے دادو! میرا آپ سے وعدہ!...... اب خوش؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

مگر دادو کے چہرے پر کوئی مسکراہٹ نہ آسکی بلکہ آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"خوش تو میں کبھی بھی نہیں ہوسکتی............ بس اب میں تمہارے لیے دعا گو رہوں گی!" دادو نے اپنے دوپٹے کے پلو سے اپنی آنکھیں پونچھیں۔

☆☆☆☆☆

اندھیرے کمرے میں شیشے کی قیمتی میز پر صرف ایک موم بتی جل رہی تھی۔ موم بتی کی لرزتی ہوئی روشنی کمرے کو روشن کرنے کی بجائے شیطنت کا احساس دے رہی تھی۔ شاید اس احساس میں شدت ان دو نفوس کی موجودگی کی وجہ سے ہو رہی تھی، جو ایک دوسرے سے بالکل قریب کھڑے انتہائی پست آواز میں بات کر رہے تھے۔ موم بتی کی روشنی میں ان کے سائے بھی لرزتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

"نہیں بیٹے! ابھی اس کا وقت نہیں آیا!...... ابھی مزید انتظار کی ضرورت ہے!" موم بتی کی مدھم سی روشنی بولنے والے کے چہرے پر کریہہ سائے ڈال رہی تھی۔

سفید داڑھی والا وہ ایک بوڑھا شخص تھا جس کے جسم پر رعشہ طاری تھا۔ مگر بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں شیطانیت ابھی بھی رقص کر رہی تھی۔ اس کے پہلو میں بھوری آنکھوں والا ایک نوجوان بیٹھا تھا۔ اس کی پیٹھ، موم بتی کی روشنی پڑنے سے پیلی پیلی لگ رہی تھی۔ چہرہ اس کا ویسا ہی تاریک تھا جیسا کہ اس کا دل۔

"ابا! آپ پچھلے کتنے سالوں سے اس منصوبے پر عمل کر رہے ہیں...... اب میرے خیال میں اس کو ٹیسٹ کرنے کا وقت آگیا ہے!"

"نہیں راحول برائٹ! نہیں!" بوڑھا ایک دم غصے سے بولا "ابھی مسلمانوں کی غیرت ختم نہیں ہوئی!...... وہ ہمیں تباہ کر دیں گے!"

"ابا! آپ نے جب یہ تجاویز ۱۹۴۰ء میں لندن کے 'لاج' میں پیش کی تھیں تب تو آپ بڑے پر امید تھے...... مگر اب میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کچھ مایوس ہونے لگے ہیں!" نوجوان کی آواز بھی کچھ بلند ہوگئی۔

"راحول!... تب میں سمجھتا تھا کہ ہم نے مسلمانوں کو سلا دیا ہے...... ان کو دبا دیا ہے...... مگر اب دنیا کی حالت دیکھو تو مسلمان تو ہر جگہ جاگ چکے ہیں...... ہمیں نوچ ڈالنے کو بے چین ہیں!"

نوجوان چند لمحے اس بوڑھے شخص کو دیکھتا رہا۔ بوڑھا بھی شاید اتنا بولنے کے بعد تھک سا گیا تھا۔ قریب ہی موجود کرسی پر بیٹھ کر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔

"ابا! آپ کو اب فکر کی ضرورت نہیں ہے...... ہمیں فکر تب ہوتی جب ہمیں یا ہماری کیمونٹی کو کچھ گزند پہنچنے کا خطرہ ہوتا!...... اب ہم اسرائیل کی سرزمین پر ہیں اور بالکل محفوظ ہیں...... ہمیں کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا!"

"اور یہ جو فلسطینی دن رات ہمارے ناک میں دم کیے رہتے ہیں...... وہ؟" بوڑھا تنک کر بولا۔

نوجوان کے چہرے پر بھی مزید تاریکی چھاگئی۔ وہ بھی گہری سوچ میں گم ہوگیا۔ اس کا باپ شاید ٹھیک ہی کہتا تھا۔ وہ شیشے کے محل میں رہتے ہوئے کسی دوسرے کے گھر پر پتھر نہیں اچھال سکتے تھے۔

اچانک راحول برائٹ نے اپنا سر اٹھایا اور ایک مکروہ مسکراہٹ اس کے بھدے سے چہرے پر پھیل گئی۔

”ہم ایسا کام کریں گے کہ کسی کو شک بھی نہ ہو گا کہ اس سارے منصوبے کے پیچھے ہم یہودیوں کا ہاتھ ہے!“

”دیکھ لو راحول.. کہیں الٹا نقصان ہی نہ کر بیٹھنا!“ بوڑھے برائٹ نے ایک دفعہ پھر اس کو خبردار کرنا چاہا۔ وہ جانتا تھا کہ جو کام اس کا بیٹا کرنے کا سوچ رہا تھا وہ صدیوں سے ان کا خواب تو تھا مگر یہ کام گویا آگ سے کھیلنے کے مترادف تھا۔

”نہیں ابا! اس دفعہ تم فکر ہی نہ کرنا........ ہم نے چند Satanist لڑکوں میں سے ایک لڑکے کا انتخاب کیا ہے........ یہ لوگ تو ہمارے لیے تیار کھیتی ہوتے ہیں........ وہ شیطان کے ایک اشارے پر کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جائے گا!........ مسلمانوں سے وہ شدید نفرت کرتا ہے........ وہ یہ کام انجام دینے کے لیے تیار ہے۔“

”ٹھیک ہے........ مگر اس کی حفاظت کا مکمل انتظام رکھنا........ یہ نہ ہو کہ اس کو کوئی مسلمان نقصان پہنچا بیٹھے اور ہمارا منصوبہ الٹا پڑ جائے۔“

”ابا! تم بے فکر رہو!........ میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے۔“

☆☆☆☆☆

جرمنی کی فلائٹ کے ٹکٹ لیے وہ اپنے گھر میں داخل ہوا ہی تھا کہ ٹھٹک کر رک گیا۔ لاؤنج میں ٹی وی سکرین کے سامنے حماد صاحب، حسینہ خاتون اور دادو کسی بات پر زور و شور سے بحث کر رہے تھے۔ اس کا ماتھا ٹھنکا۔ یہ غیر معمولی بات تھی۔ اس کے پاپا، ماما اور دادو بہت کم یوں اکٹھے بیٹھے نظر آتے تھے اور وہ بھی صبح ہی صبح 'دس بجے'۔

”کیا ہوا ہے؟ خیر ہے؟“

اس کے ماں باپ کے چہروں پر ناگواری اور پریشانی کے آثار بہت واضح تھے مگر دادو کا چہرہ تو غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

”سنو...... ٹی وی پر کیا خبر چل رہی ہے!...... مر گئے ہیں مسلمان! کوئی بھی غیرت مند نہیں بچا! کوئی بھی باحمیت مسلمان اس دنیا میں نہیں بچا!“ دادو کی آواز غصے سے بلند ہو رہی تھی۔

بلند آواز سے بولنے اور جوشِ غضب کے باعث دادو کا جسم بری طرح لرزنے لگا تھا۔ وہ صوفے پر ہی بیٹھی تھیں مگر ایسے لگ رہا تھا گویا ابھی زمین پر ڈھیر ہو جائیں گی۔

”دادو! حوصلہ کریں...... ہوا کیا ہے؟!“ عماد عمر جلدی سے ان کی طرف لپکا۔

خبر کی طرف تو عماد کی توجہ نہیں جا سکی تھی اس کو تو دادو کے ردعمل نے پریشان کر دیا تھا۔ حماد عمر اور حسینہ خاتون بھی ان کو پرسکون کرانے کی کوشش کر رہے تھے۔

”تم پوچھ رہے ہو کہ کیا ہوا ہے؟!...... خود سن لو کیا ہوا ہے؟........ ان خبیثوں کی یہ مجال ہو گئی ہے!...... ہم سب مرے پڑے ہیں اسی لیے یہ ایسی ہمت کر لیتے ہیں!“ دادو اپنے آپ میں بالکل بھی نہیں تھیں۔

”حماد عمر! اس میں ہم سب قصوروار ہیں........ اگر مسلمانوں کو اپنے دین سے پیار ہوتا........ اگر ہمیں اپنی کتاب سے پیار ہوتا تو کبھی ان کی یہ جرات نہ ہوتی!........ ان خبیثوں نے سمجھا کیا ہے اپنے آپ کو!......“ کافروں پر غصہ ہوتے ہوتے اب وہ حماد عمر صاحب پر برسنے لگیں۔

”اماں جان! یہ سب ان یہودیوں کی سازش ہے!........ یہ مسلمانوں کو اشتعال دلانا چاہتے ہیں........ تاکہ کوئی مسلمان کوئی الٹی حرکت کر بیٹھے اور یہ خوشی سے ڈھنڈورا پیٹتے رہیں کہ دیکھا مسلمان شدت پسند ہوتے ہیں۔“ حماد عمر نے اپنے تئیں بڑا اچھا نقطہ اٹھایا تھا۔

مگر دادو تو یہ سن کر مزید طیش میں آ گئیں۔

”کاش کوئی ہوتا ایسا شدت پسند!........ تم سب کو ڈر ہوتا تھا کہ کہیں تمہارا بچہ شدت پسند نہ بن جائے........ میں نے جب تمہیں کہا تھا کہ عماد عمر اتنا ذہین ہے........ تم اس کو قرآن حفظ کروا دو........ تو تم نے کہا تھا کہ تم اس کے تین سال ضائع نہیں کرنا چاہتے!........ کاش تم نے اپنے بچے کو اتنا شدت پسند بنا دیا ہوتا!........ افسوس ہے تم پر حماد عمر........ اور افسوس ہے سب سے پہلے اس پر جس کی تربیت سے تم جیسے لوگ پیدا ہوتے ہیں!........ اگر مسلمانوں کے دلوں میں قرآن کی کچھ اہمیت ہوتی تو یہ بندروں کی اولادیں کبھی بھی ہمارے قرآن کی توہین کا سوچ بھی نہ سکتے!“

اب کی بار عماد عمر چونکا۔

”ہوا کیا ہے پاپا؟“ اس نے سرگوشی کے انداز میں حماد عمر سے پوچھا۔

”عماد عمر! تم ان سیاسی باتوں سے دور ہی رہو تمہاری دادو کچھ 'جذباتی' ہو رہی ہیں۔“ حماد صاحب نے اس کو اشارے سے وہاں سے چلے جانے کو کہا۔

”حماد عمر! یہ سیاسی باتیں نہیں ہیں...... یہ ہماری غیرت کا مسئلہ ہے...... یہ ہم ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی غیرت کا مسئلہ ہے...... میں دیکھتی اگر کوئی تمہاری توہین اس طرح سرِعام کرتا تو تمہارا ردعمل کیا ہوتا!...... تم تو عماد عمر کو اس شخص کا سر قلم کر دینے بھیج دیتے!“ دادو بپھر کر بولیں۔

”اف! کیا ہو گیا ہے؟...... کچھ مجھے بھی بتائیں نا!“ عماد عمر نے اپنا سر پکڑ لیا۔

”عماد عمر! جرمن کافروں نے ایک چرچ کے باہر سرعام قرآن کو جلایا ہے!...... قرآن کے نسخے کے صفحے پھاڑ کر زمین پر پھینکے ہیں!......“حسینہ خاتون آہستگی سے اس کے قریب ہو کر دکھ بھرے لہجے میں بولیں۔

عماد عمر کا دل ایک لمحے کو دھڑکنا ہی بھول گیا۔ سینے میں ایک دم گھٹن کا احساس ہوا۔ ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔ اور جسم کے عضلات تن گئے۔

غم وغصے کا ایک طوفان تھا جو اس کے اندر اٹھا تھا۔ اس کا بس چلتا تو ٹی وی کی سکرین ہی توڑ دیتا جس پر یہ منحوس خبر چل رہی تھی۔ اس نے کچھ کہنے کو لب کھولے مگر پھر دوبارہ مضبوطی سے بھینچ لیے۔

وہ کیا کہتا؟...... صرف ’بولنے‘ سے ان کافروں کے دماغ کب ٹھنڈے ہوتے ہیں؟!

”کیا دوبارہ؟“ آخر کچھ دیر کے بعد اس کے مضبوطی سے بھینچے لبوں سے صرف یہی ادا ہو سکا۔

”ہاں دوبارہ!“ دادو بولیں۔

”عماد عمر! تم اندر کمرے میں جاؤ...... تمہاری پرسوں کی فلائٹ ہے...... تم تیاری کرو...... ہمارے مسلمان اپنا احتجاج ضرور ریکارڈ کروائیں گے...... تم فکر نہ کرو...... ان خبیثوں کی عقل ٹھکانے آجائے گی!“ حماد عمر نے بھی غصے اور پریشانی کی ملی جلی کیفیت میں کہا۔

وہ سب ہی قرآن کی توہین کا سن کر غم زدہ ہوئے تھے مگر غضب کا ایک ابال تھا جو عماد عمر کے دل میں اٹھ رہا تھا۔ اس کا دل ودماغ غصے کے مارے ماؤف ہو رہا تھا۔ حماد عمر اس کے غصے کی کیفیت فوراً پہچان لیتے تھے اور جانتے تھے کہ ان کا بچہ غصے میں بالکل آپے سے باہر ہو جاتا تھا۔ اس لیے اس کو وہاں سے ہٹا دینا چاہا تھا۔

عماد عمر بھی کچھ بھی بولے بغیر لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

☆☆☆☆☆

وہ اپنی دونوں ہتھیلیوں سے کنپٹیاں مسل رہا تھا۔ کل جو خبر سن کر اس کو غصہ چڑھا تھا، وہ اب تک اترنے کا نام نہ لے رہا تھا۔ غصے کی لہریں اس کے پورے جسم کو جلا رہی تھیں۔ وہ ایک ان دیکھی آگ میں جل رہا تھا۔ اپنی بے بسی پر پیچ وتاب کھا رہا تھا۔

”ان خبیثوں کی یہ مجال!...... مسلمانوں کے زندہ ہوتے ہوئے ان کی یہ مجال؟!...... عماد عمر کے زندہ ہوتے ہوئے ان کی یہ ہمت!“

وہ غصے سے بس یہی جملے دوہرائے جا رہا تھا۔

”میرے رب کی کتاب کو ناپاک ہاتھ لگانے کی ان میں ہمت کیسے ہوئی؟“ وہ یہ سوچ کر بار بار بپھر رہا تھا۔

”یہ مسلمانوں کو دکھانا کیا چاہتے ہیں؟...... یہ کہ ہم تمہارے دین کو جیسے بھی چاہیں گزند پہنچا دیں تم آگے سے ہمیں کچھ جواب دینے کے قابل نہیں ہو؟!“

اس کے سر میں درد کی ایک تیز لہر اٹھی تھی۔

کل سے وہ اپنے کمرے میں ہی بند پڑا تھا۔ نہ انٹرنیٹ کھولا۔ نہ ہی اپنی یونیورسٹی کی ویب سائٹ کھولی۔ الماری کے پاس اس کا سوٹ کیس ابھی تک ادھ کھلا پڑا تھا۔ آج اس کو اپنی پیکنگ مکمل کر لینی چاہیے تھی مگر اس نے کل کے بعد سے کوئی ایک بھی چیز پیک نہیں کی تھی۔ ایک دم دنیا کی ہر چیز سے اس کا دل اچاٹ ہو گیا تھا۔

”ٹھک ٹھک!“

دروازہ کھٹکنے کی آواز پر وہ اپنی سوچوں سے باہر آیا۔

”آجائیں!“ سپاٹ سے لہجے میں بول کر وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

کنپٹیوں کے پاس سے دونوں ہاتھ نیچے کر لیے اور دروازے کی جانب دیکھنے لگا۔ دروازہ ہلکی سی آواز کے ساتھ کھلا اور ایک بوڑھا اور ضعیف سا وجود اندر داخل ہوا۔

”دادو آپ؟“ دادو کو چھڑی کے سہارے اندر آتا دیکھ کر وہ جھٹ سے اپنی جگہ سے اٹھا اور ان کی طرف لپکا۔

”عماد عمر! سنو کیا خبر آئی ہے“ دادو اس کو دیکھ کر چہکیں ”کل جس نے جرمنی میں قرآن کی بے حرمتی کی تھی نا...... آج ایک تیونسی مسلمان نے اس پر چاقو کے وار کیے ہیں...... اس کو زخمی حالت میں ہسپتال لے جایا گیا ہے اور مسلمان کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا ہے!“

”کیا واقعی؟“ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

سر میں درد کی جو لہریں صبح سے اٹھ رہی تھیں۔ وہ ماند پڑ گئیں۔ دل اور کندھوں پر سے ایک عظیم بوجھ اترتا محسوس ہوا۔

”یا اللہ تیرا شکر کہ غیرت مسلم ابھی زندہ ہے!“ اس نے جذباتی ہو کر کہا۔

”ہاں!...... مگر میں سوچ رہی تھی کہ عماد عمر...... اگر تم کچھ دن پہلے جرمنی چلے گئے ہوتے تو تم ہی اس خبیث کو کیفر کردار تک پہنچا دیتے!“ دادو ابھی تک اس کے کمرے کے دروازے پر ہی کھڑی تھیں ”کاش وہ مسلمان تم ہوتے عماد عمر!...... کاش میں خبروں میں سنتی کہ پاکستان سے

تعلق رکھنے والے عماد عمر نے قرآن کی بے حرمتی کرنے والے کو قتل کر دیا ہے!...... میرا دل کتنا ٹھنڈا ہوتا۔"

دادو کی بات سن کر عماد عمر نے بھرپور قہقہہ لگایا تھا۔ چند دن پہلے تک دادو اس کے جرمنی جانے پر کتنا خفا ہو رہی تھیں اور اب یہ تمنا کر رہی تھیں کہ کاش وہ کچھ عرصہ پہلے جرمنی چلا گیا ہوتا!

"اندر آئیں نا دادو!" اس نے دادو کو سہارے سے اندر لانا چاہا۔

"نہیں! بس میں اپنے کمرے میں ہی جاؤں گی......... میں نے محسوس کیا تھا کہ تم کل سے بہت ڈسٹرب ہو...... اس لیے تمہیں یہ خوشی کی خبر سنانے آئی تھی!"

"جزاکِ اللہ دادو!" وہ مسکرایا۔

دادو واپس چلی گئیں۔ اور عماد عمر جلدی سے اپنا لیپ ٹاپ کھول کر انٹرنیٹ دیکھنے لگا۔ اس واقعے کے بارے میں مزید تفصیلات اس کو انٹرنیٹ سے ہی مل سکتی تھیں۔

☆☆☆☆☆

"یہ تو ویسا نہیں ہو سکا راحول جیسا ہم نے چاہا تھا!" بوڑھا یہودی آج کچھ پریشان اور بدحواس سا لگ رہا تھا۔

وہ دونوں آج بھی کمرے میں اکیلے ہی تھے مگر وقت صبح کا تھا اور کمرے کی کھڑکی پر دھرے بھاری پردوں میں سے سورج کی روشنی چھن کر آ رہی تھی۔

"میں نے جرمنی کے چانسلر سے پہلے ہی کہا تھا کہ جب یہ کام کریں تو اس شخص کی سیکورٹی کا بہت خیال رکھیں...... مگر انہوں نے بداحتیاطی کی...... وہ تو شکر ہے کہ وہ مر نہیں گیا...... اس کی حالت خطرے سے باہر ہے!"

بوڑھا یہودی کچھ دیر اس کو دیکھتا رہا۔ پھر سر جھکا کر نفی کرنے والے انداز میں دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں گھمانے لگا۔

"نہیں راحول!...... نہیں!...... ایسے فائدہ نہیں ہو گا!......" کہتے ہوئے اس نے سر اٹھایا اور اپنے بستر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا"اس طرح تو الٹا لوگوں پر مسلمانوں کا رعب پڑ گیا ہو گا!"

راحول برائٹ اپنے باپ میخائل برائٹ کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کا باپ بہت ذہین تھا۔ ایسا نقطہ لاتا تھا جس کی جانب کسی کی توجہ نہ گئی ہوتی تھی۔ میخائل برائٹ جھکی کمر اور لرزتے، کانپتے وجود کے ساتھ دھیرے دھیرے اور احتیاط سے ایک ایک قدم اٹھاتا کمرے کے دائیں جانب کو کھڑے راحول کے برابر میں آ کر کھڑا ہو گیا۔

میخائل برائٹ جس نے ۱۹۴۰ء میں فریمیسن کے لاج میں وہ منحوس تجاویز پیش کی تھیں۔ اب تک ان تجاویز پر عمل پیرا ہونے کے باوجود بہت مایوس لگ رہا تھا۔ مگر اس کی باریک آنکھوں میں بڑھاپے کے باوجود شاطرانہ چمک ابھی تک ماند نہ پڑی تھی۔

"ہمیں دوبارہ یہ کام تب کرنا ہو گا جب ہمیں اس بات کا یقین ہو کہ ہم ان کے مقدسات کی حرمت کو پامال کریں گے اور مسلمان ہمارے معاشرے میں موجود ہونے کے باوجود ہمیں کچھ نہیں کہہ سکیں گے!...... وہ اس کو آزادی اظہار رائے ہی سمجھیں گے!" بوڑھا یہودی اپنی اجاڑ داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا "تبھی ہمیں فائدہ ہو گا راحول......... تب ہی ہمارا ایجنڈا پورا ہو گا......... جب مسلمان اتنے کمزور ہو جائیں گے تو اس وقت دنیا میں یہودی بالادستی ایک حقیقت بن سکے گی......... جب مسلمانوں میں سے دم نکل جائے گا......... وہ وقت ہو گا جب ہم اس پوری دنیا پر حکومت کے اپنے خواب پورے کر سکیں گے!..."

"نہیں ابا! اب جو میں نے آگ لگا دی ہے......... وہ بجھنے والی نہیں......... ہمارے صیہونی اور عیسائی ساتھی اب ہمارے اشارے کے منتظر نہیں رہیں گے!......... وہ اب خود ہی تمام اقدامات اٹھائیں گے!" راحول برائٹ اپنے سر کو ہلاتے ہوئے بولا۔ اس کے سر کے دونوں کو طرف لٹکی مینڈیاں اس کے سر کے ساتھ ہلتی عجیب مضحکہ خیز لگ رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے......... ہمیں کیا پروا...... اگر "Gentiles" کا نقصان ہو تو ہمیں کوئی مسئلہ نہیں!......... مگر یاد رکھنا...... کسی یہودی کا نقصان نہیں ہونا چاہیے!......... راحول!" بوڑھے نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔ مگر آخری جملہ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں تنبیہ راحول نے محسوس کر لی تھی۔

"تم بے فکر رہو ابا!"

"تمہیں پتہ ہے کہ ہمارا ایک ایک فرد کتنا قیمتی ہوتا ہے......... اگر کسی یہودی کو نقصان پہنچ گیا تو ہماری کمیونٹی یہ ہرگز برداشت نہیں کرے گی! ہم صدیوں سے مظلومیت کی زندگی گزار رہے ہیں...... اب ہم سر اٹھا کر جینا چاہتے ہیں!"

"ہم سر اٹھا کر ہی جی رہے ہیں ابا!" راحول نے نخوت سے آنکھوں پر گرتے پپوٹوں کو سکیڑا "تم دیکھتے نہیں کس طرح پوری دنیا ہماری غلام بن چکی ہے!"

بوڑھے نے اثبات میں سر ہلایا پھر اپنا کانپتا لرزتا وجود سنبھالتا دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"ایسا ہی رہنا چاہیے!...... جب تک ہمارا مسیح نہیں آ جاتا...... ہمیں اپنی محنت جاری رکھنا ہو گی!"

وہ بستر پر بیٹھ کر آہستہ آواز سے بڑبڑانے لگا۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

سوشل میڈیا کی دنیا سے......

یہاں درج فاضل لکھاریوں کے تمام افکار سے ادارہ 'نوائے غزوۂ ہند' کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

جمع و ترتیب: محمد سالِم ملک

یا منافقت تیرا ہی آسرا......فیض اللہ خان صاحب نے لکھا

ایرانی انقلاب کے بعد مسلم خطوں کی شامت آئی ہوئی ہے۔ ابتدا پاڑہ چنار سے ہوئی، پنڈی سیکریٹریٹ کا گھیراؤ ہوا، ایک حنفی اکثریتی ملک میں ''تحریک نفاذ فقہ جعفریہ'' نام کی تنظیم کھڑی کر دی گئی۔

عراق کے ساتھ دس سال کی لاحاصل جنگ رہی اور غاصب ریاست کا اسلحہ ایران کو ملتا رہا۔ بیروت کی امل ملیشیاء حزب خدا میں تبدیل ہوئی، حسن نصر اللہ نے ایرانی معاونت سے لبنان کو ایسے گھیرے میں لیا کہ طاقتور وزیر اعظم تک کو حملہ کر کے اڑا دیا گیا۔

عراق میں امریکی اترے تو ایران اتحادی کے طور پہ موجود تھا، وہاں آمر اور اہل تشیع کے قاتل صدام کے اقتدار کا خاتمہ ایران نواز حکومت کی صورت میں ہوا۔ الحشد الشعبی کے نام سے ایران نواز گروہ جمع ہوئے اور انبار و موصل میں بدترین تباہی پھیلائی گئی۔ نوری المالکی وزیر اعظم تھا جب ان شہروں میں احتجاج پہ بیٹھے عمائدین پہ حشد الشعبی کے درندے چھوڑ دیے گئے، ٹینک چڑھا دیے گئے۔

دمشق، حلب، ادلب میں بشار جیسے کائنات کے بدترین آمر کیخلاف عوامی تحریک اٹھی تو بیروت تا بغداد، پاڑہ چنار تا بامیان ایرانی جتھے بھاگے بھاگے پہنچے اور روسی تعاون سے دس لاکھ شامی کاٹ ڈالے۔

زینبیون، فاطمیون کے دستے آگے بڑھ کر قتل عام کرتے رہے۔ قُدس فورس کا قاسم سلیمانی شامی مسلمانوں کی تحریک کو کچلنے کا ذمہ دار تھا ایک دن امریکی حملے میں عراق میں مارا گیا۔

یمن کے حوثیوں سے سعودی عرب کی لڑائی کے پیچھے بھی ایرانی امداد، پیسہ، اسلحہ تھا۔

کہانیاں سنیں تو ایرانی بتاتے ہیں دراصل یہ سب قُدس کی آزادی کے لیے کر رہے ہیں جبکہ اصل میں تو مکہ مدینہ ساسانی ریاست کے ماتحت کرنا ہے۔

کیا خبر ہماری زندگیوں میں وہ دن آئے گا بھی یا نہیں کہ ہم خبر سنیں پڑھیں دیکھیں کہ ایران نے بلوچستان، دمشق، بغداد، کردستان، صنعاء، بیروت کو چھوڑ کر غاصب ریاست کی طرف بھی دو ڈھائی میزائل بھیجے ہیں۔

تہذیبوں کا تصادم......خالد محمود عباسی صاحب نے لکھا

سلیبریٹیز کی عدت میں شادیوں کو ''تہذیبوں کے ٹکراؤ'' میں نرمی لانے والے سوشل انجینیرنگ پروگرام کے تناظر میں دیکھیں تو یہ عمل مسلم تہذیبی اقدار کو مغربی طرز پر بدل دینے کا نہایت مؤثر طریقہ کار نظر آئے گا۔

مر وادیا......طلحہ احمد صاحب نے لکھا

ایک فلسطینی ماں کی ویڈیو نظر سے گزری، اس کا جوان بیٹا صہیونی فوج کی بمباری میں شہید ہو گیا اور وہ کہتی ہے الحمد للہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ ہمارا دشمن بزدل ہے آسمان سے میزائل مارتا ہے کبھی میدان میں سامنے آتا تو بات تھی۔

ذہن میں بس ایک ہی بات آئی کہ فلسطینیوں نے مر وادیا......

جس طرح کی آزمائش ان پر ہے اگر ہم پر آئی تو کیا بنے گا؟ ایمان اور عمل کا جو معیار فلسطینیوں کا ہے یہ تو ''النفس المُطْمَئِنّه'' والے ہیں۔ پھر سوچا اور اپنے گھر پر نظر دوڑائی اور زندگی کی تمام آسائشوں کو دیکھا ایسا معلوم ہوا جیسے ایمان اور شکر دونوں کبھی زندگی میں تھے ہی نہیں۔

بس ایک بات کا یقین ہو گیا کہ امتحان تو ان کا تھا ہی نہیں امتحان تو ہمارا ہے۔

اظہار یکجہتی......طاہر اسلام عسکری صاحب نے لکھا

شرکاء کا جذبہ قابل تحسین، مگر مجھے لگتا ہے کہ تہذیب جدید نے ہمیں بے ضرر احتجاجی پروگراموں کا عادی بنا کر ہماری ذہنی تسکین کا اہتمام کر دیا ہے، کہ ایسے قوموں کو آزادی ملنا ہوتی تو آج تک کوئی قوم غلامی کی زنجیروں میں جکڑی نہ ہوتی......

اس کا حل کچھ اور ہے جسے سمجھتے سب ہیں مگر اسے زبان پر لانا بھی آج ہمارے لیے ممکن نہیں رہا۔

سن اے تہذیب حاضر کے گرفتار
غلامی سے بتّر ہے بے یقینی!!!

جس کا کام اسی کو ساجھے......عثمان جامعی صاحب نے لکھا

''کیا سیاسی جماعتوں کو پاکستان توڑنے کی اجازت دے دی جائے''، جنرل عاصم منیر

بالکل بھی نہیں، بلکہ جس کا کام اسی کو ساجھے!

آزمائش شرط ہے...... محمد بلال صاحب نے لکھا

اصل لطیفہ تو یہ ہے

ملک بھر کے بحریہ ٹاؤنز میں لاکھوں افراد کو زمین مکان فلیٹ فارم ہاؤسز بیچنے، دستر خوان، اسپتال چلانے، فلائی اوور بنانے، بیشمار جرنیلوں کرنیلوں ججوں سیاستدانوں سیکریٹریوں اینکروں صحافیوں اور کالم نگاروں کو نوکریوں پہ رکھنے والے، ملک ریاض اور ان کے صاحبزادے کے نام پہ کوئی زمین ہے نہ گاڑی ہے ناہی مکان۔ بھئی اس لامکان آدمی کو وزیر اعظم بنوا دو یہ کوئی بھی چکر کر کے پاکستان کا پاسپورٹ اوپر سے چوتھے نمبر پہ لے آئیگا۔

ڈائری...... خالد انعام صاحب نے لکھا

جنہیں سوات سے گل مکئی (ملالہ) کی ڈائری ملی تھی انہیں غزہ سے کسی کی ڈائری نہیں ملی؟؟؟

جس میں بمباری کے قصے ہوں

جس میں بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں کی داستان ہو

جس میں اجڑی ہوئی ماں کی سسکتی آہ ہو

جس میں تباہ حال فلسطین کا ذکر ہو!

بقیہ: تبدیلی کا راستہ

تبدیلی کا راستہ یہ ہے کہ ملک میں اسلام سے مخلص اور صالح قوتِ نافذہ پیدا کی جائے اور یہ قوت بغیر جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے پیدا ہونا ممکن نہیں، جس کے ذریعے ملک میں موجود باطل عناصر کا صفایا کیا جائے گا۔ اگر اس بات پر اتفاق ہو جائے تو پھر جو شخص جس جگہ اور جس پلیٹ فارم متحرک ہے، اس کی جدوجہد سے اسی قوت کا حصول ممکن ہو گا۔ یہ قوت سب اہلِ خیر کی مشترکہ قوت ہو گی۔

اللہ تعالیٰ وطن عزیز میں ہم سب کو اسلام کی حکومت دکھائیں، جہاں شورائیت سے فیصلے ہوں، عدل کا نفاذ ہو، ظالم کا راستہ رکے اور مظلوم کی حمایت ہو، نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی حکومت کے قیام کی جدوجہد کی توفیق عطا فرمائیں، اہلِ دین کو متحد و متفق فرمائیں اور اہلِ باطل کو نابود فرمائیں، آمین۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين و صلى الله تعالى على نبينا الأمين۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: الیکشن اور ہم

”سنو! امام کی مثال ڈھال جیسی ہے کہ اس کے پیچھے رہ کر اس کی آڑ میں (یعنی اس کے ساتھ ہو کر) جنگ کی جاتی ہے۔ اور اسی کے ذریعہ (دشمن کے حملہ سے) بچا جاتا ہے، پس اگر امام تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دے اور انصاف کرے اس کا ثواب اسے ملے گا، لیکن اگر بے انصافی کرے گا تو اس کا وبال اس پر ہو گا۔“ (صحیح بخاری)

نیک حکمران قوموں اور ملکوں کے لیے خیر اور برکت کا باعث ثابت ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے اللہ قوموں ملکوں اور خطوں پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتے ہیں۔

مگر جہاں ظلم ہو فساد ہو، ڈاکہ زنی ہو، زنا عام ہو۔ لوگ اللہ رب العزت کو چھوڑ کر اپنے لیڈروں اور اپنے وڈیروں کی پوجا کرتے ہوں، اللہ کے دین کو چھوڑ کر اپنے لیڈروں کی باتوں کو ترجیح دیتے ہوں، وہاں پھر اللہ کا عذاب، قحط سالی، سیلاب اور زلزلوں کی صورت میں آتا ہے۔

پاکستان میں جو اتنی مہنگائی ہے یہ اللہ کا عذاب نہیں تو اور کیا ہے؟ اس لیے ہمیں اللہ رب العزت سے توبہ کرتے ہوئے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

اللہ ہم سب کے گناہ معاف فرمائے۔ آمین۔

بقیہ: اسلام کا مسافر

دو اہم کام!

اس وقت مجھے اپنے سامنے دو نہایت اہم کام نظر آرہے تھے۔ اول: اسحاق صاحب کو مطلوبہ تربیت سے گزارنے کی کوشش کرنا۔ دوم: اطمینان حاصل کرنے کے لیے اسحاق صاحب کی حرکات و سکنات کا نہایت باریک بینی سے جائزہ لینا اور اگر ان کے معاملات درست جانب رواں ہیں تو (قیادت پر فائز) ساتھیوں کو اطمینان کروانا کہ اسحاق صاحب کا قبولِ اسلام ہمیں کسی دھوکہ دینے یا ڈرامہ رچانے کے لیے نہیں ہے۔ رپورٹ کے اگلے دو حصے انہیں مشاہدات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو میں نے اب تک اسحاق صاحب اور ان کے قبولِ اسلام کے بعد کی زندگی کے حوالے سے کیے تھے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ!)

☆☆☆☆☆

آئی ایس آئی نے بھارت کو کشمیری مجاہدین کے انتقامی حملے کی مخبری کی

بھارتی جریدے "دی پرنٹ" نے ایک خبر میں انکشاف کیا ہے کہ کشمیری مجاہد رہنما ذاکر موسیٰ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی بھارتی فورسز کے ہاتھوں شہادت کے جواب میں کشمیری مجاہدین ایک انتقامی کاروائی ترتیب دے چکے تھے۔ پلوامہ واقعے کے بعد سے پاکستان بھارت مذاکرات معطل تھے جبکہ اس وقت کا پاکستانی آرمی چیف قمر جاوید باجوہ لندن میں ایک انتہائی خفیہ اور اہم مذاکرات آئی ایس آئی اور را کے درمیان کامیاب بنانے کے لیے کوشاں تھا۔ اسی نیت سے مذکورہ حملے کی منصوبہ بندی کی انٹیلی جنس معلومات پاکستانی آئی ایس آئی نے بھارت کو پہنچائی۔ بھارت نے اس انٹیلی جنس معلومات کو سنجیدگی سے لیا اور مقبوضہ کشمیر میں بڑے پیمانے پر سرچ آپریشن کیا گیا۔ اس کے بعد اسلام آباد میں بھارتی ہائی کمیشن میں دوسری دفعہ ایسی ہی اطلاع دی گئی۔ بھارتی را کے افسر نے اس متعلق بتایا کہ تب ہمیں یقین ہو گیا کہ پاکستانی آرمی چیف مذاکرات کو کامیاب بنانے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔ لندن مذاکرات ۲۰۱۸ء میں آئی ایس آئی کے میجر جنرل اسفند یار علی اور را کے آر کمار کے درمیان ایک ہوٹل میں شروع ہوئے۔ اس کے علاوہ غیر رسمی ملاقاتیں بنکاک، مسقط اور دوحہ میں بھی ہوتی رہیں۔ پلوامہ واقعے کے سبب بھارتی حلقے مذاکرات کے حق میں نہیں تھے البتہ قمر باجوہ مذاکرات کے لیے کوشش کرتے رہے۔

یہ سروے ہے یا امریکی پروپیگنڈہ؟

ذرا ملاحظہ تو کیجیے کہ وائس آف امریکہ اردو اس نام نہاد سروے کی شہ رخی کس طرح لگا رہا ہے:

"عام تاثر کے برعکس نوجوانوں کی اکثریت کو انتخابات شفاف ہونے کی امید، فوج پر اعتماد"

یعنی یہ بات کتنی مضحکہ خیز اور لطیفے سے کم نہیں ہے کہ جب الیکشن کے متعلق پورے ملک میں مختلف مکتبۂ فکر اور شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کی اکثریت کی رائے یہی ہے کہ یہ الیکشن پاکستان کی تاریخ کے متنازع ترین الیکشن ہوں گے اور فوج سب کچھ پہلے سے طے کیے ہوئے ہے، تو پھر امریکی نشریاتی ادارے کو آخر کیا تکلیف ہوئی جو یہ چورن بیچنے آ گیا؟ وائس آف امریکہ اور اپسوس کے اس نام نہاد سروے کے نتائج بھلا کیا ہیں؟ نوجوانوں کی بڑی اکثریت ووٹ دینا چاہتی ہے، الیکشن صاف اور شفاف ہوں گے، فوج سب سے قابلِ اعتماد ادارہ ہے۔ پاکستانی نوجوانوں کی اکثریت افغان مہاجرین کو ملک بدر کرنے کی حامی ہے اور بھارت سے بہتر تعلقات کی خواہش مند ہے۔ یعنی یہ سروے نہ ہوا امریکہ کی خطے سے متعلق خواہشات ہو گئیں، سروے کے نام پر جن کی وہ زبردستی پروجیکشن چاہ رہے ہیں۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ امریکہ پاکستانی فوج کو اب بھی پاکستان میں سیاہ و سفید کا مالک دیکھنا چاہتا ہے اس لیے فوج کی گرتی ساکھ کو ایسے پروپیگنڈہ سروے کے ذریعے بہتر کرنا چاہتا ہے۔

مفت بجلی کے جھوٹے اعلانات

پی پی پی کے چیئرمین بلاول بھٹو زرداری نے گزشتہ دنوں ایک عوامی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ پیپلز پارٹی حکومت بننے کے بعد ۳۰۰ یونٹس تک بجلی استعمال کرنے والے صارفین کو بجلی مفت فراہم کرے گی۔ دوسری طرف پاکستان مسلم لیگ نواز کی نائب صدر مریم نواز کی جانب سے بھی اعلان کیا گیا کہ حکومت بننے کے بعد ان کی کوشش ہو گی کہ صارفین کو ۲۰۰ یونٹس استعمال کرنے پر بجلی مفت فراہم کی جائے۔ پچھلی دو دہائیوں میں جس طرح بجلی کے بڑھتے بلوں نے عوام کی کھال کھینچی، ان مسائل کے حل کے لیے کوئی حقیقی روڈ میپ دینے کے بجائے الیکشن کے دنوں میں ایسے دعوے سننے کے بعد یہ کہنا درست ہو گا کہ پاکستان کی سیاست میں جھوٹ بولنا سب سے آسان کام ہے۔ یہ دعویٰ ایسا ہی ہے کہ ملک ریاض، جہانگیر ترین، زرداری و نواز شریف الیکشن کے بعد اپنی تمام جائیداد حکومت پاکستان کو عطیہ کرنے کی یقین دہانی کرائیں۔ توانائی کے شعبے میں کام کرنے والے ادارے ریونیوبلز فرسٹ میں کام کرنے والے ماہر توانائی مصطفیٰ امجد نے ایک نشریاتی ادارے سے بات کرتے ہوئے اس اعلان کو حقیقت کے منافی قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ملک میں بجلی کے شعبے کی جو صورتحال ہے اس میں تو ایسے کسی وعدے پر عمل ممکن ہی نہیں ہے۔

پاکستان میں کی پیڈ فونز کی بندش کا منصوبہ

وزارت انفارمیشن اینڈ ٹیکنالوجی اور ٹیلی کام نے سمارٹ فون کی رسائی کو بڑھانے کی ایک سمری کابینہ کو بھجوائی ہے جس کے تحت سادہ موبائل فون اور ٹو جی انٹرنیٹ استعمال

کرنے والے موبائل فونز کا استعمال بند کر دیا جائے گا۔ اس پالیسی کا بنیادی مقصد عام آدمی تک سمارٹ فون پہنچانا اور چھوٹے کاروباری افراد کو ای کامرس کی جانب لانا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ای کامرس کے فروغ کے لیے ایسے اقدامات کسی ترقی یافتہ ملک نے نہیں کیے تو پھر یہاں اس ترکیب کے پیچھے کیا منطق ہے؟ کہیں کچھ اور منصوبہ بندی تو نہیں ہے؟ سمارٹ فونز کے لازمی استعمال کی ایک مثال ہمارے پاس مقبوضہ مشرقی ترکستان کی ہے جہاں کمیونسٹ چینی حکومت ایغور مسلمانوں کی حرکات و سکنات ۲۴ گھنٹے مانیٹر کرنے کے لیے سمارٹ فونز کے استعمال کو لازمی قرار دیتی ہے۔ چینی حکومت مستقبل میں لوگوں کی حرکات سکنات کو کنٹرول کرنے کے لیے بھی نظام بنا رہی ہے، مثال کے طور پر کسی بھی ایغور شخص کے چہرے کو شناخت کرکے اسے ایک خاص کیٹگری میں رکھا جائے گا اور اس کیٹگری کے مطابق ہی اسے مخصوص حقوق حاصل ہوں گے۔ جبکہ چینی شہری کو کیمرہ شناخت کرنے کے بعد الگ کیٹگری میں رکھے گا۔ اسی طرح کسی بھی صحافی کو پہچان کر کیمرہ الگ کیٹگری میں رکھے گا اور اسی مطابق ڈیل کرے گا۔ پاکستان میں فروخت ہونے والے چینی برینڈ کے اینڈرائیڈ فونز کے صارفین کا مشاہدہ ہے کہ فون انہیں دوسرے فونز کی بنسبت زیادہ اشتہارات دکھاتا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق چینی کمپنیاں پابند ہیں کہ وہ صارف کا ڈیٹا حکومت کے ساتھ شیئر کریں اب چینی حکومت اس ڈیٹا کو کن مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہے صرف منافع کے حصول اور مارکیٹنگ کے لیے یا کوئی اور مقصد بھی ہے، یہ انتہائی تشویش کی بات ہے۔ پنجاب کے سیف سٹی پراجیکٹ میں چینی کمپنی ہواوے نے سروسز فراہم کی ہیں۔ اپریل ۲۰۱۹ء کی ایک خبر کے مطابق ہواوے کمپنی نے پاکستان میں سی سی ٹی وی کے کیبنٹس میں وائی فائی مواصلاتی کارڈ نصب کیا تھا۔ جس سے پاکستانی حکام بے خبر تھے۔ انہوں نے یہ کارڈ اس وقت ہٹایا جب اس کا علم پراجیکٹ کے سٹاف کو ہوا۔

کراچی کے Cool Assistant Commissioner کا ہارورڈ یونیورسٹی میں داخلہ

اسسٹنٹ کمشنر ہاضم نے اپنے ایکس اکاؤنٹ (سابقہ ٹوئٹر) پر وضاحت دیتے ہوئے کہا کہ میں نہ ہی نوکری اور نہ ہی پاکستان چھوڑ رہا ہوں میری کلاسز آن لائن ہوں گی۔ موصوف کے اسسٹنٹ کمشنر بننے پر پاکستانی میڈیا نے تو جیسے سپیشل ٹرانسمیشن شروع کر رکھی تھی، جس میں ایک طرف ان کے سٹائلش ہونے کو اجاگر کیا جا رہا تھا تو دوسری طرف ان کی انسان دوستی کے قصیدے پڑھے جا رہے تھے۔ موصوف کی فحش تصاویر اور ویڈیوز بھی سوشل میڈیا پر وائرل رہیں، جو اس ہم جنس پرست شیطان کی اصلیت بیان کرنے کے لیے کافی تھیں۔ ایک ویڈیو میں دیکھا جاسکتا ہے کہ موصوف ایک پارک کا قبضہ کسی پرائیویٹ پارٹی (قبضہ مافیا) کو دلوانے کے لیے اہل علاقہ سے لڑ جھگڑ رہے تھے۔ یہ سب کچھ انہی دنوں میں ہوا جب ٹرانس جینڈر بل کے خلاف مذہبی سیاسی جماعتوں نے پارلیمنٹ اور سینٹ میں خوب مزاحمت کی۔ اس جمہوری نظام کی خباثت کو سمجھنے کا اس سے بہتر کیس نہیں ہو سکتا تھا کہ ٹرانس جینڈر بل کے خلاف اتنی مزاحمت کے باوجود معاملے کو قانونی پیچیدگیوں میں نہ صرف الجھا دیا گیا بلکہ ایک چال یہ چلی گئی کہ سندھ کے بلدیاتی الیکشن کے قوانین میں ترمیم کرکے ٹرانس جینڈرز کے لیے بھی نشستیں مقرر کر دی گئیں۔ اب وہ مذہبی جماعت جو اس معاملے پر سب سے زیادہ ایکٹو تھی، جس نے سب سے زیادہ مزاحمت کی، وہی جماعت خود کو سیاسی دنگل میں برقرار رکھنے کے لیے مجبور ہوئی کہ وہ بھی مخصوص نشست پر خواجہ سرا کو کھڑا کرے۔ جب راستہ کھل گیا تو یقینی بات ہے کہ ٹرانس جینڈرز کو پی پی یا کوئی اور سیکولر جماعت الیکشن لڑنے کے لیے ٹکٹ دے دے گی۔ میڈیا پر بھی ایسے افراد کی پبلسٹی جاری ہے۔ یہ فتنہ آنے والے دنوں میں کیا گل کھلائے گا اس کو سوچتے ہوئے بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دجال کے ایجنٹوں کی جانب سے سیاسی نظام، بیوروکریسی اور میڈیا میں ان شیطانوں کی پذیرائی سے نوجوان نسل کو یہی شیطانی پیغام دینا مقصود ہے کہ یہ راہ اختیار کر لو تو دنیا آپ پر نچھاور ہو گی۔

جرائم کی شرح میں اضافہ اور کراچی پولیس کا کردار

کراچی میں روزانہ کی بنیاد پر موبائل چھیننے اور ڈکیتیوں کے درجنوں واقعات ہونا کوئی آج کا مسئلہ نہیں ہے۔ کراچی کے رہائشی یہ خبریں سننے کے عادی ہو چکے تھے اب تو یہ حالت ہے کہ کراچی پولیس اپنے محکمے ہی کے ریٹائرڈ افسران کو لوٹنے سے بھی نہیں کتراتی۔ بلدیہ ٹاؤن میں ریٹائرڈ پولیس افسر کے گھر میں ڈکیتی کرنے کے الزام میں سی ٹی ڈی پولیس کے ایک انسپکٹر کو جبری ریٹائر اور ۴ پولیس اہلکاروں کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ سی ٹی ڈی آپریشن سندھ کے اہلکاروں نے ۲۹ نومبر کو سادہ لباس میں سعید آباد تھانے کے علاقے بلدیہ ٹاؤن میں ریٹائرڈ پولیس افسر بشیر حسین کے گھر پر چھاپہ مارا تھا اور ان کے بیٹے کو تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد ریٹائرڈ پولیس افسر کے گھر سے نائن ایم ایم پستول، سونا اور ۲ لاکھ نقدی لے اڑے تھے۔ ایک اور واقعے میں کراچی پولیس کے اے ایس آئی کو شاہ فیصل کالونی میں منشیات فروشی کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ پولیس کے مطابق ملزم منظور احمد سے ایک کلو ایک سو دس گرام چرس برآمد کی گئی۔ ملزم عزیز بھٹی تھانے میں تعینات رہا ہے اور پہلے بھی منشیات فروشی کے الزامات میں گرفتار ہو چکا تھا۔ کچھ عرصہ قبل ایک کیس ایسا بھی سامنے آیا جس میں سادہ کپڑوں میں ملبوس اہلکاروں نے نوجوان موٹر سائیکل سواروں کو نہ رکنے پر گولی مار دی اور انہیں ڈکیت ظاہر کیا گیا۔ بعد میں زخمی ہونے والے نوجوان کے اہلخانہ کی جانب سے بتایا گیا کہ

اہلکاروں کے سادہ کپڑے ہونے کے سبب نوجوان نے انہیں موبائل چھیننے والا سمجھا اس لیے نہیں رکے۔ جب کیس کی مزید تحقیق کی گئی تو پتہ چلا وہ شخص پولیس افسر کا پرائیویٹ کارندہ تھا اور لوٹ مار میں ملوث تھا۔

امیر جماعت اسلامی کراچی حافظ نعیم الرحمٰن نے جرائم کے واقعات میں پولیس افسران کی ملی بھگت پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کراچی کے ساڑھے تین کروڑ عوام کے محافظ ہی عوام کی جان و مال کے دشمن بن گئے ہیں۔ اسٹریٹ کرائمز کی صورتحال انتہائی تشویشناک ہے، شہر میں ڈکیتی کا چوتھا واقعہ ہوا جس میں پولیس کے اہلکار ملوث ہیں۔ پولیس نے کرپشن کا بازار گرم کیا ہوا ہے اور سپاہی سے لے کر ڈی ایس پی تک سب کرپشن کے نظام میں ملوث ہیں اور اس نظام کی سرپرستی کرنے والے سسٹم میں موجود ہیں۔ کراچی سے تعلق رکھنے والے سینئر کرائم رپورٹر فہیم صدیقی اور مبشر فاروق نے حال ہی میں ہوشربا انکشافات پر مبنی ایک پروگرام رفتار کے یوٹیوب چینل کے لیے ریکارڈ کروایا ہے۔ دونوں نے کراچی میں اپنے صحافتی کیریئر کی بہت سی ہوش اڑا دینے والی باتوں کا انکشاف کیا۔ فہیم صدیقی کہتے ہیں کہ پولیس انہیں جعلی مقابلوں سے پہلے بتا کر لے جاتی تھی کہ آئیں آکر فوٹیج بنالیں۔ کئی دفعہ فوٹیج بنوانے کے بعد انہیں یاد آتا کہ ہتھکڑیاں تو اتاری نہیں تھیں۔ مبشر فاروق بتاتے ہیں ماضی میں ایک دفعہ کراچی پولیس کے ایسے بدکردار زانی شرابی اہلکاروں کی فہرست بنی جو منشیات سمیت بہت سے جرائم پیشہ گروہوں کے ساتھ منسلک تھے۔ بجائے اس کے کہ ان کے خلاف تادیبی کاروائی ہوتی انہیں مختلف ایجنسیوں اور سیاسی جماعتوں نے استعمال کرنا شروع کردیا۔ بڑے اشتہاری ملزموں کے جعلی مقابلوں کے لئے انکاؤنٹر اسپیشلسٹ سمجھے جانے والے افسران میں جوا کھیلا جاتا تھا کہ کون فلاں کے جعلی انکاؤنٹر میں کامیاب ہوگا۔ ان میں ایک انکاؤنٹر اسپیشلسٹ راؤ انوار بھی تھا۔ راؤ انوار کو ایک قتل میں ملوث ہونے کے سبب ڈی آئی جی کراچی نے تھانے سے ہٹا کر وہاں دوسرے افسر کی پوسٹنگ کردی۔ راؤ اس وقت سب انسپکٹر تھا۔ جب راؤ سے چارج لینے ایک دوسرا اہلکار اس تھانے میں جاتا ہے تو راؤ اسے اپنے ٹارچر سیل میں الٹا لٹکاتا ہے اور پھر کہتا ہے تو کون ہوتا ہے مجھ سے چارج لینے والا۔ میں اپنی پوسٹنگ خود کرواتا ہوں۔ یہ بات جب ڈی آئی جی تک پہنچتی ہے تو وہ راؤ کی معطلی کے آرڈر جاری کرتا ہے۔ اب اس وقت کے وزیراعظم نواز شریف ڈی آئی جی کو فون کرتے ہیں کہ راؤ کو بحال کرو۔ ڈی آئی جی کے انکار پر وہ ڈی آئی جی کو استعفیٰ کا کہتے ہیں۔ ایک راؤ انوار کے کیس سے ہی اندازہ لگا لیجیے کہ جو پولیس اہلکار خفیہ ایجنسیوں کے لیے کام کرتے ہیں انہیں پھر کتنی چھوٹ ملتی ہے اور ان کی کتنی طاقت ہوتی ہے کہ وزیراعظم تک اس کے لیے منتیں کرتا پھرتا ہے۔ یہ صورتحال قریباً ہر سرکاری محکمے میں ہے جہاں اگر کسی نچلے درجے کے اہلکار پر بھی خفیہ ایجنسیوں کا دست شفقت ہے تو پھر اس ادارے کا سربراہ بھی اس معمولی اہلکار کے سامنے بے بس و لاچار ہوگا۔ کراچی، جسے پاکستان کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، یہاں سرمایہ کاروں اور صنعتکاروں سے پولیس، خفیہ ادارے، ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی سے منسلک جرائم پیشہ افراد سب ہی بھتہ وصول کرتے ہیں، جس کا اثر یہ نکلا ہے کہ پچھلی دو دہائیوں میں بہت سے صنعتکار یہاں سے فیکٹریاں ختم کرکے اپنا سرمایہ بنگلہ دیش لے گئے ہیں۔

فیس بک کے ذریعے بچوں کا استحصال

امریکی سینیٹ کی یہ سماعت بڑی ہائی ٹیک فرمز اور بچوں کے آن لائن جنسی استحصال کے موضوع پر تھی۔ زکربرگ اور اسپیگل سمیت پانچ سی ای اوز نے شرکت کی۔ ان میں لنڈا یکارینِ (ایکس)، شاؤزی چیو (ٹک ٹاک) اور جیسن سائٹرون (ڈس کارڈ) بھی شامل تھے۔ مارک زکربرگ کو اس بات پر سینیٹر جوش ہالے کی طرف سے شدید نکتہ چینی کا سامنا کرنا پڑا کہ موجودہ سائنسی مواد سے سوشل میڈیا اور نئی نسل کی خراب ذہنی صحت کے درمیان کوئی براہِ راست تعلق ثابت نہیں ہوتا۔ اس سماعت کے موقع پر سینیٹ کا ہال سوشل میڈیا کے ہاتھوں شدید نقصان سے دوچار ہونے والے بچوں اور ان کے وکلاء سے بھرا ہوا تھا۔ جنوبی کیرولینا کی ری پبلکن سینیٹر لنزے گراہم نے سوشل میڈیا پر زندگیاں تباہ کرنے کا الزام عائد کیا۔ انہوں نے سی ای اوز سے کہا میں سمجھ سکتا ہوں کہ آپ نے یہ سب دانستہ نہیں کیا، مگر آپ کے ہاتھ خون سے آلودہ ہیں۔ ابتدائی کلمات میں ڈِک ڈربن نے کہا کہ بچوں کو لاحق خطرات کے رفع کرنے کی صورت نکالنا ہماری اولین ترجیح ہے۔ انہوں نے ہائی ٹیک فرمز کے سی ای اوز سے کہا کہ ان کے پلیٹ فارمز اور ایپس نے ”شکاریوں“ کو بچوں کے جنسی استحصال کے نئے ہتھکنڈے فراہم کیے ہیں۔ انہوں نے الزام لگایا کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر اعتماد پیدا کرنے اور سب کے لیے معاملات کو محفوظ بنانے پر برائے نام توجہ دی گئی ہے۔ سارا زور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو متوجہ کرنے اور زیادہ سے زیادہ منافع کمانے پر ہے۔

فرانسیسی کسانوں کا انوکھا ملک گیر احتجاج

فرانس میں کسانوں کی جانب سے ملک بھر میں اور یورپین یونین کے صدر مقام برسلز میں کم اجرت کے خلاف احتجاجی مظاہرے جاری ہیں۔ فرانس بھر کے کسانوں کا کہنا ہے کہ غیر ضروری ضوابط، بڑھتے ہوئے اخراجات اور دیگر مسائل کسانوں کے لیے پریشان کن ہیں۔ کسانوں کی جانب سے احتجاج کے نتیجے میں املاک اور ٹریفک سگنلز کو بھی نقصان پہنچایا گیا۔ احتجاج کرنے والے افراد کا کہنا ہے کہ زرعی پالیسیاں کسانوں کے لیے نقصان دہ ہیں۔ فرانسیسی کسانوں کی یونین رورل کوآرڈینیشن نے یورپی یونین کی جانب سے مسلسل بڑھتے ہوئے ضوابط اور کم آمدنی کے خلاف شرکت کرتے ہوئے یورپی یونین کے ہیڈ کوارٹر برسلز میں بھی احتجاج ریکارڈ کرایا گیا۔ بطور احتجاج کسانوں

نے سرکاری دفتروں اور اہم عمارتوں کے سامنے بدبودار زرعی کوڑا ڈال دیا۔ احتجاج کا یہ طریقہ کار دیکھتے ہوئے دل میں خواہش جاگی کہ کاش پاکستان میں بھی کسان یوں منظم ہو کر جرنیلوں کے زرعی زمینوں کے قبضے اور بیجوں اور کھاد کی اجارہ داری کے خلاف فوجی چھاؤنیوں پر دھاوا بول دیں۔ فرانسیسی کسانوں کے احتجاج کی ایک ویڈیو میں دیکھا جاسکتا ہے کہ پادری کسانوں کی ہمت بڑھانے کے لیے ان کے راستے میں مذہبی رسومات ادا کر رہے ہیں۔ پاکستان میں مظلوموں کی ہمت کیوں نہیں بندھائی جاتی؟ کیوں نہیں ظالم کے خلاف کھڑا ہونے کی ترغیب دی جاتی؟

انڈیا میزائل بردار امریکی 'پریڈیٹر ڈرون' حاصل کرنے والا پہلا غیر نیٹو ملک بن گیا

امریکہ نے ۱۳۱ انتہائی جدید پریڈیٹر ڈرونز اور اس میں استعمال ہونے والے مخصوص ساخت کے میزائل اور لیزر بم انڈیا کو فروخت کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ ایم کیو ۹ بی سکائی گارڈین ساخت کے 31 ڈرون اور میزائلوں اور دیگر متعلقہ ساز و سامان کی قیمت تقریباً چار ارب ڈالر ہے۔ انڈیا امریکی کانگریس کی منظوری کے بعد آئندہ چند مہینوں میں میزائلوں سے لیس پریڈیٹر ڈرونز حاصل کرنے والا پہلا غیر نیٹو ملک ہو گا۔ دلچسپ پہلو یہ ہے کہ جنوبی ایشیا میں اس ساخت کے مسلح ڈرون کسی ملک کے پاس نہیں ہیں۔ جدید ساخت کے سکائی گارڈین پریڈیٹر ڈرون امریکہ کی جنرل ایٹومکس ایروناٹیکل کمپنی بناتی ہے۔ اس کی ویب سائٹ کے مطابق ایم کیو–۹ بی سکائی گارڈین ڈرون جدید ترین ڈرون طیارہ ہے۔ اس کے ذریعے پوری دنیا میں خفیہ معلومات، جاسوسی اور نگرانی کی جاسکتی ہے۔ یہ مصنوعی سیارے کے توسط سے فضا میں ہر طرح کے موسم اور دن اور رات میں ۴۰ گھنٹے سے زیادہ دیر تک پرواز کر سکتا ہے۔ یہ زمین، سمندر اور فضا میں اپنے ہدف کو تباہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ 'دی لاسٹ وار' کے مصنف اور دفاعی تجزیہ کار پروین ساہنی کا کہنا ہے کہ انڈیا امریکہ کی انڈو پیسیفک اسٹریٹیجی کا حصہ ہے۔ ان ڈرونز کو انڈیا کے ہاتھوں فروخت کرنے کے پیچھے امریکہ کا مقصد یہ ہے کہ انڈیا بحر ہند میں اس تجارتی راستے پر نظر رکھے جہاں سے چین کی ساری تجارت چلتی ہے۔ تاکہ کسی خطرے کی صورت میں اس راستے کا بلاکیڈ کیا جاسکے۔ انڈیا کو بحر ہند میں ایک بڑا خطہ نگرانی کے لیے دے دیا گیا ہے۔ اس نگرانی کی جو تفصیلات آئیں گی اس کا زیادہ فائدہ امریکہ اور نیٹو ممالک کو ہو گا، امریکہ اور اس کی اسٹریٹیجی کو ہو گا۔ اس طرح کے ڈرون کا استعمال امریکہ نے پاکستان، افغانستان، یمن، صومالیہ، شام اور عراق وغیرہ میں ٹارگٹڈ کلنگ اور مخصوص اہداف کو تباہ کرنے کے لیے کیا تھا۔ حال ہی میں اسرائیل نے بھی ان کا استعمال کیا ہے۔

بنارس کی گیان واپی مسجد میں ہندوؤں کو پوجا کی اجازت

انڈیا میں بنارس کی ایک عدالت نے گیان واپی مسجد کے تہہ خانے میں ہندوؤں کو پوجا کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ بعض ہندوؤں نے مقامی عدالت میں پٹیشن دائر کی تھی جس میں دعویٰ کیا گیا کہ یہ مسجد ایک قدیم مندر کو توڑ کر بنائی گئی تھی اس لیے مسجد کی جگہ مندر کو بحال کیا جائے۔ عدالت کے فیصلے کے بعد ہندو فریق کے وکیل وشنو شنکر جین نے کہا 'جس طرح جج کے ایم پانڈے نے ۱۹۸۶ء میں ایودھیا کے رام مندر (بابری مسجد) کا تالا کھولنے کا حکم دیا تھا۔ میں آج کے اس حکم کو اسی تناظر میں دیکھتا ہوں۔

ہندو تنظیموں کی فہرست میں جو مسلم عمارتیں اور عبادت گاہیں ہیں، ان میں دلی کا لال قلعہ، قطب مینار، پرانا قلعہ، جامع مسجد اور آگرہ کا تاج محل بھی شامل ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ بابری مسجد طرز کے مزید تنازعوں سے ملک کو بچانے کے لیے اس وقت کی کانگریس حکومت نے ۱۹۹۱ء میں مذہبی عبادت گاہوں کے تحفظ کا ایک قانون پارلیمنٹ میں منظور کیا۔ لیکن اس قانون کے ہوتے ہوئے بھی ہندو انتہا پسند تنظیموں کی جانب سے مساجد کو نشانہ بنائے جانے اور جھوٹے دعووں کی بنیاد پر مساجد کو مسمار کرنے کا سلسلہ زور و شور سے جاری ہے۔

نئی دہلی میں ایک اور تاریخی مسجد منہدم کر دی گئی

اخونجی نامی یہ صدیوں پرانی مسجد مہرولی کے قریب سنجے ون نامی علاقے میں واقع تھی جسے ۱۹۷۰ء کی دہائی میں دستاویزات میں گرین بیلٹ کے طور پر درج کیا گیا تھا اور ۱۹۹۴ء میں اسے ریزرو فوریسٹ کا درجہ دے دیا گیا تھا، جہاں کسی بھی قسم کی نئی تعمیر کی اجازت نہیں ہوتی۔

لیکن ۳۰ جنوری کی صبح دہلی میں شہری منصوبہ بندی اور ترقی سے وابستہ محکمے دہلی ڈویلپمنٹ اتھارٹی (ڈی ڈی اے) کے اہلکاروں کی قیادت میں پولیس اس مقام پر پہنچی اور مسجد، ملحقہ مدرسے اور قبرستان کو منہدم کر دیا۔ مہرولی اور ۲۰۰ ایکڑ پر پھیلے ہوئے قریبی علاقوں کو 'ہیریٹیج ایریا' سمجھا جاتا ہے اور یہاں ۱۰۰ سے زیادہ تاریخی عمارتیں اور دیگر اسٹرکچر موجود ہیں، مثلاً قطب مینار کمپلیکس، جمالی کمالی مسجد، غیاث الدین بلبن کا مقبرہ اور قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ۔ مدرسے کے ایک استاد نے بتایا کہ پورا کمپلیکس مکمل طور پر مسمار ہو چکا ہے اور ملبے میں کئی کتابیں بھی دبی ہوئی ہیں۔

مزمل سلمانی نے، جو ایک این جی او کی جانب سے مدرسہ میں کام کرتے تھے، بتایا کہ "مدرسہ مسمار کرنے کے بعد جب وہاں رہنے کی کوئی جگہ نہیں بچی تو بچوں کو قریبی عید گاہ میں منتقل کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ قبرستان کو بھی مسمار کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے حال ہی میں دفن کی گئی کئی لاشیں بھی متاثر ہوئیں۔

☆☆☆☆☆

سپیدۂ سحر اور ٹمٹماتا چراغ

اسلامی دستور سمجھے جانے والے دستورِ پاکستان کا شریعت کی روشنی میں محاکمہ

بقلم: شیخ ابو محمد ایمن الظواہری

ترجمہ: مولانا عبدالصمد

www.matboaatedawat.org

پیامِ مجاہد

ستمگروں کے نگر میں امت نے آج تک جو بھی دن گزارے
ہمیں ہیں از بر شروع سے اب تک شکستہ لمحوں کے کرب سارے

یہ کیا تماشا ہے عدل مانگے عوام اپنے ہی قاتلوں سے
فریب دیتے ہیں خود کو پیہم جہل سے یا خوفِ جاں کے مارے

پٹخ دو لالچ کے سارے کاسے حجاب پھاڑو ہراس کے سب
تمہیں ہے جن سے امید لوگو اُنہی کے باعث ہیں سب خسارے

نفاذِ دینِ محمدی ﷺ ہے سبھی کے حفظ و اماں کا ضامن
قلم زباں سے قدم سناں سے اسی کی جانب ہر اک پکارے

ہماری نظریں تو دیکھتی ہیں حدودِ سود و زیاں سے آگے
سوائے رب کے نہ ڈر کسی کا وہی ڈبوئے وہی ابھارے

ہمیں گرانے کا عزم لے کر چلے ہیں کتنے وثوق سے وہ
بھلا وہ لشکر کہاں گرا ہے جسے ہوں رب کے نہاں سہارے

بنی ہے دیکھو اجل ہماری صداقتوں کی گواہ لوگو
مَرے تو چہرے خوشی سے دمکے تھے رشکِ عنبر بدن ہمارے

خدا کے دشمن ہزار چاہیں اندھیر نگری کا راج لیکن
لہو کی سرخی سے جگمگائیں گے نورِ ایماں کے چاند تارے

دیا ہے اتنا لہو یقیں ہے شبِ رواں سے ہی پو پھٹے گی
سحر کا تارا بھی لڑکھڑا کے سحر کے آنے کے دے اشارے

(وسیم حجازی)

دعوت کی مصلحت

''دعوت کی مصلحت نامی یہ اصطلاح داعی کو اپنی لغت سے مٹانی چاہیے اس لیے کہ یہیں سے شیطان وار کرتا ہے، یہاں سے وہ داعی کو پھسلاتا اور گراتا ہے، یہیں سے شیطان اسے دعوت اور دین کے فائدہ کے نام پر درحقیقت شخصی مفاد اور مصالح کا راستہ دکھاتا ہے، یوں دعوت کی مصلحت ایسے بت میں تبدیل ہو جاتی ہے جس کی پھر یہ دیندار عبادت کرتے ہیں جبکہ وہ اصل دعوت اور واضح منہج کو کہیں بھول جاتے ہیں،

داعیان دین پر لازم ہے کہ وہ اس دین کی دعوت کے اس اصل راستے کے ساتھ جڑیں جو اللہ نے بھیجا ہے، ان پر واجب ہے کہ بس وہ اس منہج پر گامزن رہیں اور یہ نہ دیکھیں کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ اس لیے کہ بدترین خطرہ جو اس راستے میں آ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ داعی دعوت کے صحیح منہج سے منحرف ہو جائے، یہ انحراف ہی اصل تباہی ہے چاہے یہ بڑا ہو یا چھوٹا اور چاہے جس وجہ سے بھی ہو۔ اس لیے کہ دعوت کا فائدہ اور نقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے، داعی کو اللہ نے ایسے کسی فائدے کا پابند نہیں کیا ہے جس کا اللہ نے اسے حکم نہ دیا ہو، داعی کو اللہ نے ایک ہی بات کا مکلف اور پابند کیا ہے اور وہ یہ کہ دعوت کے اصل راستے سے منحرف نہ ہو اور ایک لمحے کے لیے بھی اس سے جدا نہ ہو!''

سید قطب شہید رحمہ اللہ

(فی ظلال القرآن)